قال اللہ سبحانہ وقد مکروا مکرہم وعند اللہ
مکرہم وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال
فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام

ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال

از

تالیف شریف جناب مستطاب عمدۃ الانجاب فاضل اجل مولینا
امیر الدین صاحب جائنٹ مؤلف کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ

حسب فرمائش
منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور

قال اللہ سبحانہ وقد مکروا مکرھم وعند اللہ
مکرھم وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال ۝
فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام ۝

ابطال الاستدلال
لاھل الزیغ والضلال

از

تالیف شریف جناب مستطاب عمدۃ الانجاب فاضل اجل مولینا
امیر الدین صاحب جائنٹ مؤلف کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ

حسب فرمائش

مینجر امامیہ کتب خانہ لاہور

قیمت فی جلد (عمہ)

بار اول

فلکُ النّجاۃ فِی الامامۃ والصّلوٰۃ

کتاب مستطاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصّلوٰۃ وہ کتاب ہے جس کے لئے مومنین کی آنکھیں انتظار کرتی تھک گئی تھیں۔ خدا کے فضل و کرم سے تمام خوبیوں کو آغوش میں لیئے ہوئے پردۂ کتم سے عرصہ ظہور میں آگئی ہے۔ یہ کتاب دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے لبریز اور مخالفین پر ایک بم کا گولہ ہے۔ تہذیب اور متانت اسمیں ایسی ہے کہ کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی! اور دلائل ایسی قوی ہیں۔ کہ کتاب پڑھنے سے کسی مخالف کو بشرطیکہ ذرہ بھر انصاف دل میں رکھتا ہو بغیر قبول مذہب حق کے چارہ نہیں رہتا کیوں نہ ہو۔ دو جلیل القدر مشہور عالم فاضل حضرات کی بارہ سالہ تحقیقات کا لب لباب ہے یعنی جس کو عالیجناب عمدۃ العلما زبدۃ الفضلا مولینا مولوی حافظ **علی محمد** صاحب (سابق سنی) و عالیجناب رئیس المحققین راس المدققین مولینا مولوی حکیم **امیر الدین** صاحب (سابق سنی) متوطنان ضلع جھنگ نے متفقہ کوشش سے ترتیب دیا ہے۔ جلد اول میں بحث لفظ شیعہ معیار اہل حق۔ حدیث ثقلین کی تشریح وجہ تسمیہ و تاریخ اہل سنت والجماعۃ۔ خلفائے بنی امیہ و عباسیہ کا ثقلین سے سلوک جسکا پورا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ بعض صحابہ کے حالات سب و تبرا و لعن کی مہذبانہ تحقیق اور دیگر اس کے متعلق سنیوں کے ہر اعتراض کا معقول جواب جو بالکل اصول مسلمہ اہل جماعت کے لحاظ سے دیا گیا ہے۔ امامت و خلافت کی تعریف اور اس کے شرائط خلفائے ثلاثہ سے ہر ایک کی خلافت کے انعقاد کی مفصل کیفیت حضرات ثلاثہ کا امیر المومنین سے موازنہ اوصاف ایمان شجاعت و علم کا خوب درج ہے۔ نصوص خلافت بلافصل جناب امیر کی ایسی طرز سے درج ہیں۔ کہ مخالف کو یارائے دم زدن باقی نہ رہے! اصول حدیث مسلمہ اہلجماعت کے بقید صفحہ و جلد نہایت احتیاط سے لکھا ہے۔ غرضیکہ اسمیں جملہ متنازعہ مسائل فیما بین شیعہ و سنی کا ایسا فیصلہ کیا ہے۔ کہ پھر دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی! اور دوسری جلد میں نماز کی صورت بعد نبی تبدیل ہو جانیکا ثبوت تقیہ کا جواز اور احکام طہارت سے لیکر آخر سلام تک نماز کے جملہ ارکان فرائض و سنن و مستحبات کو مطابق مذہب امامیہ کے کتب اہلجماعت سے بحوالہ صفحہ و مطبع و باب کے ایسا مضبوط لکھا ہے۔ کہ اس سے نماز رسول کا پتہ ملجاتا ہے۔ کہ اسطرح تھی! اور دوسری قسم قسم کی نمازیں جو سنیوں کے اندر رائج ہیں سب مصنوعی معلوم ہو جاتی ہیں۔ ہر مسئلہ پر سینکڑوں عبارتیں کتب مخالفین سے اثبات مدعا کیلئے بہار دکھاتی ہیں۔ آخر میں جنازہ کی پانچ تکبیروں کے زبردست دلائل اور جریدتین کا ثبوت درج ہے۔ خوبی اس کے دیکھنے پر موقوف ہے۔ ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ بانگ دہل ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ اس طرز کی کوئی کتاب شیعہ و سنی کے درمیان فیصلہ کن آجتک نہیں لکھی گئی۔ حجم ۹۰۰ صفحہ۔ کاغذ قسم اول (للعہ) قسم دوم (عہ ۴ ر)۔

ملنے کا پتہ:۔ مینجر امامیہ کتب خانہ لاہور ریلوے روڈ

فہرست مضامین ابطال الاستدلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المتعالی عن صفات المخلوقین وسمات المحدثین المحمود لنعمتہ المنزہ عما لا یلیق بوحدانیتہ الذی احتج علی خلقہ بالحجۃ واوضح الامور بدلائلہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حی عن بینۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ عبدہ المصطفیٰ ورسولہ المجتبیٰ سیدنا محمد وآلہ امناء اللہ فی بلادہ وحججہ علی عبادہ ائمۃ الھدیٰ من اھل بیتہ الطیبین الطاھرین واوصیاءہ المنتجبین صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین ولعنۃ اللہ علیٰ اعداءھم اجمعین۔

امابعد مفتقر رحمت ارحم الراحمین خادم آل یٰسین بندہ عاصی امیرالدین عفا عنہ رب العالمین۔ ناظرین با تمکین کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اس سے پہلے جو کتاب فلک النجاۃ ہماری طرف سے شائع ہوچکی ہے اس کی اور رسالہ ہذا کی غرض واحد ہے۔ یہ کہ جب ہم مذہب حق شیعہ اثنا عشریہ میں نو وارد ہوئے ہمارے سُنی بھائیوں کو یہ امر بہت گراں اور ناگوار گذرا۔ حسب عادت جو ان کی جدید شیعہ سے ہوتی ہے ہمارے پاس جوق در جوق آکر وجوہ تبدیلی مذہب دریافت کرنے لگے۔ ہم نے ہر ایک سے ایک ہی طرز کی گفتگو کے تکرار کو فضول دردسر اور

تضیع اوقات خیال کیا۔ اس لئے سب کے جوابات ایک جگہ فلک النجاۃ میں جمع کر دئیے
اس کی اشاعت سے بہت حقیقت شناس نفوس شاہراہ نجات و حق پر پہنچگئے ہیں
مگر کچھ تصوف کے وردی پوش دوکانداروں اور چند مساجد کے وظیفہ خور ملانوں
کو اُس کے اثر سے اپنی سرد بازاری کا خوف طاری ہوا۔ ایسے لوگوں نے اپنی جمعیت
کو قائم رکھنے اور اپنے مریدوں و مقلدوں کو خوش کرنے کے لئے مختلف راگ
الاپنے شروع کئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ شیعہ کی کتاب ہے۔ اس میں صحابہ کرام کی
غیبت (گلہ) ہے۔ اس کے پڑھنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے اس میں
ضعیف و موضوع روایات جمع کی گئی ہیں (حالانکہ ہر دو باتوں کا جواب کتاب مذکور
میں قابل دید درج ہے) کوئی کہتا ہے اس کے پڑھنے سے شکوک پیدا ہوتے ہیں ہم
اپنے آباء واجداد کا مذہب ہرگز نہ چھوڑینگے خواہ کتابوں میں کچھ ہی لکھا ہو (حالانکہ
اُن کی یہ بات صریح آیات قرآنیہ کے خلاف اور منکرین قرآن کے عین مطابق ہے)
کوئی یوں بڑ مارتا ہے کہ ہمارے سُنّی علماء عنقریب اس کتاب کا رد لکھیں گے۔
اُس سے یہ کتاب اُڑ جائیگی۔ بعض اُن میں سے کہتے ہیں۔ بغیر قرآن مجید کے ہم
سب کتابوں سے دستبردار ہیں۔ حالانکہ اُن کا یہ کہنا سراسر فرمان رسول خدا صلعم
کے منافی اور اُن کے پیشوا حضرت عمر کے مطابق ہے جنہوں نے کہا تھا حسبنا کتاب
اللہ۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں۔ میں ایسے آدمی کو دیکھنا نہیں چاہتا جس کو میرا
حکم امر یا نہی پہنچے اور وہ کہے میں اس کا واقف نہیں ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں
ملیگا بس اسی کی پیروی کریں گے۔ اس کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے
دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ دوسری روایت میں فرمایا۔ خبردار رہو مجھے قرآن
کے ساتھ اُس کے برابر اور بھی بہت کچھ دیا گیا ہے (یعنی حدیث) اس کو ابو داؤد نے
روایت کیا۔ تیسری روایت میں فرمایا مجھے قرآن دیا گیا ہے۔ اور اُس کی مثل یا

اُس سے بھی زیادہ اور بھی مجھے دیا گیا ہے (احادیث) اس کو ابن ماجہ ودارمی نے روایت کیا۔ دیکھو کتاب سنی مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۱۲ مطبوعہ بمبئی۔ غرضیکہ ایسی طرح طرح کی باتوں سے وہ بچارے اپنے چیلوں کو تسلیاں دیکر اپنے دام میں پھنسائے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں الغریق یتشبث بالحشیش۔ اَب ہمارے قرب وجوار کے سنی بھائیوں نے یہ رنگ اختیار کیا ہوا ہے کہتے ہیں جیسے فلک النجاۃ میں سنیوں کی کتابوں سے مذہب شیعہ کی حقانیت ثابت کی گئی ہے ہم سنی مذہب کی حقانیت اور خلفاء ثلاثہ کی فضیلت ائمہ اہل بیتؑ کی احادیث مرویہ کتب شیعہ سے ثابت کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مختلف اوقات میں چند عبارات کتب شیعہ میرے پیش کی گئی ہیں جن سے مناظرین اہل تسنن فخریہ اپنے رسالوں اور مواعظ میں برخلاف شیعہ استدلال کرتے ہیں۔ لہذا مجبوراً اسی غرض سے جو فلک النجاۃ کی اوپر بیان ہوئی ہے جملہ جوابات سوالات متداولہ کے جو کتب شیعہ سے مخالفین عموماً اور ہمارے قرب وجوار کے اہل تسنن خصوصاً اثباتِ فضائل وحقانیت خلفاء ثلاثہ میں پیش کرتے ہیں ایک جگہ رسالہ ہذا میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

اگرچہ بڑی بڑی لاجواب کتابیں علماء شیعہ کی طرف سے ہر مسئلہ پر لکھی جا چکی ہیں جن کا جواب سنیوں سے نہ ہو سکا اور نہ ہو سکتا ہے۔ (مثال کے لئے عبقات الانوار واستقصار الافحام کے مجلدات کافی ہیں) مگر جدید شیعہ سے چونکہ حسب عادت انہی مردودہ فرسودہ سوالات کا جواب طلب کیا جاتا ہے ہم سے بھی طلب ہوا۔ اگر ہم فضول مکالمہ تصور کرکے سکوت اختیار کرتے ہیں تو مخالفین بغلیں بجاتے اور مذاق اُڑاتے ہیں کہ بس شیعہ کے پاس کوئی جواب نہیں۔ جب ہم صحیح واقعات زبانی یا تحریری پیش کرکے جواب دیتے ہیں تو کہتے ہیں اس سے زیادہ غیر مہذب کونسا مذہب ہوگا جس کے متبع جملہ صحابہ کرام کو بُرا کہتے اور اُن کی شکایات بیان کرتے ہیں

حالانکہ شیعہ مذہب پر مخالفین نے یہ ایک بہتان باندھ رکھا ہے کیونکہ شیعہ تمام صحابہ کی شکایت نہیں کرتے۔ بلکہ جن صحابہ کرام نے اوّل سے آخر تک جناب رسول خدا صلعم سے وفاداری کی ہے اُن کے ہم سب شیعہ ثناخواں اور اپنے تئیں اُن کے غلاموں کے غلام کہلاتے ہیں۔ جیسے حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر حضرت مقداد حضرت عمار بن یاسر وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ہم ان کی مکمل فہرست دے سکتے ہیں مگر یہ مختصر اس کا متحمل نہیں ہے۔ اُن میں سے بعض کو بعد وفات سرور کائنات ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی۔ اور بعض کو ہوئی۔ مگر یکے بعد دیگرے تائب ہوتے رہے۔ ہاں وہ صحابہ جن کو راہِ استقامت سے لغزش ہوئی ہے۔ اور انہوں نے فرمان رسول خدا اور حقوق اہل بیت رسول صلعم کی نگاہ داشت نہیں کی۔ اور حیات سرور کائنات میں بھی وہ اپنی صدقِ دل اور وفا کا کافی ثبوت نہیں دے سکے۔ اور بعد وفات آں حضرت صلعم اپنے اپنے مدارج پر رسول خدا صلعم کی مخالفت میں بدعات پیدا کرکے دینِ خدا میں تغیر و تبدل کر دیا وہ قابل مدح نہیں ہیں۔ بلکہ مطابق حدیث حوض رسول خدا صلعم سے سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی او بدل بعدی کے تمغہ لینے کے قابل ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول کو رسول خدا صلعم بفرمان ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی و لکن نمیدانم کہ چہ چیز نو پیدا خواہید کرد بعد از من کے اشارہ فرما چکے ہیں۔ دیکھو مصفیٰ شرح موطا امام مالک مولفہ شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ دہلی باب سیرۃ ابی بکر الصدیق جلد ۲ صفحہ ۲۶۳

ایسے برائے نام اصحاب سے بحکم الحب فی اللہ والبغض فی اللہ شیعہ ضرور ترک موالات کرتے ہیں۔ حدیث حوض کی تفصیل فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو۔ اس جگہ بلحاظ اختصار، ہم ایک ہی کتاب کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں:۔

بعد وفات رسول صلعم اکثر صحابہ کی حالت متغیر ہو گئی

مصفیٰ شرح موطا مطبوعہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۱۳ میں مرقوم ہے سعید بن جبیر گفت دیدم ابن عمر و ابو ہریرہ و ابو سعید

وغیر ایشاں را کانوا یرون انہ لیس احد منھم علی الحال التی فارق علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر ابن عمر و جابر گفت اذا ستم کہ ان تنظروا الی اصحاب محمد لم یغیروا ولم یبدلوا فانظروا الی عبد اللہ ابن عمر ما منا احد الا غیر نیست از ما ہیچکس مگر کہ تغیر کردہ۔ انتہیٰ بقدر الحاجۃ ÷

اِن روایات سے اتنا یقیناً ثابت ہو گیا کہ اصحاب رسول خدا صلعم بجز چند معدودہ افراد کے باقی سب نے دین میں تغیر و تبدل کر لیا۔ اور ایسے بہت کم تھے جو اسی حالت پر مستقیم رہے ہوں جیسا اُن سے رسول خدا دار فانی کو رخصت ہوئے۔

رہا یہ امر کہ ان روایات میں حضرت ابن عمر کو اُن افراد میں شمار کیا گیا ہے۔ جنہوں نے تغیر و تبدل نہیں کیا۔ سو یہ ابن عمر صاحب کے دوستوں کی خوش اعتقادی ہے ورنہ وہ حضرت ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام سے بیعت نہ کی اور معاویہ کے ساتھ بیعت کی۔ اور لاکھ درہم وصول کر کے زمانہ یزید میں یزید کی حمایت کرتے رہے۔ دیکھو فلک النجاۃ بحوالہ بخاری بفتح الباری۔ غرضیکہ کوئی ابن عمر صاحب کو حالت استقامت پر قرار دے یا کوئی دوسرے کسی صاحب کو ہمارا مدعا ثابت ہو چکا ہے کہ اکثر صحابہ کی حالت بعد وفات نبی صلعم متغیر ہو گئی اور وہ اُس منزلت و شان سے گر گئے جس پر زمانہ رسول صلعم میں تھے۔ اس کی تائید میں ایک اور عبارت علامہ ابن عبد البر کی سوائے حاشیہ مصنفہ مذکور کے صفحہ ۶۴۲ جلد ۲ میں مرقوم ہے جس میں کل اہل بدعت اور اصحاب کبائر و اصحاب ہوا۔ اور ظالمین کو حدیث حوض سے مراد لیا ہے۔ دیکھو حدیث فیقال انھم قد بدلوا بعدک فاقول فسحقاً فسحقاً۔ کتب شیعہ میں جن اصحاب جناب رسالت مآب کی تعریف وارد ہے اُن سے وہی مراد ہیں جن کو استقامت حاصل رہی۔ اور تغیر و تبدل کے کار بند نہ ہوئے۔ چنانچہ عیون الاخبار وغیرہ میں بصراحت وارد ہے۔

انہی حالات کی بنا پر اس بندۂ ناچیز نے باوجود اعتراف اپنے کم علم اور بے سرمایہ اور کثیر الاشغال و متشتت البال ہونے کے ایک دینی خدمت سمجھکر اپنی وسعت کے مطابق جیسا ہو سکا اگرچہ بے ربط یا پھیکے الفاظ اور بھدّی کسیلی عبارت میں ہی سہی اپنی تحقیق کا نمونہ حوالہ قلم کر دیا ہے۔ ورنہ نہ ہم زمرۂ علماء میں ہیں اور نہ طبقہ علماء کرام میں ناحق شمار ہونے کا شوق ہے۔ اور نہ مصنفین کی قطار میں معدود ہونے کا ذوق ۔

نیز میری غرض اس رسالہ سے کسی سُنّی بھائی کی دل آزاری و دلشکنی کی نہیں ہے۔ اسی واسطے باوجود احساس ضرورت میں نے بعض احادیث کا ترجمہ مکمل اور صاف لفظوں میں نہیں لکھا۔ اور بعض کی عربی عبارت بھی نہیں لکھی۔ بلکہ کتاب اور اُس کے صفحہ کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔ پھر بھی اگر سُنّی حضرات کو دیکھنا پسند نہو تو وہ اس کا مطالعہ نہ فرماویں۔ میری اصل غرض اپنے شیعہ بھائیوں کو متنبہ کرنے کی ہے کہ جن عبارات کتب شیعہ کو اہل تسنن اپنے رسائل میں نقل در نقل کر رہے ہیں۔ اور پہلے ناقلین کے بعد متاخرین لکھ کے بغیر اصل کتاب دیکھے بغیر جہال کے سامنے خوشیاں مناتے اور اپنے زعم فاسد میں اپنے موہوم اعتقادات فضائل ثلاثہ کا مؤید خیال کرتے ہیں اُن کی حقیقت سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے۔ تاکہ اہل ایمان ایسے مفسد ملانوں کی شرارت سے محفوظ رہیں اور ایسے لوگوں کو برسر اجلاس شرمندہ کر سکیں۔ اور اُن کے مکر و فریب کو طشت از بام کر کے عوام کو ان مفسدوں کے دام تزویر سے بچائیں۔ نام اس رسالہ کا ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال رکھا گیا ہے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

حضرات اہل تسنن کا طرز تحریر اور اس فن میں اُن کی کارستانیاں چند قسم پر منقسم ہیں

جاننا چاہیئے کہ طرز تحریر اور کارستانی مناظرین اہل تسنن چند اقسام پر منقسم ہے۔

۱۔ کبھی عبارت کتاب شیعہ کو وہ بذریعہ قطع و برید فقرہ مطلوبہ نقل کر کے اُس حصّہ کو چھوڑ دیتے ہیں جس میں اُس عبارت کو کسی مولف سنی کی طرف منسوب کیا گیا ہوتا ہے۔ اور اس کتاب شیعہ میں بغرض تردید یا نقل اختلاف اقوال درج ہوتی ہے اور یا سیاق وسباق اس فقرہ میں اس منقول کا تشریحی معنے متضمن رد موجود ہوتا ہے۔ ناقلین اس تصرف بیجا سے یہ فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ اس عبارت کو شیعہ عالم کی مسلّمہ و معتقدہ عبارت یا حدیث امام عوام کے سامنے ظاہر کر کے شیعہ کی زبانی فضائل ثلاثہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ عوام کیا سمجھیں کہ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے جانتے ہیں جب کتاب شیعہ میں یہ عبارت لکھی ہے ضرور اُن کی مسلّم اور اُن پر حجت ہوگی اور جو معنے یہ لوگ بیان کر رہے ہیں یہی صحیح ہیں ٭

۲۔ کبھی اس عبارت منقولہ کی لفظی یا معنوی تحریف کر کے دھوکا دیکر غلط بیانی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ٭

۳۔ کبھی حدیث وارد مورد تقیہ و توریہ سے برخلاف سینکڑوں احادیث صحیحہ متواترہ ائمۃ الہدیٰ علیہم السلام کے فریب دیتے ہیں۔ جو اصول مرویہ ائمہؑ کے خلاف ہے۔

۴۔ کبھی حدیث وارد مورد توریہ سے معنے مقصود کے خلاف و معنیٰ ظاہر کر کے فائدہ اُٹھاتے ہیں جو حقیقی مراد ائمہؑ کے خلاف ہوتا ہے۔

۵۔ کبھی سنیوں کی کتاب کی عبارت نقل کر کے اُس کو اُس کے ہمنام کتاب شیعہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ تاکہ عوام اس عبارت کو کتاب شیعہ کی عبارت سمجھکر برخلاف مذہب امامیہ حجت پکڑیں۔ جیسا کہ کشف الغمہ و فصول المہمہ مشترک نام کی کتابیں شیعہ اور سنی میں مروج ہیں ٭

۶۔ کبھی کسی فرضی کتاب کا نام لکھکر شیعہ کی طرف منسوب کرکے اپنے مدعا کے مطابق ایک فرضی عبارت لکھکر فریب دیتے ہیں۔ حالانکہ فی الحقیقت اُس نام کی کوئی کتاب شیعہ مذہب میں نہیں ہوئی۔ جیسے شرح نہج البلاغہ منسوب بہ سلطان محمود طبسی اصفہانی ہے جس کو ہم نے بہت کتب خانوں اور مجتہدین سے دریافت کیا مگر کہیں پتہ نہیں چلتا اور جیسے منہاج السالکین نام کی کتاب سے شیخین کا جناب سیدہ معصومہ زہرا علیہا السلام سے رضامند ہو جانا نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اور مجمع الاوصاف صفحہ ۹ وغیرہ میں نقل در نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اس وقت میرے پیش نظر چند کتب اہل تسنن ہیں جیسے تحفہ اثنا عشریہ۔ مجمع الاوصاف۔ بدر الدجے۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم۔ شواہد البرقات۔ آیات بینات۔ منتہے الکلام۔ نصیحت الشیعہ۔ ہدایت الشیعہ وغیرہ ہیں جن کے استدلالات کا ابطال اس رسالہ میں لکھنا مطلوب ہے ؎

۷۔ منجملہ مکیدات اہل تسنن یہ بھی ہے کہ کسی کتاب غیر معتبر ماتم و مرثیہ یا تواریخ شیعہ سے کوئی روایت ضعیف نقل کرکے اُس پر لکھدیتے ہیں شیعہ کی اصح الکتب یا بڑی معتبر کتاب شیعہ میں لکھا ہے حالانکہ اصح الکتب کا قانون اہل تسنن کا خود ساختہ ہے ہمارا مسلم نہیں۔ اور غیر معتبر کو قرار دینا ان کی دہوکہ دہی ہے ہم تو کتاب معتبر کا ہر لفظ بلا تنقید و تطبیق دیگر احادیث بھی تسلیم نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ کسی کتاب کو اصح الکتب مان کر اُسکے ہر لفظ کو صحیح تسلیم کیا جاوے۔ ہاں کتاب اللہ ایک ایسی کتاب ہے جو ہر ایک مسلمان پر بلا تنقید حجت ہو سکتی ہے۔ لہذا ان سنیوں کی سب مکاریوں و غداریوں سے شیعیان جناب امیر کو ہشیار رہنا چاہئیے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس رسالہ وجیزہ سے ایسے مومنین کو جن کو بڑی کتابوں کا ملنا دشوار یا اُن کی ورق گردانی کی تکلیف اور مطالعہ ناگوار رہے۔ انشاء اللہ ضرور فائدہ پہنچے گا کہ اُن کو ایک مختصر میں جملہ دستاویزات مخالفین کے مع جوابات جمع شدہ مل جائیں گے۔ نیز امید کرتا ہوں کہ اس کو پڑھکر بندہ عاصی کو دعا خیر کو فراموش نہ فرمائیں گے ؎

نوٹ۔ قانون عمل بالحدیث } اصول کافی صفحہ ۳۹ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اختلاف احادیث کے وقت عادل راویوں کی حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد متفق علیہ اور مشہور مذہب اہل بیتؑ پر عمل کرکے شاذ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر ہر دو حدیثیں مشہور ہوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے جو موافق ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر اس کے بعد شک رہے یعنی موافقت دینے کی طاقت نہ ہو یا دونو حدیثیں متضاد بظاہر کتاب اللہ کے موافق معلوم ہوں تو جو موافق مذہب عامہ (اہل تسنن) کے ہو اُس پر عمل نہ کیا جائے بلکہ اُس کے خلاف میں رشد و ہدایت سمجھو۔ اور اگر دونوں قسم کی حدیثیں عامہ کے موافق ہوں تو جو اُن کے مشہور مذہب کے مخالف ہو اُس میں ہدایت ہوگی۔ انتہیٰ ۔

اس قانون کو رسالہ ہذا میں ہر جگہ مدنظر رکھا جائیگا۔ ناظرین کو چاہیئے کہ جملہ احکام شرعیہ میں اس حدیث کو مدنظر رکھکر فرمودۂ امام عالی مقام پر عمل کرتے رہیں۔

خلافت و فضائل اصحاب ثلاثہ کے متعلق استدلالات

۱۔ طرز استدلال سُنّی از کتب شیعہ } حقیقت مذہب شیعہ حصۂ دوم صفحہ ۱۴ پر ہے کتاب نہج البلاغۃ جزو ۲ صفحہ ۸ سطر ۲ مطبوعہ مصر میں باین طور خط حضرت علیؑ کا بنام امیر معاویہ کے مسطور ہے ومن کتب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ الخ ترجمہ نیرنگ فصاحت شیعہ صفحہ ۹۰۳ فرمان امیر علیہ السلام کا معاویہ کو بیشک مجھ سے ایسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان سے کی تھی۔ اور اُسی امر خلافت پر بیعت کی ہے جس پر اشخاص مذکورہ کی وقوع میں آئی تھی۔ اب کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ راستہ اختیار کرے اور نہ شخص غائب کو اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اسکی

تردید کرے۔ الخ۔ پس خادم شریعت کہتا ہے کہ اب شیعان پاک ذرا انصاف و ایمان سے فرمائیں کہ کیا یہ خطبہ طیبہ سے ان کا ایماندار ہونا ثابت ہوا یا نہ؟ اور ان کی حقہ خلافت سے انکار کرنے والا ایماندار ہوتا ہے یا کچھ اور؟ بیان کرو۔ انتہٰی بلفظہٖ۔ اسی طرح مجمع الاوصاف وغیرہ کتب مناظرہ سنیہ میں ہے +

ابطال استدلال سنی از کتب شیعہ } اوّلاً جاننا چاہیئے کہ نہج البلاغۃ کے اندر شیعہ و سنّی دونوں فریقوں کی کتابوں سے جناب سید رضی اعلی اللہ مقامہٗ نے کلام امیر المومنین علی المرتضٰی ؑ کو نقل کیا ہے۔ اسی واسطے یہ کتاب مسلّمہ و مشترکہ فریقین ہے۔ مگر اسی وجہ اشتراک سے محققین شیعہ کے نزدیک ہر لفظ اس کا بلا تنقید برخلاف احادیث صحیحہ متواترہ مفصلہ مرویہ از ائمہ اہل بیت ؑ ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔ جبتک اس کی تائید و توثیق باسناد احادیث امامیہ سے نہ ہو سکے۔ جناب سید رضی کو جو کلمات منسوب بجانب جناب امیر علیہ السلام متفرق طور پر سنیوں یا شیعہ کی کتب میں سے ملے ہیں اور ادبیہ فصاحت کے لحاظ سے اُن پر کلام جناب امیر علیہ السلام کا گمان ہو سکتا ہے اُن کو درج کتاب کر لیا ہے۔ چنانچہ نام کتاب نہج البلاغۃ اور وجہ تالیف مولف موصوف سے ظاہر ہے۔ داب مناظرہ میں کوئی شخص بلا تنقید و تائید اسانید اور خصوصًا احادیث مشہورہ امامیہ کے خلاف کسی عبارت نہج البلاغۃ سے شیعہ امامیہ پر حجت قائم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قانون تنقید اسانید و تطبیق اخبار و ترجیح اہل تسنن کے نزدیک بھی مسلّم و مروّج ہے۔ شیعہ مذہب میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحاح ستہ یا صحاح اربعہ کا کوئی قانون کُلّی قابلِ تسلیم نہیں۔ ہاں جن خطب و مکاتیب نہج البلاغۃ سے شیعہ استدلال کرتے ہیں مثلاً خطبہ شقشقیہ اور کلام جناب امیر مازلت مدفوعا عن حقی مستاثرا علیّ منذ قبض اللہ نبیہ وغیرہ۔ ان سب کو شیعہ باسانید کتب خود سے ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ اُن کی تائید و تسلیم کتب اہل تسنن سے دکھا سکتے ہیں۔ لہذا

ان کو مسلّمہ فریقین سمجھنا چاہیئے۔ باقی رہے وہ کلمات و خطوط نہج البلاغہ جن سے اہلِ تسنّن اپنے مدعا موہوم پر استدلال کرتے ہیں۔ جب تک وہ کتب امامیہ سے باسناد صحیحہ مسلّمہ نہ دکھلادیں ہمارے برخلاف حجّت نہیں ہو سکتے۔ خصوصًا وہ کلمات جو نہج البلاغہ کے علاوہ شارحین نہج البلاغہ نے کتب مخالفین سے ایضاح بیان و تشریح کلام کے خیال سے اپنی شروح میں بلا اسناد نقل کردیئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اس مضمون کی تائید تحریر سلطان العلما، مولانا سید محمد صاحب مؤلف کتاب بوارق موبقہ سے بھی ہوتی ہے۔ صاحب موصوف اپنی کتاب مذکور مطبوعہ لدھیانہ کے صفحہ ۱۴۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ادعائے اجماع امامیہ بر صحت و تواتر نہج البلاغہ دعوٰے بلا دلیل و تحکم بحت است۔ کاش نام یک کتاب ہم از کتب امامیہ مے نوشت کہ در آں تواتر جمیع آنچہ در نہج البلاغہ مذکور است مرقوم مے بود۔ و آنچہ بعد تتبع معلوم گشتہ این است کہ اکثر خطب و کتب از کتب سیر و تواریخ اہلِ خلاف منقول شدہ۔ و فقرا تیکہ بلاغت و فصاحت آں زیادہ تر بودہ آں را منتخب ساختہ نقل نمودہ۔ انتہٰی۔ اور اگر بالفرض نہج البلاغہ کو بتمامہ بلا تنقید صحیح بھی مان لیا جائے تو بلحاظ معانی صحیحہ تطبیق احادیث مسلّمہ امامیہ بنظر انصاف و تحقیق اہلِ تسنّن کا مدعا ہرگز قطعًا و حتمًا ثابت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہمارے رسالہ سے آئندہ صاف ظاہر ہو جائیگا۔

تنبیہ کتاب نہج البلاغہ کا مشترک مسلّم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ ایک جماعت سنیوں کی اس کے شارحین کے سلسلہ میں داخل ہے۔ باقی کسی مذہبی کتاب شیعہ کی بجز ایک تجرید محقق طوسی کے کسی عالم سنی نے شرح نہیں لکھی۔ اور نہ کسی اور مذہبی کتاب شیعہ کا سنیوں نے اپنے مدارس میں رواج دیا ہے۔ اور نہ اسے اپنے مطابع میں چھاپا ہے۔ مگر اس کتاب کو ہر دو طریقہ پر استعمال کیا ہے۔ سنیوں کی کتابوں سے نہج البلاغہ اور اُس کی شروح میں کلام منسوب بجناب امیرؑ منقول ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعینہ وہ کلمات

کتب سنیہ میں موجود ہیں جن کا دیگر کتب شیعہ میں نشان نہیں ملتا۔ اور بعض مقامات پر جناب سید رضیؒ جامع نہج البلاغہ اور شارحین نے سنیوں کے راویوں کا نام بھی بصراحت لکھدیا ہے۔ نمونہ کے لئے مذکورہ بالا خط مندرجہ نہج البلاغہ بالفاظہ معہ ابتدائیہ کلمات کے عقد الفرید کتاب سنی مولفہ علامہ ابن عبدربہ مطبوعہ مصر جلد۳ صفحہ ۱۰۶ میں موجود ہے۔ جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔ سلام علیک اما بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی الذین بایعوا ابا بکر وعمرالخ یہ ابتدائی حصہ خط کا مولف مجمع الاوصاف سنی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۳ پر بھی نقل کیا ہے۔ اور دوسرا نمونہ کلام سفارت ووکالت ہے جو جناب امیر علیہ السلام نے جمیع صحابہ کی طرف سے حضرت عثمان کے پاس ادا فرمایا۔ وہ بجنسہ مثل نہج البلاغہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۵۸ مطبوعہ مصر میں موجود ہے۔ اور تصریح نام رواۃ سنیہ کی مثال نہج البلاغہ مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۴۴ وصفحہ ۲۷۸ پر ملاحظہ ہو۔ جہاں واقدی اور ابن جریر طبری کے صریح نام لکھے ہیں۔ اور یہ ہر دو مشہور محدث و مورخ اہل تسنن کے ہیں۔ تائید میں طبری کی نسبت ملاحظہ ہو شیعہ کی کتاب رجال نجاشی صفحہ ۲۲۵ جس میں یہ الفاظ طبری کی نسبت درج ہیں۔ عامی لہ کتاب الرد الخ اور شارحین کی شروح ابن میثم و درہ نجفیہ وغیرہ دیکھنے سے بھی اس امر کی تسلی ہو سکتی ہے +

اس خط کا تحقیقی جواب } اس خط کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ جس طرح ہم مخالفین پر کسی مدعا کی حجت قائم کرنے کے وقت کہتے ہیں کہ یہ حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہے۔ اور صحیحین کی حدیث متفق علیہ دوسری کتب حدیث کی حدیثوں پر مرجح و مقدم ہوتی ہے۔ لہذا اسپر عمل الازم وواجب ہے۔ اس تقریر و تحریر سے کوئی اہل بصیرت ہمارا اعتقادی

کلام نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ مسلماتِ خصم پیش کرنے سے اتمام حجت سمجھا جائیگا اسی طرح جناب امیر علیہ السلام نے اپنے مشہور و معروف دشمن معاویہ کی طرف جو خطوط لکھے اُن میں آپ نے معاویہ پر ہر طرح کے فضائل اور استحقاق کے ثبوت پیش کیئے جن کا اقرار وانکار ہوتا رہا۔ مگر بعیت جناب امیر سے پہلو تہی کی غرض سے ہمیشہ معاویہ ایک نہ ایک حیلہ تلاش کرتا رہا۔ آخر جناب امیر علیہ السلام نے وہ الزامیہ دلائل اپنے امام برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کئے۔ جو فقط معاویہ اور اس کے معاونین کے مسلم تھے جن سے وہ اپنے مزعوم وموہوم اماموں کی حقیت قرار دیتے تھے۔ آپ نے یہ ثابت کردکھایا کہ تمہارے قوانین مسلمہ معتقدہ کے اعتبار سے بھی ہم خلیفہ برحق و امام حق مطابق رضائے قادر مطلق ہیں۔ لہذا تمہارے اوپر ہماری بعیت لازم ہو چکی ہے۔ اور تم کو انکار کی کچھ بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔ چنانچہ ابتدائی حصۂ خط منقولہ عقد الفرید و مجمع الاوصاف سے ظاہر ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے بلکہ دابِ مناظرہ و استدلال برخلاف مخالف کے طور پر یہ خط تحریر فرمایا پس اس سے کسی طرح برخلاف احادیث مشہورہ امامیہ خلافت ثلاثہ کی حقانیت یا اُن کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

(ب) ذیل کے خط سے بھی ایسے فتنہ وفساد کے زمانہ میں ایسے ہی طرز کا کلام قرین عقل وفراست معلوم ہوتا ہے جس سے فتنہ وفساد فرو ہو سکے۔ اور جہاں دفع شر مقصود ہو وہاں بطریق توریہ اس سے زیادہ صاف الفاظ میں برخلاف اعتقاد خود موافق حال مخاطب کلام کرنا روا ہے۔ دیکھو کتاب فلک النجاۃ جلد دوم فصل تقیہ و توریہ۔ نیز دیکھو خط مندرجہ طرز استدلال نمبر ۱

(ج) جن احادیث وخطبات ومکتوبات کے ساتھ تطبیق خطوط وکلمات

بحوث فیہا ضروری ہے۔ اُن سے مشتے نمونہ از خروارِ آئندہ اسی رسالہ میں درج ہوگا۔ اُن سے اس خط کی تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح ہم نے اوپر لکھا ہے۔ دیکھو طرز استدلال نمبر۵ خصوصاً ملاحظہ ہو روضہ کافی صفحہ ۱۲۷ و اصول کافی صفحہ ۲۶۵ +

طرز استدلال نمبر۲ کتاب بدرالدجےٰ صفحہ ۳ میں ہے شارحین نہج البلاغہ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے حق میں یہ عبارت نقل کی ہے لعمری ان مکانھما من الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید رحمھما اللہ وجزاھما اللہ باحسن ما عملا دیکھو حضرت علیؑ دونوں صاحبوں کا مرتبہ اسلام میں بڑا بتلاتے ہیں۔ حاشیہ بدرالدجےٰ صفحہ ۳ پر لکھا ہے ابن میثم کی شرح سے یہ عبارت منقول ہے وذکرت ان اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہ فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما فی الاسلام لجرح شدید۔ انتہی + اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۹ و مجمع الاوصاف صفحہ ۱۷۵ میں بتغیر بعض الفاظ یہ عبارت منقول ہے +

ابطال استدلال جناب امیر علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان جس خط و کتابت کے ضمن میں یہ خط مذکور ہے سب کو ہم تسہیل تفہیم کے لئے کتب فریقین سے نقل کر دیتے ہیں +

نقل خط معاویہ بن ابی سفیان بطرف جناب امیر علیہ السلام

سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو اما بعد

فان الله اصطفے محمد العلمه وجعله الامین علیٰ وحیه والرسول الے خلقه واجتبیٰ له من المسلمین اعوانًا ایده بهم فکانوا فی منازلهم عنده علے قدر فضائلهم فی الاسلام فکان افضلهم فی الاسلام وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة من بعده وخلیفته وخلیفة الخلیفة من بعده خلیفته والثالث الخلیفة عثمان المظلوم فکلهم حسدت وعلے کلهم بغیت فعرفنا فی نظرك الشزر وقولك الهجر وفی نفسك الصعداء وابطائك عن الخلفاء وفی کل ذلك تقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتے تبایع وانت کاره ثم لم یکن احد منهم اشد حسدا منك لابن عمك عثمان وکان احقه ان لا تفعل ذلك به قرابته وصهره فقطعت رحمه وقبحت محاسنه والبت علیه الناس وبطنت وظهرت حتے ضربت علیه اباط الابل وقیدت الیه الخیل العتاق وحمل علیه السلاح فی حرم رسول الله صلعم فقتل معك فی المحلة وانت تسمع فی داره الهائعة لاتردع عن نفسك فیه بقول ولا فعل واقسم قسما صادقا لو قمت فیما کان من امره واحد ا تنهنه الناس عنه ما عدل الیك من قبلنا من الناس احد الخ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سُنّی مطبوعہ مصر جلد۳ صفحہ ۴۰۸ و ۴۰۷ و عقد الفرید ابن عبد ربہ سُنّی مطبوعہ مصر جلد۳ صفحہ ۱۰۷ و شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی شیعہ +

ترجمہ - تم پر سلام ہو میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کے بعد تحقیق اللہ تعالیٰ نے جناب محمد صلعم کو علم کے لئے چن لیا۔ اور اُس کو اپنی وحی پر امین مقرر فرمایا اور خلقت کی طرف اُس کو رسول مقرر کر کے بھیجا۔ اور اُس کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چن لئے جن کے ذریعہ اُسکو طاقت بخشی۔ پس وہ مسلمان اپنے اسلامی مدارج میں رسول صلعم کے پاس صاحب فضیلت

تھے۔ جن میں سے اسلام میں افضل اور ناصح تر خدا و رسول کے لئے نبی صلعم کے بعد اُس کا خلیفہ (ابوبکر) تھا۔ اور اس کے بعد خلیفہ کا خلیفہ (عمر) تھا۔ پھر اس کے بعد تیسرا خلیفہ عثمان مظلوم تھا (عقد الفرید میں مظلوم کا لفظ نہیں ہے) ان سب پر تم (علیؑ) نے حسد کیا اور سب پر تم نے بغاوت کی۔ اور ہم نے تیری نظر میں سختی اور شوخی اور تیری آنکھوں میں سُرخی اور غصّہ دیکھا۔ اور تیری باتوں میں بیہودہ پن اور تیرے سانس میں دم کشی اور بیعت ان خلفاء سے تیری پہلو تہی کو معلوم کیا۔ ان سب مقامات پر تجھے اس طرح کھینچکر لایا گیا جیسا کہ باردار اونٹ کو نکیل (مہار) سے کھینچا جاتا ہے۔ اس لئے تاکہ تو بعیت کرے۔ حالانکہ تو اس بعیت کو ناپسند کرتا رہا۔ پھر سب سے زیادہ حسد تم نے اپنے چچازاد بھائی عثمان پر کیا۔ حالانکہ وہ اس لائق نہ تھا کہ بلحاظ قرابت اور دامادی اُس کے تو اُسکے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ پس تو نے اُس سے قطع رحمی کی اور اُس کی نیکیوں کو بھی بُرا سمجھا اور اُس پر تم نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور اس بارہ میں تم نے اندرونی و بیرونی چالوں سے کام لیا۔ حتیٰ کہ اُس پر اونٹوں اور گھوڑوں کے سوار جمع کیئے گئے۔ اور حرم رسول اللہ صلعم میں اُس پر ہتھیار اُٹھائے گئے۔ اور تیرے ہوتے ہی تیرے محلہ میں وہ قتل کیا گیا۔ اور تو اُس کے گھر سے چیخ و پکار کی آوازیں سنتا رہا اور نہ اپنی طرف سے تم نے کسی قول یا فعل سے مدافعت نہ کی۔ میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو اُس وقت اکیلا کھڑا ہو جاتا تو لوگ اُس سے دور ہو جاتے تیرے ساتھ کوئی بھی ہم میں سے برابری نہیں کر سکتا +

جواب خط معاویہ کا منجانب امیر المومنین علی علیہ السلام

امابعد فان اخا خولان قدم علیّ بکتاب منک تذکر فیه محمدا صلی الله علیه وآله وسلم (الی ان قال) وذکرت ان اجتبی له من المسلمین

اعوانا ایداہ بھم فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام فکان
افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق (صدیق کا لفظ
شرح ابن ابی الحدید وعقد الفرید میں نہیں ہے) وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق (فاروق کا لفظ شرح
ابن ابی الحدید وعقد الفرید میں نہیں ہے) ولعمری ان مکانہما (عقد الفرید میں ان کان مکانہم
لکھا ہے) فی الاسلام لعظیم (عقد الفرید میں لعظیما ہے) وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام
شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا غیر انک ذکرت امرا ان تم اعتزلک
کلہ وان نقص لم یلحقک ثلمہ وما انت والصدیق من صدق بحقنا وابطل باطل
عدونا وما انت والفاروق فالفاروق من فرق بیننا وبین اعدائنا وذکرت
ان عثمان کان فی الفضل ثالثا فان یک عثمان محسنا (ابن ابی الحدید کی شرح و عقد الفرید
میں اس کے بعد یہ الفاظ ہیں فسیجزیہ اللہ باحسانہ وان یک مسیئا فسیلقی ربا غفورا
لا یتعاظمہ ذنب یغفرہ ولعمری انی لارجوا اذا اعطا اللہ الناس علی قدر فضائلہم
فی الاسلام ونصیحتہم للہ ولرسولہ ان یکون نصیبنا فی ذلک الاوفر ان محمدا
صلعم لما دعی الی الایمان باللہ والتوحید کنا اہل البیت اول من امن و
صدق ما جاء بہ فلبثنا احوالا مجرمۃ ما یعبد اللہ فی ربع ساکن من العرب غیرنا
(عقد الفرید میں یہ عبارت اس طرح ہے) ولعمری انی لارجو اذ للہ اعطی الاسلام ان
یکون سہمنا اہل البیت اوفر نصیب وایم اللہ ما رایت ولا سمعت باحد کان
انصح للہ فی طاعۃ اللہ ورسولہ ولا انصح لرسول اللہ فی طاعۃ اللہ ولا اصبر علی
البلاء والاذی فی مواطن الخوف من ہؤلاء النفر من اہل بیتہ الذین الخ دیکھو
شرح نہج البلاغہ ابن میثم شیعہ بحرانی بذیل شرح کلام فاراد قومنا قتل نبینا و شرح نہج البلاغہ
ابن ابی الحدید سنی مطبوعہ مصر جلد۳ صفحہ ۴۰۷ و ۴۰۸ و عقد الفرید ابن عبد ربہ سنی
جلد۳ صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸

(ب) خط مرقومہ بالا کا آخری حصہ یہ ہے وذکرت ابطائی عن الخلفاء وحسدی ایاھم والبغی علیہم فاما البغی فمعاذ اللہ ان یکون واما الکراھۃ لہم فواللہ ما اعتذر للناس من ذلک الخ دیکھو عقد الفرید کتاب سنی جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر سطر ۱۷ و ۱۸۔

ترجمہ۔ اما بعد تحقیق خولان کا بھائی میرے پاس تیرا خط لایا ہے جس میں تم نے جناب محمد صلعم کا ذکر کیا ہے (تا اینکہ لکھا) اور تونے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے رسول خدا صلعم کے واسطے خدا نے مددگار چُن لئے جن کے ساتھ آنحضرت صلعم کو خدا نے قوت دی۔ وہ اپنے مدارج اسلامی میں نبی صلعم کے پاس صاحب فضیلت تھے۔ اور تیرے گمان کے مطابق اسلام میں افضل۔ اور خدا اور رسول کے لئے زیادہ نصیحت کرنے والا خلیفہ صدیق ہے اور اس کے بعد خلیفہ کا خلیفہ فاروق ہے مجھے اپنی عمر کی قسم اگر ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بڑا ہے اور ان دونوں کے سبب سے اسلام میں زخم شدید پہنچا ہے تو خدا ان پر رحم کرے اور اُن کے جو اچھے عمل ہوں اُن کی اُن کو جزا دے۔ مگر تونے ایسے امر کا ذکر کیا ہے کہ اگر یہ پورا بھی ہو (یعنی ابوبکر و عمر افضل اور ناصح اور مستحق جزا و رحمت ہوں۔ یہی شک اور شرط شیخین کی فضیلت کو رد کرتے ہیں) تو تم سے یہ سب امور دُور ہیں یعنی تجھکو ان سے کچھ فائدہ نہیں ملتا۔ اور اگر یہ سب امور غلط ہیں (شرط پر غور رہے) تو تجھے اس کا کوئی نقصان نہیں (من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا) اور تم کیا جانو صدیق کون ہوتا ہے۔ صدیق وہ ہے جو ہمارے حق کی تصدیق کرے۔ اور ہمارے دشمن کے جھوٹے دعاوی کو جھوٹا سمجھے (اس سے خلیفہ اوّل پر اعتراض فرمایا) اور تم کیا جانو کہ فاروق کون ہوتا ہے۔ فاروق وہ ہے جو ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان فرق

سمجھے (اس سے خلیفہ ثانی پر اعتراض فرمایا) اور تم نے خلیفہ ثالث کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ پس اگر وہ نیک تھا (شرط زیر نظر رہے) پس خدا اُس کو اُس کے اعمال کی جزا دیگا۔ اور اگر وہ بُرا تھا (شرط کو دیکھئے) تو اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے کے پاس جائیگا جو چاہے تو اُس کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں بخشدے (اس کلام جناب امیر علیہ السلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک اصحاب ثلاثہ عشرہ بشرہ سے نہ تھے یعنی وہ حدیث جھوٹی ہے۔ ورنہ بصورت اُن کے قطعی بہشتی ہونے کے یہ شرط ذکر نہ فرماتے) یا درکھو مجھے اپنی عمر کی قسم ہمیں امید واثق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام میں فضائل و نصیحت خدا و رسول کے لئے کوئی انعام دے تو ہم اہلبیت کا حصہ سب سے زیادہ ہے (اس سے خلیفہ اول کی بلکہ ہر سہ خلفاء کی مشہور ترتیب افضلیت کی تردید فرمائی) جناب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب ایمان و توحید خدا کے لئے دعوت دی تو سب سے اول ہم اہل بیت ہی ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق کی اور ایمان لائے پس کچھ زمانہ ہمارے بغیر ربع مسکون زمین پر کوئی عبادت خدا کرنے والا نہ تھا۔ (پھر جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں) خدا کی قسم تم نے کسی کو نہ دیکھا نہ سُنا ہوگا کہ ان اہل بیت سے زیادہ خدا و رسول کی راہ میں ناصح اور مقامات خوف میں تکالیف و مصائب پر زیادہ صابر ہوں ؞

(ب) پھر فرمایا جو تو میرا خلفاء ثلاثہ کو مکروہ و ناپسند سمجھنے اور اُن سے پہلو تہی کرنے اور اُن پر حسد کرنے اور بغاوت کرنے کا ذکر کرتا ہے۔ پس بغاوت تو خدا بنائے دے ہرگز نہیں ہوئی۔ لیکن اُن کو ناپسند سمجھنا یا اُن سے کراہت کرنا تو خدا کی قسم اس کے لئے میں لوگوں کے سامنے کوئی عذر پیش کرنا نہیں چاہتا (یعنی یہ صحیح ہے)

یہ خط و کتابت کیسے زمانہ میں ہوئی؟ جاننا چاہئیے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر بعد وفات سرور کائنات جو جو مظالم ہر زمانہ میں ہوتے رہے

اور جن کٹھن منزلوں کو انہیں طے کرنا پڑا وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ ساری دنیا کے لوگ سوا چند افراد کے بجائے اس کے کہ مطابق فرمان سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلبیت کی متابعت واطاعت کرتے ان کی مخالفت واستیصال اہل پر تل گئے۔ مگر فی الحقیقت اس سے ائمہ اہلبیت کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کی نافرمان امتوں کی نافرمانی سے اُن کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ فیاض سے فیض حاصل نہ کرنے والوں کا قصور سمجھا جاتا ہے جنہوں نے مفاد دنیا کو نجات اخروی سے مقدم سمجھکر مصدر فیض سے کنارہ اختیار کئے رکھا چنانچہ سید المرسلین وخاتم النبیین ورحمۃ للعالمین سے جنہوں نے فیض نہ پایا اور رحمت الٰہی سے محروم رہے تو یہ اُن لوگوں کا قصور ہے نہ رحمۃ للعالمین کا۔ اسی طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ظاہری خلافت کے زمانہ میں امت محمدیہ نے جو شور وشغب۔ عناد وفساد۔ جنگ وجدال کھڑا کیا کسی سے مخفی نہیں۔ آپ کے ساتھ بیعت ہو جانے کے بعد اوّل اوّل عشرہ مبشرہ کے دو مشہور فرد یعنی حضرت طلحہ وحضرت زبیر نے مخالفت ونکث بیعت کی ٹھان لی۔ اور ام المومنین بی بی عائشہ صاحبہ کو جا اُبھارا۔ بی بی صاحبہ اور دو مشہور صحابیوں کا بیعت توڑ کر مخالف ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ عوام کے لئے اس امر کی قوی دلیل تھی کہ حضرت امیر علیہ السلام کی مخالفت ہی میں فائدہ ہے ؎

ایک بڑی جماعت مسلمانوں کی ان باغیوں کے ہمراہ ہو گئی اور خلیفہ ثالث کے قتل کے قصاص کا بہانہ پیدا کر کے جنگ چھیڑ دی۔ اور اسی واقعہ قتل حضرت عثمان کے ذریعہ پہلے دو خلیفوں کی نسبت بھی جناب امیر علیہ السلام کی جانب سے بدظنی پھیلائی گئی۔ غرضیکہ ہر طرح سے لوگ مخالفت اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

جناب امیر علیہ السلام ہی کا کام تھا کہ اُس وقت بڑی حکمت و دانش مندی سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا۔ اس جنگ جمل کا خاتمہ ہوتے ہی حضرت علیؑ کے قدیمی دشمن معاویہ صاحب نے جو تاک لگائے بیٹھے تھے۔ کہ کوئی جماعت مخالف جناب امیر کی پیدا ہو جائے ایک جماعت اہل اسلام کو اسی قصاص حضرت عثمان کا بہانہ پیش کر کے جناب امیر سے لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ اور یہ بھی جتلایا جاتا رہا کہ جناب امیرالمومنین علیؑ تینوں سابق خلفاء پر حسد کرتے رہے ہیں۔ پہلے موقع نہیں پایا۔ اب تیسری دفعہ موقع پا کر خلیفہ ثالث کو قتل کرا دیا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام ہر چند قتل عثمان سے بریت ظاہر فرماتے رہے۔ مگر معاویہ کے ہاں کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اور ہر لحظہ گوناگون مکر و فریب سے اُس نے لوگوں کو بھڑکا کر بغاوت پر تیار کر لیا۔

معاویہ مکر سے حضرت علیؑ کا دلی اعتقاد لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا تھا

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید سنی شارح نہج البلاغہ نے جلد ۳ صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ مصر میں ذیل شرح کلام امیرالمومنین اقاد کما یقاد الجمل المخشوش اس طرح لکھا ہے کہ یہ کلام امیرالمومنین سے ثابت ہے اور میں نے نقیب ابی جعفر یحییٰ بن ابی زید سے پوچھا کہ حضرت علیؑ کا کیا اعتقاد تھا۔ اس نے مجھ سے یہی کلام اقاد کما یقاد الخ لکھوایا۔ پھر نقیب نے کہا معاویہ کی چال تھی کہ جناب امیر علیہ السلام سے بذریعہ خط و کتابت تحریک کر کے اُن کے دل کا حال ظاہر کرانا چاہتا تھا جو آپ ابوبکر و عمر کی نسبت (غصب حق کا) اعتقاد رکھتے تھے۔ تاکہ اُن کا مافی الضمیر ظاہر ہو جانے پر اس کو شامیوں کے سامنے پیش کر کے لوگوں کو جناب امیر کے برخلاف اشتعال دینے کا مصالحہ تیار ہو انتہی ملخصاً۔ لوگوں کے دلوں میں عرصہ سے اصحاب ثلاثہ کی محبت جما دی گئی تھی پھر تو اُن کے برخلاف ذرا سی کوئی بات ہوتی ثلاثہ کے مخالف بیساختہ لوگ ٹوٹ پڑتے تھے کہ ایسے حضرات کے برخلاف کچھ کہنے والا واجب القتل ہے جیسا کہ آج کل کے

زمانہ میں صحیح واقعات ثلاثہ کے بیان کرنے پر باوجود آزادی وبُعدِ عہد سنی صاحبان شیعوں کے برخلاف بھڑک اُٹھتے ہیں۔ پس ویسے زمانہ اور ویسے حالات میں معاویہ صاحب نے مذکورہ بالا خط تحریر کیا جس سے مفصلہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

نتائج خطِ معاویہ (۱) اس خط وکتابت مابین جناب امیر علیہ السلام و معاویہ کے زیادہ تر راوی سنی ہیں۔ اور انہی کی کتب سے منقول ہے۔ اگرچہ معمولی الفاظ کا روایات میں فرق ہو مگر مضمون و مقصود واحد ہے۔

(۲) بہ قانون مسلّم اہل تسنن الصحابۃ کلھم عدول معاویہ صاحب صحابی رسول مقبول صلعم عادل گواہ ہیں۔ خط مرقومہ بالا میں اُن کی حتمی شہادت واقعہ موجود ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو خلافت ثلاثہ سخت ناگوار معلوم ہوتی رہی۔ اور آپ اُسے نہایت کراہت اور غضب وغصہ کی نظر سے دیکھتے رہے۔

(۳) ثلاثہ کی بیعت سے حضرت امیرؑ پہلو تہی فرماتے رہے۔ اور اگر بالفرض جناب نے ثلاثہ کی بیعت کی بھی ہو تو یہ بیعت ایسے جبر واکراہ سے کرائی گئی جیسے باردار اونٹ کو مہار سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ یہ بیعت بطیب خاطر و تصدیق حقانیت خلافت ثلاثہ نہیں ہوئی۔

(۴) جو کتب عقائد سنیہ میں یہ الفاظ مروج ہیں افضل الناس بعد النبی ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ان الفاظ کی بنیاد سب سے اوّل معاویہ صاحب نے رکھی ہے۔ جس پر معاویہ خیل آج تک پابند ہیں۔

نتائج خط جناب امیرؑ (۱) معاویہ کے خط کے جواب میں جناب امیرؑ کو ایسی دانشمندی و فراست سے جواب دینے کی ضرورت تھی۔ جس سے معاویہ کی وہ غرض پوری نہ ہو سکے جس کے لئے وہ بار بار خلیفہ اوّل وثانی کا ذکر چھیڑ دیتا تھا۔ اور لوگوں کو بھڑکانے کا موقعہ تلاش کرتا تھا۔

(۲) جناب امیر علیہ السلام نے ترتیب مشہور پر فضیلت خلفائے ثلاثہ کو تسلیم نہیں فرمایا۔ بلکہ معاویہ کی مزعومہ معتقدہ فضیلت قرار دی ہے۔ اور نرم الفاظ میں ساتھ ہی اُس کی تردید فرما دی ہے +

(۳) جناب امیر علیہ السلام لقب صدیق وفاروق خلیفہ اوّل وثانی کے لئے معاویہ کا مزعومہ خیال سمجھتے تھے۔ آپ نے خط مرقومہ بالا میں اس خیال کی بڑی تردید فرمادی ہے اس طرح کہ سب سے اوّل نبی صلعم کی تصدیق کرنے والے ہم اہلبیت ہیں۔ اور جو شخص اہلبیت رسالت کے حقوق کی نگہداشت نہ کرے۔ اور اُن کے دشمنوں سے بزاری اختیار نہ کرے وہ صدیق اور فاروق نہیں ہو سکتا +

(۴) جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک شیخین کا اسلام میں درجہ بڑا ہونا یا اُن کا قابل رحمت الٰہی یا مستحق جزا ہونا مسلم نہیں۔ بلکہ مشکوک ومشروط ہے یا اس کا معنے یہ ہے کہ دونوں کا مرتبہ بلحاظ مسلمانوں کے بادشاہ ہونے کے عوام اہل اسلام میں بڑا ہے۔ اُن کے دلوں میں دونوں کی وقعت وقدر ہے نہ یہ کہ خدا کے نزدیک+ اور اُن کے وجود سے اسلام میں زخم پہنچنا اُن کی تعریف ومدح نہیں ہے۔ بلکہ ہجو ملیح ہے۔ اس سے زیادہ صریح ہجو لکھنے پر معاویہ کا مطلب شامیوں کا پہلے سے زیادہ بھڑک جانے کا پورا ہوتا تھا۔ حالانکہ اُس وقت مطلوب فتنہ وفساد کا فرو کرنا تھا +

(۵) جناب امیر علیہ السلام کا تمام صحابہ پر افضل ہونا اس خط سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ کہ آپ اس کے مدعی تھے +

(۶) جناب امیرؑ کے خط میں اِنْ شرطیہ عقد الفرید ابن عبد ربہ سنی میں اور اصل نہج البلاغہ کے دوسرے خط مندرجہ ذیل میں موجود ہے جس کا مطلب صاف نکلتا ہے کہ اگر وہ دونوں ابوبکر وعمر ایسے ایسے تھے تو خدا اُن پر رحم کرے۔ اور اگر

وہ اپنا کوئی اچھا عمل رکھتے تھے تو خدا اُس کی اُنہیں جزاء دے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ ایسے ایسے نہ تھے تو رحمت کے مستحق اور کوئی اچھا عمل نہ رکھتے تھے۔ تو اس کی جزا کے حقدار نہ تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اسلام کو ان سے زخم پہنچا ہے اس سے مخاطب لوگوں نے سمجھا کہ ان کی وفات سے نقصان پہنچا ہے۔ اور بلحاظ سیاق و سباق اس خط اور باقی مکاتیب و احادیث حضرت امیرؑ کے آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ان ہر دو کے وجود سے اسلام کو زخم اور نقصان پہنچا ہے۔

(ب) مکتوب ثانی جناب امیرؑ جو مکتوب مذکورہ بالا کا مؤید و مبین بلکہ اُسی کا حصہ ہے جو نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰ مطبوعہ ایران میں موجود ہے۔ اس خط کے سرنامہ پر سید رضیؒ تحریر فرماتے ہیں ہو من محاسن الکتب یعنی یہ خطوط میں سے خوب تر خط ہے وزعمت ان افضل الناس فی الاسلام فلان و فلان فذکرت امرا ان تم اعتزلک کلہ وان نقص لم یلحقک ثلمہ وما انت والفاضل و المفضول والسائس والمسوس وما للطلقاء والتمییز بین المہاجرین الاولین وترتیب درجاتہم وتعریف طبقاتہم (ثم قال) ومنا النبی ومنکم المکذب ومنا اسد اللہ ومنکم اسد الاحلاف ومنا سیدا شباب اہل الجنۃ و منکم صبیۃ النار ومنا خیر نساء العالمین ومنکم حمالۃ الحطب (ثم قال) فنحن مرۃ اولی بالقرابۃ وتارۃ اولی بالطاعۃ (ثم قال) وزعمت انی لکل الخلفاء حسدت وعلی کلہم بغیت فان یکن ذلک کذلک فلیس الجنایۃ علیک الخ (ثم قال) وقلت انی کنت اقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتی ابایع ولعمر اللہ لقد اردت ان تذم فمدحت وان تفضح فافتضحت وما علی المسلم من غضاضۃ فی ان یکون مظلوما لم یکن شاکا فی دینہ ولا مرتابا بیقینہ وہذہ حجتی الی غیرک قصدہا ولکنی اطلقت لک منہا بقدر ما سنح من ذکرہا۔

ترجمہ۔ اے معاویہ تم نے گمان کر رکھا ہے کہ افضل الناس اسلام میں فلان اور فلان (ابوبکر و عمر) ہیں۔ پس تونے ایک ایسے امر کا ذکر کیا ہے کہ اگر وہ تمام صحیح ہو تو تمہیں اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر یہ غلط ہے تو اسمیں رخنہ پڑ جانے سے تیرا کوئی نقصان نہیں۔ تجھے فاضل اور مفضول اور حاکم و محکوم کی بحث سے کیا تعلق ہے۔ طاقا (قید سے آزاد ہونے والوں) کو کیا حق ہے کہ وہ مہاجرین اولین کے درمیان سلسلہ تمیز قائم کریں۔ اور اُن کے درجات کو ترتیب دیں یا اُنکے طبقات مختلفہ کی شناسائی کے مدعی ہوں۔ اور ہم میں سے نبی صلعم ہیں۔ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔ ہم میں سے شیر خدا ہیں۔ تم میں سے مخالفوں حلیفوں کے شیر ہیں۔ (ابوسفیان پدر معاویہ نے احزاب سے قسمیہ وعدہ کیا تھا کہ وہ رسول خدا صلعم سے جنگ قائم رکھیگا۔ اس لئے اُس کو اسد الاحلاف کہا جاتا تھا) اور ہم میں سے دو سردار جوانان بہشت ہیں۔ تم میں سے دوزخی لڑکی۔ بہترین نساء عالم ہم میں سے (حضرت فاطمہؑ) اور حمالۃ الحطب تم میں سے ہے (اور فرمایا) پس قرابت کے لحاظ سے سمجھو تو ہم جناب رسول اللہ صلعم کے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔ اور اطاعت خدا و رسول کے اعتبار سے سمجھو تو بھی ہم دوسروں سے اولیٰ ہیں (پھر فرمایا) تیرا گمان ہے کہ میں نے پہلے خلفاء پر حسد کیا اور سب پر بغاوت کی۔ اگر اسی طرح بھی ہے تو تجھ سے اس کی باز پرس نہ ہوگی (پھر فرمایا) تو جو کہتا ہے کہ مجھے بیعت خلفاء کے لئے اس طرح کھینچکر لایا گیا جیسے باردار اونٹ کو نکیل ڈالکر کھینچا جاتا ہے۔ خدا کی قسم اس سے تم نے میری مذمت کا ارادہ کیا۔ مگر درحقیقت تم نے میری تعریف کی ہے (اور تعریف وہی ہے جس کی شہادت دشمن بھی دے اُٹھے) اور تم نے ارادہ کیا کہ مجھے رسوا کرے۔ مگر اس سے تو خود رسوا ہوا (اس لئے کہ تم نے ثمانہ کی حمایت و معاونت میں ہم سے یہ برتاؤ کیا) کیونکہ مسلمان کی اس میں کوئی ذلت نہیں کہ وہ مظلوم ہو جب تک کہ وہ

اپنے دین میں شک کرنے والا نہ ہو(بلکہ مذمت و شکایت و ہلاکت سب ظالم کی ہوتی ہے ان کلمات سے جناب امیرؑ نے صاف طور پر بیان فرما دیا ہے کہ حضرات ثلاثہ اور اُن کے حامی ان بیعت لینے میں ظالم اور جناب امیرؑ مظلوم تھے۔ اس کے بعد فرمایا) اس حجت سے میرا اشارہ تیرے سوا اوروں کی طرف ہے (جو تو جانتا ہے یعنی ثلاثہ) لیکن اس قصہ کا جس قدر ذکر چلا ہے میں نے بھی حسب ضرورت تیرے لئے ذکر کر دیا ہے۔

نتیجہ:۔ اس خط سے وہی نتائج پیدا ہوتے ہیں جو اوپر کے خط میں مذکور ہوئے ہیں۔ علاوہ بریں اس خط سے مذاق خطوط جناب امیر علیہ السلام اور اُنکے اعتقادات بحق ثلاثہ کا مبصرین کو پتہ چل سکتا ہے۔

طرز استدلال نمبر۳ کتاب نہج البلاغہ مصری صفحہ ۳۲۵ میں ہے ومن کلام له علیه السلام لعمر بن الخطاب وقد استشاره فی غزوة الفارس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة الخ

(ب) قد شاوره عمر فی الخروج الی غزوة الروم بنفسه الخ نہج البلاغہ ص ۳۰۹، ۳۱۰)

شیعہ صاحبان انصاف سے جواب دیں۔ اور ان کے کامل ایماندار ہونے کا یقین کریں۔ دیکھو حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۰ و ۲۱ وتحفہ اثنا عشریہ ص ۲۱۶

ابطال استدلال جنگ فارس اور روم میں جناب امیر علیہ السلام کا حضرت عمر کو مشورہ دینا نہج البلاغہ میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب امیر نے فرمایا دین اسلام کی نصرت اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ جب مسلمان تھوڑے سے تھے اور مخالفین کو خود نہیں روک سکتے تھے اُس وقت بھی اُسی پروردگار عالم نے مدد دی اور وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرتا۔ وہی حامی ہے اے عمر تم خود دشمن کے مقابلہ میں گئے تو مصیبت اور حادثہ میں پڑو گے۔ پھر (جب بادشاہ مفرور اور

مغلوب ہوگا) اس دور و دراز مسافت میں مسلمانوں کے لئے شر دشمن کے وقت کوئی مرجع یعنی بازگشت کی جگہ نہ رہے گی۔ اور فوج تتر بتر ہو جائیگی۔ اس لئے دشمنوں کے مقابلہ میں کسی تجربہ کار جنگ آزما کو بھیجدو (معلوم ہوا خلیفہ صاحب خود بدولت جنگ آزما نہ تھے) اگر فتح ہوئی تو بہتر ورنہ مسلمانوں کے لئے تم انکے پیچھے اطمینان قلب اور مدد بھیجنے کے لئے جائے پناہ رہوگے۔ یعنی اس طرح نظام سلطنت قائم رہنے سے مسلمانوں کا رعب قائم رہیگا۔ اور بصورت دیگر نئی سلطنت قائم ہونے تک خلل اور تزلزل پیدا ہوگا۔ جو اثنار جنگ میں نہایت مضر ثابت ہوگا (خلاصہ ترجمہ نہج البلاغہ)

(ب) جناب امیرؑ نے یہ فرمایا کہ خلیفہ ثانی بذات خود جنگ میں تشریف نہ لیجائیں کیونکہ زمانہ نبی صلعم میں خلیفہ صاحب کی جنگ اُحد و جنگ حنین و جنگ خیبر وغیرہ میں چند بار آزمائش ہو چکی تھی۔ ہر دفعہ وہ بھاگ جاتے رہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی وہ بزدل کرتے رہے۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان فرار خلفاء ثلاثہ جلد ا صفحہ ۵۳ ۴ و ۴ ۵ ۴۔ لہذا اُن کے اصالتاً جانے سے ہزیمت و شکست کی امید غالب تھی۔ جیت کا گمان تک نہ تھا۔ آپ نے اہل اسلام اور حوزۂ اسلام کی خیرخواہی اور حفاظت کے لئے فرمایا کہ تو جاکر اسلام کا ستیاناس کریگا مخالفین سے مغلوب ہوگا۔ اور دوسروں کو بد دل کرے گا۔ اس سے دوسرے مسلمان بھی تمہارے پیچھے واپس ہو آئیں گے جس سے اسلامی سلطنت درہم برہم ہوجائیگی۔ اسلام کا خدا تعالیٰ مددگار ہے تیری مدد کا محتاج نہیں۔ یہ مشورہ کسی طرح حضرت عمر کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بصورت عداوت حضرت علی علیہ السلام ایسا مشورہ دیتے جس سے عمر صاحب راہی ملک عدم ہو جاتے اس لئے مردود ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام معاذ اللہ دغاباز نہ تھے

فی المشورۃ، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ رقم ۱۶۴۱، جلد ۴

دیکھو نہج البلاغہ صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ ایران جناب امیرؑ معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں واللہ ما معاویۃ بادھی منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراھۃ الغدر لکنت من ادھی الناس ولکن کل غدرۃ فجرۃ وکل فجرۃ کفرۃ الخ ترجمہ خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں لیکن وہ مکر وفریب کرتا ہے۔ اور اگر میں فریب اور دغا بازی کو ناپسند نہ کرتا تو میں بھی تم لوگوں سے زیادہ ہوشیار سمجھا جاتا۔ لیکن ہر دغا بازی فسق وفجور اور کفران ہے۔

(ج) مشورہ دینے کے واسطے جناب رسول اکرم صلعم کا حکم ہے المستشار موتمن اور دوسری روایت میں ہے واشار علیہ بغیر رشدہ او یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ دیکھو سنیوں کی کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۸۴ و ۱۶۵- باسانید کثیرہ۔ ترجمہ:- جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ غلط اور مضر مشورہ دینے سے ارتکاب خیانت در امانت لازم آتا ہے (جس سے معصوم ہر حالت میں مجتنب رہتا ہے)

(د) حاجی کربلائی جناب مرزا احمد علی صاحب لاہوری میزان المقال صفحہ ۴۴ میں فتح الباری شرح البخاری صفحہ ۴۲ سے نقل فرماتے ہیں التقیید بالمسلم للاغلب والا فالنصح للکافرین معتبر بان یدعی الی الاسلام ویشار علیہ بالصواب اذا استشار یعنی مسلمان کو نیک مشورہ دینے کی قید باعتبار اکثر کے ہے ورنہ کافروں کو نصیحت کرنی اور دعوت اسلام دینی اور اگر وہ مشورہ لیں تو اچھا مشورہ دینا شریعت میں مشروع ہے۔ انتہی۔ اس کا مؤید حضرت یوسفؑ کا قصہ ہے جبکہ آپ نے کافر بادشاہ مصر کو نیک مشورہ دیا تھا جو قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس جب کافروں کو نیک مشورہ دینا مشروع ہے۔ تو حضرت عمر جیسے مسلمان کو نیک مشورہ دینے میں کیا حرج تھا جس میں فی الحقیقت اہل اسلام کی خیر خواہی منظور تھی۔

طرز استدلال نمبر۴ کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۳۰۲ مصری میں حضرت علیؑ سے بایں طور تعریف حضرت عثمان کی سطور ہے ما اعرف شیئًا یجھلہ ولا ادلک علی شیء لا تعرفہ انک لتعلم الخ شیعہ صاحبان ذرا انصاف سے جواب دیں کہ اس سے کس قدر فضیلت حضرت عثمان کی ظاہر ہوئی اور کسقدر تعلق رشتہ داری کا آنحضور علیہ السلام سے اُن کا ہوا۔ اور کیسے الفاظ سے حضرت ذوالنورین کی مساوات علم و رشتہ دامادی میں حضرت علیؑ کے ہوئی۔ دیکھو حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۶ و ۲۷ و بدر الدجےٰ صفحہ ۴۴ و دیگر کتب مناظرہ سنیہ +

ابطال استدلال (ل) یہ سفارت نامہ کتب سنیوں سے منقول ہے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۵۸۔ پس ایسی عبارتیں بلا تائید و تنقید اسانید صحیحہ کتب شیعہ کے ہمارے برخلاف حجت نہیں ہیں

(ب) بفرض تسلیم سفارت وکالت ہے۔ وکیل موکل کی طرف سے لفظ بلفظ ادا کرنے کا امین ہوتا ہے نہ یہ کہ بوقت وکالت وہ اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے لہذا اس سفارت سے جناب امیر کا اپنا اعتقاد بحق حضرت عثمان ثابت نہیں ہوتا خصوصًا جبکہ بیشمار احادیث واقوال ہیں جناب امیرؑ نے حضرتِ عثمان کے برخلاف اپنے اعتقادات ظاہر فرمائے ہیں۔ دیکھو حوالہ جات منسلکہ طرز استدلال نمبر ۵۔ جن میں جناب امیر کی ثلاثہ پر ناراضگی ثابت ہے + نیز دیکھو طرز استدلال نمبر ۱۸

(ج) سفارت کے ثبوت میں الفاظ سفارت خود شاہد ہیں۔ دیکھو ان الناس ورائی وقد استسفرونی بینک وبینہم یعنی لوگ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور اُنھوں نے اپنے اور تیرے درمیان مجھے سفیر (وکیل) مقرر کیا ہے +

(د) قولہ ما اعرف شیئًا یجھلہ سے مطلق مساواتِ علم جناب امیر بعلم

حضرت عثمان ہرگز مراد نہیں ہے۔ میں اس کو اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ علامہ ابن ابی الحدید سنی کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔ موصوف شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۸۴ میں لکھتے ہیں واقسم علیٰ ذالک انہ لا یعلم ماذا یقول لہ لانہ لا یعرف امراً یجہلہ ای من ہذہ الاحداث خاصۃ وہذا حق لان علیاً لم یکن یعلم منہا ما یجہلہ عثمان یعنی جناب امیرؑ نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں جانتے جس کو حضرت عثمان نہ جانتے ہوں۔ اس سے مراد بالخصوص وہ بدعات ہیں جو حضرت عثمان کے وقت رواج پا گئیں۔ ان میں سے کوئی ایسی نہیں تھی جس کو حضرت علی المرتضیٰؑ جانتے ہوں اور حضرت عثمان اس سے ناواقف ہوں۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ انتہیٰ۔ بیشک جو بدعات کے رواج دینے والا تھا اس سے زیادہ دوسرے کسی کو ان بدعات کا کیا حال معلوم ہو سکتا تھا

(۵) اور یہ جو فرمایا کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہی تم نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول صلعم کی مصاحبت کی ویسے تم نے بھی کی۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ان سنن نبویہ کو جن کو تم نے متغیر کر دیا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے تم نے بھی سنا۔ مگر تم نے عمداً ان کے برخلاف بدعات و احداث کو رواج دیا۔ اس بارہ میں ہم تجھے کیا سمجھائیں تو سب کچھ جان بوجھکر خلاف شرع کر رہا ہے۔ پس اس سے حضرت عثمان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ان کی ہجو ملیح ہے۔ مزید تفصیل بدعات حضرت عثمان کی فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو۔ اس میں بحوالہ کتب سنیہ الامامت والسیاست صفحہ ۳۰ و تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۷ و صواعق محرقہ مصری صفحہ ۶۹ و تاریخ کامل مصری حاشیہ صفحہ ۸۰ و تاریخ طبری مصری جلد ۵ صفحہ ۱۲۷ بدعات حضرت عثمان کا مفصل ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے مروان و ولید جیسے اپنے شریر رشتہ داروں کو مسلمانوں کا سردار مقرر کیا اور انہوں نے اسلام کی ہر حد کو توڑا۔ مسلمانوں کے حقوق ضائع کئے

اور حضرت عثمان نے مقرب صحابیوں کو اپنے فاسق وفاجر رشتہ داروں کی جنبہ داری میں پٹوایا اور جلا وطن کیا - بیت المال کو بیجا خرچ کیا صحابہ نے اُس کے افعال خلاف شرع کی ایک مستقل کتاب لکھی تھی - پس ایسے صاحب کے علم شرعی کو علم باب[1] مدینۃ العلم سے کیا نسبت ہوسکتی ہے - موازنہ کے لئے فلک النجاۃ فصل ایمان وعلم حضرت عثمان ملاحظہ ہو انہیں ایسے برخلاف کتب سنیہ سے بقول حضرت عائشہ و مہاجرین ان کا کفر ثابت ہے

(۹) دامادی حضرت عثمان کی بابت مفصل مضمون امیر عثمان کی دامادی رسول پر ایک نظر کتاب فلک النجاۃ جلد اول صفحہ ۴۶۷ میں ملاحظہ ہو - نیز دیکھو طرز استدلال نمبر ۳ - اور مختصراً یہ یاد رہے کہ جس اصطلاح سے دختران ربیبہ نبی کو دختران رسول کہا جاسکتا ہے اسی اصطلاح سے حضرت عثمان کو داماد بھی کہا جاسکتا ہے ﴿

طرز استدلال نمبر ۵ } کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۱۸۲ پر ہے للہ بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد خلف الفتنۃ واقام السُّنۃ ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ لا یھتدی فیھا الضال ولا یستیقن المھتدی ترجمہ:- انعام کرے خدا فلانے پر البتہ اُس نے کجی کو سیدھا کیا اور ستون کی اصلاح کی - اور سنت کو کھڑا کیا اور بدعت کو پیچھے ڈالا - پاکدامن اور کم عیب گیا - پائی اُس نے خوبی خلافت کی - اور آگے گیا فساد خلافت سے - ادا کی خدا کی طرف بندگی اُس کی اور پرہیزگاری کی جیسے کہ چاہئے کوچ کیا اور چھوڑ گیا راہوں پیچ در پیچ کو - کہ اُن میں گمراہ راستہ نہیں پاتا - اور راہ پانے والا یقین کرتا ہے (بدر الدجیٰ صفحہ ۳۴ و ۳۵ بعینہ) پس صرف یہ ایک ہی قول جناب امیر کا قوت ایمان حضرت شیخین کے لئے کافی ہے - بدر الدجیٰ صفحہ ۳۵ بعینہ ﴿

[1] حضرت علیؑ بالاتفاق سب صحابہ سے اعلم اور تمام کے مشکلات میں مرجع تھے عمر صاحب جیسے کہتے تھے لولا علی لھلک [illegible]

ابطال استدلال

(ا) یہ کلام جناب امیرؑ کا باسناد کتب شیعہ میں میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس لئے بلا تنقید و ثبوت اسناد امامیہ برخلاف احادیث کثیرہ مشہورہ یہ قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطبہ سنیوں کی کتابوں سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ علامہ ابن اثیر اپنی کتاب نہایہ میں بذیل لغت عمد تحریر فرماتے ہیں ومنہ حدیث علی علیہ السلام للہ بلاد فلان فلقد قوم الاود وداوی العمد الخ آخر خطبہ تک بعینہٖ مثل نہج البلاغہ مرقوم ہے علامہ ابن اثیر سنیوں کا ایک مشہور مسلّم محدّث ہے اُس کا اس خطبہ کو درج کرنا سنیوں کی نزدیک صحیح ہونے کی کافی دلیل ہے۔

(ب) اوّلاً سنیوں کی کتابوں سے منقول ہونے اور باسناد شیعہ نہ ملنے کی وجہ سے یہ خطبہ حجت نہیں۔ اور ثانیاً لفظ فلان میں چند احتمالات ہیں کسی نے اس سے ابوبکر صاحب مراد لئے ہیں۔ اور کسی نے حضرت عمرؓ۔ اور ملّا فتح اللہ کاشانی نے حسب مفاد ظاہری الفاظ مدح کے اس سے محمد بن ابی بکر مراد لئے ہیں۔ کسی روایت میں اس خطبہ کے اندر کسی کے نام کی تصریح مروی نہیں۔ لہٰذا جہاں احتمال ہو وہاں استدلال نہیں ہوسکتا۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اگر لفظ ابوبکر یا عمر بصراحت خطبہ میں مروی ہوتا اور بقول بعض مخالفین سید رضیؒ نے نہیں لکھا تھا تو علامہ ابن اثیر سنّی اپنی کتاب میں ضرور تصریح کر دیتا مگر نہیں کی۔ جس سے سید رضیؒ کا نہج البلاغہ کو بادیانت لکھنا ثابت ہوتا ہے۔

(ج) بفرض تسلیم اس کلام کا معنے بتطبیق دیگر احادیث کثیرہ متواترہ وہی صحیح ہے جو ہم بیان کریں گے۔ کیونکہ جناب امیرؑ نے کبھی دو متضاد اقوال

نہیں فرمائے۔ اور اس صورت میں کہ یہ خطبہ مدح حضرت عمر پر محمول ہو باقی خطبات و کلمات جناب امیر کے مخالف و متضاد ہو جاتا ہے۔ نہج البلاغہ میں جناب امیر کے سب کلمات متعلق شیخین متضمن مذمت ہر دو کے ہونے کے ثبوت میں ہم سنیوں کی معتبر کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کتاب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون مصنفہ مصطفے بن عبداللہ قسطنطینی کی جلد دوم ص۶۶۲ باب النون لفظ نہج البلاغہ کے بیان میں لکھا ہے قال الذھبی فی میزان الاعتدال ومن طالع کتاب نہج البلاغۃ جزم بانہ مکذوب علی امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فان فیہ السب الصریح والحط علی السیدین ابی بکر وعمر انتہٰی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں جس نے نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا وہ یقین کرلیگا کہ یہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بنایا گیا ہے کیونکہ اس میں شیخین ابی بکر و عمر کی صریح مذمت اور گالی مذکور ہیں۔ جب بفرمان علامہ ذہبی نہج البلاغہ میں حضرت ابوبکر پر ظاہر گالیاں اور اس میں اُن کی صریح مذمت موجود ہے تو ایسی حالت میں خطبہ مندرجہ عنوان یا کسی اور خطبہ میں شیخین کی مدح کس طرح تسلیم کیجا سکتی ہے۔ کسی معمولی سمجھ کے آدمی کا کلام بھی اس قدر متناقض نہیں ہوتا کہ ایک جگہ ایک ہی شخص کی مدح بیان کرے اور دوسری جگہ اُسکو صریح گالیاں دے۔ چہ جائیکہ ایسے فصیح و بلیغ کا کلام ہو کہ اُس کا کلام متکلم کی جلالتِ شان کا گواہ ہو۔ اُس میں کبھی ایسا اختلاف و تناقض نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ نہج البلاغہ میں ہر جگہ شیخین کی مذمت مفہوم ہوتی ہے۔ نہ مدح۔ تحقیقی طور پر اس خطبہ کا یہ معنے ہوگا:۔

(۱) اُس کی بھلائی ہے جس نے کجی کو سیدھا کیا یعنے بہ نسبت خلیفہ ثالث باغیوں کی کجی کو سیدھا کیا۔ یا تقویم کا معنے مضبوط کرنے کا ہے یعنی کجی (غصب حقوق

آل محمد وغیرہ) کو اس نے مضبوط کیا۔ اس اعتبار سے بھلائی کے لفظ سے مراد تخجیل و تذلیل مشار الیہ کی مقصود ہے۔ جیسے بطور انکار ایسے محاورت استعمال ہوتے ہیں +

(۲) فتنہ پردازوں کے امراض کا علاج کیا یعنی بہ نسبت خلیفہ ثالث نظام سلطنت کو قائم رکھا۔ اور فتنہ پیدا نہ ہونے دیا۔ اور ستون سلطنت کو کھڑا کیا۔ یا ستون کجی کو کھڑا کیا۔ یعنی اُسے مضبوط کیا +

(۳) اُس نے اپنا جانشین فتنہ کو کیا جس سے مراد خلیفہ ثالث ہے۔ یا نظام سلطنت اس کے ہاتھ میں اچھا تھا۔ اور پیچھے فتنہ و فساد کو چھوڑا +

(۴) سنّت خود ساختہ کو قائم کیا۔ سنتِ نبویہ مراد نہیں بلکہ سنتِ سیّئہ مراد ہے جو فی الحقیقت بدعت اور فتنہ ہے۔ یعنی اپنا ایک طریقہ قائم کیا +

(۵) اچھے لباس سے گیا۔ یعنی اُس کی ظاہری حالت بہ نسبت خلیفہ ثالث اچھی رہی۔ نہ یہ کہ اُس کا باطن بھی صاف تھا۔ ورنہ اچھے کپڑوں کا ذکر نہ ہوتا بلکہ مذہب تقیاً نقیاً وغیرہ الفاظ ہوتے +

(۶) خلیفہ ثالث کی نسبت کم عیب رکھتا تھا۔ نہ یہ کہ بے عیب تھا۔ اسی کلمہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خطبہ بصورت تسلیم جناب امیرؑ نے تعریف خلیفہ ثالث کے موقعہ پر فرمایا ہے۔ کیونکہ قلیل العیب ایک نسبت ہے جس سے متکلم کو موازنہ کسی کا مقصود ہوتا ہے +

(۷) سلطنت کے امن کو یا اپنی بادشاہت کے مال و متاع کو پایا +

(۸) فتنہ و فساد و شر سلطنت سے پہلے گذر گیا یعنے فوت ہو گیا +

(۹) اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق اُس نے خدا کی طاعت کی جیسا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم اذان میں بڑھایا۔ تراویح کی جماعت کو رواج دیا۔

متعۃ الحج و متعۃ النساء کو بند کیا وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) بہت احداث و بدعات جاری کرنے میں خلیفہ ثالث کی نسبت بچتا رہا۔ چنانچہ لفظ قلیل العیب بھی اس کا مؤید ہے۔

(۱۱) اس نے لوگوں کو پیچ در پیچ راہوں میں پریشانی کی حالت میں چھوڑا جس کے باعث کوئی گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہدایت یافتہ کو اطمینان ہو سکتا ہے یعنی دین کی حالت کو ایسا خراب کر گیا کہ متلاشی حق کو اس کے قائم کردہ آثار سے ہدایت نہیں ہو سکتی۔ اور حق کو باطل سے ایسا مخلوط و مشتبہ کر گیا جس سے ہدایت یافتہ بھی مضطرب ہو جاتا ہے۔

(۱۲) مولف بدر الدجےٰ نے خیانت مجرمانہ سے بجائے لایستیقن المھتدی بترک لا نافیہ یستیقن لکھا ہے۔ اور معنیٰ میں بھی بر خلاف دیانت فاش غلطی کی ہے۔ اصل نہج البلاغہ میں لایستیقن المھتدی موجود ہے۔ جس کے معنے ہیں ہدایت یافتہ کو بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ ان آخری کلمات سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے چھ کس کے درمیان شوریٰ قائم کرنے اور اس میں نہایت گہری چالیں برتنے اور حق کے قلع و قمع کرنے کی تجاویز کرنے سے مسلمانوں کی حالت کو خراب کیا ہے۔ اور ان آخری فقرات میں جناب امیرؑ نے کچھ صراحت سے مذمت فرمائی تا کہ اس سیاق سے سباق کے معنے صحیح لینے میں غلطی واقعہ نہ ہو اور اہل بصیرت اس سے مذمت خلیفہ ثانی کو معلوم کر سکیں۔

اقسام بدعت } اقام السنۃ کے جو ہم نے معنے کئے ہیں اُن کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر بدعت کے رواج دینے کو بہت پسند کرتے تھے۔ جیسے جماعت تراویح کو رواج دیتے ہوئے فرمایا نعمت البدعۃ ھذہٖ دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۱ باب قیام شہر رمضان فصل ثالث بروایت بخاری۔

اور علماء اہل تسنن محبین ثلاثہ و مروجین بدعات حضرت عمر بتقلید اپنے امام کے وجوب عمل بدعات کے قائل ہیں دیکھو مجمع البحار کتاب لغت حدیث اہل تسنن صفحہ ۸۱ لغت ب د ع کل بدعۃ ضلالۃ خص منہ ما ھو واجب کنظم ادلۃ المتکلمین او مندوب کتصنیف کتب العلم وبناء المدارس والتراویح ومباح کالبسط فی انواع الاطعمۃ ٭ ترجمہ:- حدیث ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے سے وہ بدعات مستثنیٰ ہیں جن میں سے بعض واجب ہیں مثل مرتب کرنے دلائل مناظرین کے۔ اور بعض مستحب ہیں جیسے علمی کتابوں کا تصنیف کرنا۔ اور مدارس کا بنانا۔ اور تراویح کا پڑھنا ہے۔ اور بعض مباح ہیں جیسے کھانے کے مختلف اقسام کا ایک دسترخوان پر جمع کرنا۔ انتہٰی ٭

نتیجہ:- خطبہ مندرجہ عنوان سے جو مدح حضرت عمر کی معلوم ہوتی ہے اُس سے حضرت عثمان کی تعریض مطلوب ہے جس میں تقابل افعال خلیفہ ثالث و خلیفہ دوم مقصود ہے۔ اس میں خلیفہ دوم کی ہجو ملیح موجود ہے۔ اور خلیفہ ثالث کی بصورت تعریض مذمت مذکور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بجز مخصوص بندگان خدا ہر شخص غیر معصوم میں کوئی خوبی اور کوئی بُرائی ہوتی ہے اگرچہ مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً حاتم طائی کی سخاوت اور نوشیروان کی عدالت مشہور ہے۔ مگر ثمرہ اعمال اصول واعتقادات صحیحہ پر موقوف ہے اگر اعتقادات صحیح ہوں اور انسان موجبات حبط اعمال سے بچا رہے تو اُس وقت مستحق ثواب و جزاء خیر ہو سکتا ہے۔ ورنہ اسی دنیا میں اُس کو اپنے اعمال کا ثمرہ دنیوی مل جاتا ہے وماله فی الاخرۃ من خلاق یعنی آخرت میں اُس کا بہتری میں کوئی حصہ نہیں ہوتا ٭

اسی طرح جناب امیرؑ نے خلیفہ ثانی کے انتظام سلطنت کی تعریف اور اُس کے

اعمال نیک و بد کا خاکہ کھینچا ہے جس سے کوئی فضیلت دینی خلیفہ ثالث کی ثابت نہیں ہوتی۔ اہل ایمان ائمہ اہلبیت کے نام لیواؤں کو چونکہ حالاتِ زندگی ائمہ سے بصیرت حاصل ہے اور مصائب و تکالیف ائمہ طاہرین کا نقشہ اُنکی نظروں میں ہمیشہ پھر رہا ہے۔ اور یہ بھی اُن کے نزدیک نقش بر سنگ با دلہ قطعیہ ثابت ہے کہ ائمہ طاہرین ہزاروں احادیث میں ثلاثہ کی مذمت بیان کرکے اُنپر ناراض ہی رہے ہیں لہذا اُن کے نزدیک بغرض ثبوت اس کلام کے بہ تسلیم معنی مدح بھی مطلب نہایت صاف ہے کہ جناب امیرؑ نے زمانہ تقیہ میں کسی موقعہ پر مخالفین کے سامنے اسی طرح کے کلام کرنے میں مصلحت سمجھی ہوگی جسکی تردید بیشمار مقامات پر فرما دی۔ البتہ جو حالات زندگی ائمہؑ سے ناواقف اور اُنکی شان سے ناآشنا اور ظاہربین ہیں اُن کیلئے تدبر و تفکر او تطبیق دیگر احادیث سے اس قدر تعریض کی ضرورت ہے کہ حضرت امیرؑ نے بوقت اعتراض جملہ مہاجرین و انصار یہ برخلاف خلیفۂ ثالث کے فرمایا خلیفۂ ثالث نے حالت اسلام اور سلطنت اسلام کو بالکل ملیا میٹ کر دیا ہے۔ اس سے تو فلاں اگرچہ کچھ بھی نہ تھا مگر اچھا تھا کہ اُس نے باغیوں کو سر نہ اُٹھانے دیا۔ دنیاداری میں خوب منتظم تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنا خود ساختہ طریقہ بھی قائم کرلیا اور موجودہ فتنہ و فساد سے پہلے اپنی دنیاوی عزت کو بچا لیگیا۔ خلیفہ ثالث میں اُس کے برابر بھی لیاقت نہیں جو اس سے پہلے میں تھی۔ اس سے پہلا خلیفہ اس کی نسبت تھوڑے عیب رکھتا تھا مگر اُسنے بھی دین کو تو ایسا خراب کیا کہ پیچ در پیچ راہوں میں لوگوں کو ڈالدیا جن میں کوئی گمراہ ہدایت نہیں پاسکتا۔

شیعہ یہ نہیں کہتے کہ دنیا کی کوئی خوبی بھی حضرت عمر میں نہ تھی نہ وہ انتظام سلطنت جانتے تھے اور نہ بظاہر صوم و صلوٰۃ و حج وغیرہ احکام اسلامی کے قائل تھے

بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ثانی کا ظاہر اور تھا باطن اور۔ ان کے دل میں ایمان و تصدیق قلبی کی چمک نہ تھی۔ چنانچہ خطبہ بالا کے الفاظ نقی الثوب و قلیل العیب بھی اسپر دال ہیں۔ ان کے دل میں محبت رسول و اہلبیت رسول کی نہ تھی بعد وفات رسول خدا صلعم حضرت عمر نے احکام نبویہ کو تبدیل کر کے بدعات کثیرہ کا رواج دیا۔ چنانچہ آخری فقرات خطبہ بالا کے اس کے موید ہیں۔ اور خلیفہ مذکور نے اہلبیت رسول کے حقوق غصب کئے۔ اور اُن کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں جس سے رسول خدا کو بھی ایذا پہنچی۔ بایں وجہ وہ صاحب نجات نہیں پا سکتے۔ اور نہ انہیں کوئی کسی امر خیر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اُن کے اعمال بوجوہ مذکورہ حبط ہو چکے ہیں۔ کوئی خوبی بجز ایمان کامل و محبت اہل بیت فائدہ نہیں دیگی۔ جیسا کہ منافقین اور ضعیف الایمان نماز روزہ وجہاد میں شامل رہتے تھے مگر نتیجہ اس کا قرآن کریم میں دیکھئے کہ کیا وارد ہے پڑھئے آیت یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم پارہ ۲۶ رکوع ۸۔ یعنی مسلمانو! اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو اور (رسول کی مخالفت کر کے) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو (ترجمہ نذیر احمد) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ کوئی شخص ایمان کا دعوے رکھتا ہو۔ اعمال صوم و صلوٰۃ وجہاد بجا لاتا ہو مگر وہ اعمال مطابق حکم خدا و رسول نہ ہوں یا کسی اصولی اور ضروری امر میں رسولِ خدا کی مخالفت کرے۔ اُس کے اعمال اکارت (ضائع) جاتے ہیں۔ خلیفہ ثانی نے رسول خدا کے احکام کی مخالفت کے علاوہ رفع صوت عند النبی موجب حبط اعمال بھی حضور صلعم کے پاس عمل میں لایا بلکہ رسول صلعم کو اس طرح گالی دی کہ بوقت طلب قرطاس[1] کہا دعوا الرجل انہ لیھجر چھوڑ و اس شخص کو بیشک یہ کچھ بکواس کر رہا ہے۔ دیکھو سنیوں کی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین

[1] دیکھو ضمیمہ ۱ صفحہ ۱۶۱

سوانح حجۃ الاسلام امام غزالی مطبوعہ مصر صفحہ۱۱۔ پس ایسے صاحب کے حبط اعمال میں کیا شک باقی رہ سکتا ہے۔ اسی طرح جو نفوس ذریعہ نجات اور قابل تمسک بعد وفات پیغمبر خدا بحکم حدیث ثقلین مسلم الفریقین تھے اُن کی خلاف ورزی اور رسول اکرم کی نافرمانی سے مخالفین اہلبیت کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ حقیقی حجج اللہ و خلفاء رسول اللہ کی مخالفت معمولی بات نہیں بلکہ یہ آیت بالا کے مطابق اچھے عملوں کو رائیگان کر دیتی ہے۔ مثال کیلئے دیکھو قصۂ ابلیس جو مشہور و مسلم ہے کہ اُس نے عبادت و تسبیح خوانی میں فرشتوں کا درجہ حاصل کیا اور اطاعتِ خدا میں فرق آیا فقط منٹوں کا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور اپنے اجتہاد میں وہ دلیل بھی رکھتا تھا جو پیش کی۔ مگر خدا کے نزدیک وہ مقبول نہ ہوئی۔ تاہم ابلیس نے نہ کوئی دوسرا خدا مانا نہ خدا کی صفات کا انکار کیا بلکہ اُسے قادر اور غنی سمجھکر جو کچھ چاہا اُسی سے مانگا۔ عبادت یا تسبیح خوانی سے بھی انکار نہ کیا فقط ایک صاحب تفضیلت کی اُس فضیلت کا قائل نہ ہوا جو اُس کو خدا نے عطا فرمائی تھی۔ اتنی مخالفت سے اُس کی عبادت و تسبیح و تہلیل سب کچھ ضائع کر دیا گیا۔ اور اُس کا ٹھکانا دوزخ مقرر ہوا۔ لعنت دائمی اُس کے سر پر جاری رہی۔ اسی طرح ائمہ ہدیٰ حقیقی جانشینانِ رسول خدا کی مخالفت عین مخالفت خدا و رسول ہے۔ اور اس سے اچھے اعمال بھی حبط ہو جاتے ہیں۔ حضرات ثلاثہ بھی اسی صنف مخالفین میں سے تھے۔ اگر ان سے ترقی اشاعت مطلق اسلام بھی ہوئی ہو تو بغیر ایمان و شرائط تصدیق قلبی یہ اُن کو فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس حدیث کے قبیل سے ہے ان اللہ لیؤید ھٰذا الدین بالرجل الفاجر۔ دیکھو فلک النجات بحوالہ بخاری +

جن احادیث سے عبارات متنازعہ کی تطبیق کیگئی ہے اُنکے حوالجات اور بحث ثلاثہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے حقیقی اعتقادات

اب ہم اُن احادیث کتب شیعہ کی فہرست معہ حوالجات بطور نمونہ تحریر کر دیتے ہیں جن میں حضرات اصحاب ثلاثہ پر جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ اہل بیتؑ کی ناراضگی اور اُن سے نفرت اور بطلان خلافت ثلاثہ اور اُن کا جور وستم اور مخالفت شرع محمدی اور اُن کی مذمت اور جنابؑ کے اپنے مذہب حق کی توضیح صریح الفاظ میں موجود ہے جن کے ساتھ مطابقت دیتے ہوئے مکتوبات وخطبات وکلمات متنازعہ کے حقیقی معانی بآسانی سمجھ میں آسکتے ہیں اور حوالجات کتب شیعہ کے بعد مضمون بالا کی تائید ہم کتب اہل تسنن سے بھی دکھائینگے +

خطبۃ الوسیلہ کتاب روضہ کافی صفحہ ۱۳ مطبوعہ نول کشور وتفسیر صافی پارہ ۱۹ صفحہ ۲۵ بذیل آیت یوم یعض الظالم علی یدیہ میں یہ خطبہ جناب امیرؑ کا مروی ہے + تقمصہا دونی الاشقیان نازعانی فی ما لیس لہما بحق ورکباھا ضلالۃً واعتقداھا جہالۃً فلبئس ما علیہ وردا (الی ان قال) غیروا اثار رسول اللہ صلعم ورغبوا عن احکامہ وبعدوا من انوارہ واستبدلوا مستخلفہ بدلا اتخذوہ وکانوا ظلمین وزعموا ان من اختار وا من ال ابی قحافۃ اولی بمقام رسول اللہ صلعم ممن اختارہ الرسول صلعم لمقامہ وان مہاجر ال ابی قحافۃ خیر من المہاجری والانصاری الربانی ناموس ھاشم بن عبد مناف الاوان اول شہادہ زور وقعت فی الاسلام شہادتہم ان صاحبہم مستخلف رسول اللہ صلعم الخ **ترجمہ**:- جناب امیر المومنین علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں میرے سوا دو بدبختوں نے (خلیفہ اول وثانی نے) خلافت کا کرتہ پہن لیا

اور اُنہوں نے ناحق میرے ساتھ جھگڑا کیا۔ اور گمراہی سے خلافت پر سوار ہو گئے اور جہالت سے اُسے اپنی چیز سمجھ لیا۔ پس دونوں نے بڑے فعل کا ارتکاب کیا (تا اینکہ فرمایا) ان لوگوں نے آثار رسول اللہ صلعم کو بدل دیا۔ اور احکام نبوی سے منہ پھیر لیا۔ اور انوارِ نبوت سے دُور ہو گئے۔ اور جس کو جناب رسول اکرم صلعم نے اپنا خلیفہ بنایا تھا اُس کی جگہ ایک خود ساختہ خلیفہ مقرر کر لیا۔ اس کے سبب سے وہ ظالم ہو گئے۔ اُنہوں نے یہ غلط گمان کیا ہے کہ ابو قحافہ (ابوبکر کے والد) کی اولاد سے جسکو (یعنے ابوبکر کو) اُنہوں نے پسند کیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جسکو رسول خدا صلعم نے اپنا جانشین پسند فرمایا (یعنی حضرت علیؑ) اور اُنہوں نے یہ بھی غلط سمجھا ہے کہ اولاد ابی قحافہ کا مہاجر (ابوبکر) ربانی مہاجر اور انصاری ناموس ہاشم بن عبد مناف۔ (حضرت علیؑ) سے بہتر ہے۔ خبردار ہو جاؤ اسلام میں پہلی جھوٹی شہادت (بعد وفات نبی) یہ دی گئی ہے جو اُنہوں نے اپنے خود ساختہ دوست ابوبکر کو رسول اللہ صلعم کا خلیفہ پکارا ہے۔ انتہٰے ✦ مکمل خطبہ دیکھنے سے اور گُل کھلتے ہیں۔ اس کی تائید سنیوں کی کتاب الامامت والسیاست علامہ ابن قتیبہ صفحہ ۱۳ مطبوعہ مصر میں مروی ہے کہ ابوبکر صاحب نے اپنے غلام قنفذ کو جناب امیرؑ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ اُس نے پیغام دیا کہ تجھے خلیفہ رسول اللہ بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا لسریع ما کذبتم علی رسول اللہ یعنی تم لوگوں نے جلد تر رسول خدا صلعم پر یہ جھوٹ بنا لیا ہے کہ ابوبکر کو خلیفہ رسول کہہ رہے ہو ✦

(۲) الدمعۃ الساکبہ صفحہ ۱ میں بحوالہ بحار الانوار لکھا ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا واللہ ما استخلف رسول اللہ غیری یعنی خدا کی قسم میرے بغیر رسول خدا صلعم کسی کو خلیفہ نہیں بنا گئے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵ و ۲۷ میں مروی ہے کہ حضرت علیؑ ابوبکر صاحب کو مسجد قبا میں لے گئے۔ وہاں رسول خدا صلعم کی عالم دنیا میں زیارت کرائی۔ رسول خدا

صلعم نے ابوبکر صاحب کو زجر و توبیخ فرمائی۔ اور ابوبکر صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ اس عہدۂ خلافت کو جناب امیرؑ کے سپرد کردیں گے۔ اس کے بعد جب ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور یہ قصہ سُنایا حضرت عمر نے کہا یہ بنی ہاشم کی جادوگری ہے رسولخدا فوت ہوچکے ہیں۔ اب وہ کس طرح آکر یہ سوال و جواب کرتے ہیں۔ یہ سُنکر ابوبکر صاحب نے وعدہ خلافی کی۔ یہ روایت باسناد کتاب مذکور میں مروی ہے اور اُسی میں ایک اور اسناد سے روایت ہے کہ جناب امیر نے شیخین کو ایک اور معجزہ دکھایا کہ رسول خدا صلعم کا تربت پاک سے ہاتھ مبارک باہر آیا اور شیخین کو مخاطب کرکے ہر ایک کا نام لیکر اس طرح آواز آئی اکفرت یا ابا بکر و یا عمر بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سوّٰلک رجلا یعنے کیا تم کافر ہوگئے ہو؟ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ آں حضرت صلعم کے کف دست کو پہچان لیا گیا اور اُس پر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔

(۲۷) اصول کافی صفحہ ۲۶۵ کتاب الحجۃ میں جناب امام جعفر صادقؑ سے قولہ تعالیٰ ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرًا لن تقبل توبتہم کی تفسیر میں اس طرح مروی ہے فرمایا یہ آیت فلان و فلان و فلان (اصحاب ثلاثہ) کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اوّل نبی صلعم کے ساتھ ایمان لاکر پھر بوقت پیش کرنے ولایت امیر المومنین علیؑ کے کفر (انکار) کیا جبکہ نبی صلعم نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ سُنایا۔ پھر امیر المومنین سے بیعت کرکے ایمان لائے۔ پھر بعد وفات رسول اکرم صلعم کے کفر (انکار بیعت) کیا۔ پھر کفر (انکار) میں اور بڑھ گئے کہ حضرت علیؑ اور اُنکے تابعداروں سے جبر یہ بیعت لینے کی کوشش کی۔ پس یہ ایسے ہیں جن میں ایمان کا ایک ذرہ بھر نہیں رہا۔ اور اُن کی توبہ بھی مقبول نہیں۔

(۴) اصول کافی صفحہ ۲۶۵ میں حضرت امام جعفر صادق ؑ سے آیت ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ما تبین لہم الھدیٰ کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا اس آیت کے مورد صحابہ ثلاثہ ہیں کہ یہ لوگ ترک ولایت امیر المومنین علیؑ کرکے ایمان سے پھر گئے۔ پھر آیت کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر کو امام صادق علیہ السلام نے شیخین اور ان کے تابعداروں کے حق میں بیان فرمایا۔

(۵) نہج البلاغہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱ و نیرنگ فصاحت صفحہ ۴۱ خطبہ شقشقیہ۔

(۶) ″ صفحہ ۲۱ مازلت مدفوعا عن حقی منذ قبض اللہ نبیہ نیرنگ فصاحت صفحہ ۲۲

(۷) ″ صفحہ ۲۲ لیس لمعین غیر اھل بیتی ۔ ۔ ۔ ″ صفحہ ۲۱

(۸) صفحہ ۲۹ لقد علمتم انی احق بہا من غیری۔

(۹) ″ صفحہ ۴۵ کلام علیؑ عند دفن سیدۃ النساء۔

(۱۰) ″ صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹ احتجوا بالشجرۃ و اضاعوا الثمرۃ۔

(۱۱) ″ صفحہ ۱۷۵ اجمعوا علی منازعتی حقا کنت اولیٰ بہ من غیری

(۱۲) ″ صفحہ ۱۹۹ زعمت ان افضل الناس فلان وفلان۔

(۱۳) ″ صفحہ ۲۰۱ اقاد کما یقاد الجمل المخشوش

(۱۴) ″ صفحہ ۲۳۷ ولا یخطر ببالی ان العرب ترعج ھذا الامر من بعدہ عن اھل بیتہ

(۱۵) ″ صفحہ ۲۶۱ فان کنت بالشوری ملکت امورھم۔

(۱۶) اصول کافی صفحہ ۱۰۶ و ۱۸۷ و ۲۶۳ و ۲۶۱ و ۲۶۵ و ۲۹۱ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۰ لغایت ۲۰۴۔

(۱۷) روضہ کافی صفحہ ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و ۲۶ و ۲۷ و ۵۰ و ۲۶۹ و ۷۷ و ۸۷ و ۸ و ۱۱۱ و ۱۱۵ و ۱۲۳ و ۱۲۷ و ۱۳۹ و ۱۵۵ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۲۹ و ۳۰۔

(۱۸) احتجاج طبرسی صفحہ ۲۹ و ۵۹ لغایت ۹۷۔

(۱۹) صحیفہ رضویہ مترجم صفحہ ۲۴ و حیات القلوب مطبوعہ نولکشور جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ و ۹۵ ص

(۲۰) تفسیر قمی باسنادہ صفحہ ۱۶۲ و ۲۷۷ بذیل تفسیر آیت وھموا بما لم ینالوا اسمیں امام صادق علیہ السلام نے شیخین پر بصراحت لفظ منافق اطلاق فرمایا ہے۔ نیز دیکھو تفسیر صافی صفحہ ۵ ۲۱ و ۱۰۶ ۴ و ۲۰۲+

اجمال کی تفصیل کہ صفحات محولہ بالا سے چند عبارات معہ ترجمہ لکھکر اجمال و اشکال کو رفع کر دیا جاتا ہے۔ نہج البلاغہ صفحہ ۱۳ و احتجاج طبرسی صفحہ ۹۴ و ۹۵ و روضہ معانی الاخبار صفحہ ۱۴۱ میں باسناد امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے۔ فرمایا۔ فواللہ ما زلت مدفوعا عن حقی مستأثرا علی منذ قبض اللہ نبیہ صلعم حتی یوم الناس ھذا طبرسی کے الفاظ میں ہے واللہ انی لاولی الناس بالناس فما زلت مظلوما منذ قبض رسول اللہ صلعم صفحہ ۹۴ میں مستاثرا علی حقی زیادہ کیا ہے اور روضہ معانی الاخبار شیخ صدوق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ولم اجد اعوانا علی ذلک وانی لم ازل مظلوما منذ قبض رسول اللہ صلعم الخ جناب امیر فرماتے ہیں خدا کی قسم خلافت و امارت کا میں سب سے زیادہ مستحق ہوں اور جب سے رسول خدا صلعم فوت ہوئے ہیں ہمیشہ مجھے اپنے حق سے دھکیل دیا گیا ہے مجھپر اوروں کو اختیار کیا گیا ہے۔ میں مظلوم چلا آیا ہوں +

روضہ کافی صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ میں باسناد امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے فرمایا جب رسول خدا صلعم نے مجھے خم غدیر کے موقعہ پر خلیفہ مقرر فرمایا اور لوگوں کو مطلع فرمایا کہ میں انکے لئے انکے نفسوں سے اولے بتصرف ہوں۔ اس واقعہ کے وقت شیطان موجود تھا اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اب اس امت مرحومہ پر ہمارا داؤ چلنا مشکل ہو گیا۔ پھر حضرت علیؑ فرماتے ہیں واخبرنی رسول اللہ صلعم انہ لو قبض ان الناس یبایعون ابا بکر فی ظلۃ بنی ساعدۃ بعد ما یختصمون ثم یاتون المسجد

فیکون اول من یبایعہ علی منبری ابلیس لعنہ اللہ فی صورۃ شیخ مشمر یقول کذا وکذا ثم یخرج فیجمع شیاطینہ الخ یعنی فرمایا مجھے رسول خدا صلعم نے خبر دی تھی کہ ان کی وفات کے بعد لوگ جھگڑا کر کے آخر ابوبکر سے بیعت کریں گے پھر مسجد میں آئیں گے وہاں جو سب سے اول میرے منبر پر ابوبکر سے بیعت کریگا وہ ابلیس ملعون ہوگا جو ایک بوڑھے آدمی کی صورت میں آئیگا۔ پھر اس طرح اور اس طرح کہیگا پھر اپنے شیاطین ہمراہیوں کے پاس جاکر خوشیاں منائیگا کہ دیکھو ہمنے کیسا حیلہ کیا ای حتے ترکوا امر اللہ عز وجل وطاعتہ وما امرھم بہ رسول اللہ صلعم یعنی کہیگا کہ میں نے ان لوگوں کو ایسا اپنے پنجہ میں لیا ہے کہ یہ فرمانبرداری حکم خدا و رسول کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ انتہے ملخصًا۔ دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے جو بعینہ اسی روایت سے ملتا ہے۔ اس میں اس بیعت ابوبکر کے دن ابلیس کی تاجپوشی کا بھی ذکر ہے۔ اور ابلیس کا مقولہ اس روایت میں یوں مروی ہے۔ ذھؤلاء نقضوا العھد وکفروا بالرسول انہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اور رسول خدا کے ساتھ انہوں نے کفر کیا ہے +

روضہ کافی صفحہ ۱۵ میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا ماتسئلنی عنہما فواللہ مامات منا میت قط الا ساخطا علیہما یوصی بذلک الکبیر منا الصغیر انہما ظلمانا حقنا ومنعنا فیئنا (ثم قال) و اللہ ما اسست من بلیۃ ولا قضیۃ تجری علینا اھل البیت الا ھما اسسا اولہا فعلیہما لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین دوسری روایت میں ہے وان الشیخین فارقا الدنیا ولم یتوبا ولم یتذکرا ما صنعا بامیر المومنینؑ فعلیہما لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین یعنی فرمایا ان دونوں (ابوبکر و عمر) کا حال تم ہم سے کیا پوچھتے ہو۔ خدا کی قسم ہمارے اہل بیت میں کوئی ایسا فوت

نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی ایسا زندہ ہے جو ان دونوں پر غضبناک نہ ہو۔ ہمارا سر بڑا چھوٹے کو یہ وصیت کر دیتا ہے کہ ان دونوں نے ہمارا حق غصب کرنے اور فدک وغیرہ مال فئے روک لینے سے ہم اہلبیت پر ظلم کیا ہے (پھر فرمایا) خدا کی قسم کوئی رنج او مصیبت ایسی نہیں جو ہم پر آئی ہو مگر یہ کہ بنیاد اس کی ان دونوں نے رکھی ہے۔ پس ان پر .... دوسری روایت میں فرمایا شیخین (ابوبکر وعمر) دنیا سے گئے اور انہوں نے اس جرم سے توبہ نہ کی۔ اور اس سے متاثر نہ ہوئے جو ان دونوں نے امیر المومنین علیؑ کے حق میں کیا۔ پس دونوں پر .... اور دمعہ ساکبہ جلد اصفحہ ۲۷۰ میں خرائج سے باسناد امام زین العابدینؑ سے مروی ہے قلت اسئلک عن الاول والثانی قال علیہما لعائن اللہ کلاھما مضیا واللہ کافرین مشرکین باللہ العظیم اس کا ترجمہ ظاہر ہے ان روایات پڑھنے سے کسی سنی بھائی کو ہم پر ناراض نہ ہونا چاہئے ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے بلکہ ائمہ اہل بیت کا اعتقاد کتب شیعہ کی روایات سے آپکو اس لئے دکھلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مناظرین اہل تسنن کا دعوے یہ کہ کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کی تعریف ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے باطل ہو جائے۔ اور مطالعہ ان حوالجات کے بعد کوئی اہل تمیز یہ نہ کہے کہ ائمہ طاہرین ثلاثہ کی تعریف بیان کرتے رہے ہیں۔ اور انکو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایسی بیشمار احادیث کتب شیعہ میں موجود ہیں مگر بخوف طوالت ہم نے فقط نمونہ کے طور پر ان ہی پر اکتفا کیا ہے۔ اس قدر متواتر صحیح احادیث کے برخلاف اگر کوئی خبر واحد کہیں سے ایسی ملے جس سے بظاہر ثلاثہ کی مدح مترشح ہو تو اس کو شاذ اور مرجوح ساقط عن الاعتبار سمجھا جائیگا۔ یا اس کا ایسا معنےٰ مراد لیا جائیگا جو ان احادیث کے مطابق ہو۔ یاد رکھو کتب شیعہ میں سے حضرات اصحاب ثلاثہ کی پوزیشن ہرگز صاف ثابت نہیں ہو سکتی +

کتب سنیہ سے مضمون بالا کی تائید کہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں حضرت علی ابو بکر صاحب کو فرماتے ہیں ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ صلعم یعنی تم نے اپنی رائے سے بلا رضامندی ہم اہلبیت رسول کے خلافت وامارت پر تسلط کر لیا حالانکہ ہم بوجہ قرابت رسول اللہ کے اپنا حق جانتے تھے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں اسی طرح کہ کنا نرے ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددتم بہ علینا اس سے ثابت ہوا کہ ابو بکر صاحب کی حکومت استبدادی تھی۔ منتہی العرب لغت میں ہے استبد برأیہ ضل اپنی رائے سے متفرد ہو کر گمراہ ہوا۔ غیاث اللغات میں ہے استبداد تنہا بر سر کارے استادن ومنع کسے قبول نکردن۔ نیز صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں حضرت عمر اعتقاد جناب امیر بحق شیخین کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس طرح کہ عمر صاحب جناب علیؑ اور حضرت عباس چچا رسول خدا کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر خلیفہ تھے تو آپ دونوں نے اپنے اعتقاد میں اس کو جھوٹا۔ گنہگار۔ دغاباز۔ خیانتی سمجھ رکھا۔ اور جب میں خلیفہ ہوا ہوں تو بھی (فرایتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا) تم دونوں نے مجھے جھوٹا۔ گنہگار۔ دغاباز۔ خیانتی سمجھا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ نے سکر انکار نہیں فرمایا

اور مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر صفحہ ۵۰، ۷۰ میں ہے محمد بن ابی بکر کے خط کا جواب معاویہ نے اسطرح لکھا کان ابوک وفاروقہ اول من ابتزہ حقہ وخالفہ علی امرہ علی ذلک اتفقا واتسقا ثم انہما دعواہ الی بیعتہما فابطأ عنہما وتلکا علیہما فہما بہ الہموم وارادابہ العظیم یعنے اے محمد بن ابی بکر تم جو مجھے حضرت علیؑ کی بیعت وفرمانبرداری کی نصیحت کرتے ہو۔ تم کو معلوم نہیں کہ سب سے پہلے جسنے ظالمانہ طور پر حضرت علیؑ کا حق لیا وہ تیرا باپ ابو بکر اور اس کا دوست عمر فاروق ہے اسپر دونوں متفق ہو گئے پھر انہوں نے

علیؑ کو بیعت لینے کے لیے بُلایا۔ اس نے دیر کی۔ اور ناراضگی ظاہر کی۔ تو دونوں نے
اس کے برخلاف سخت ارادے کئے اور منصوبے باندھے (پھر لکھا) اگر تیرا باپ یہ
کام نہ کرتا تو آج ہم بھی علیؑ ابن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے انتہے منتہی العرب لغت
میں ہے ابتز الشیئ ربود آنرا وگرفت بستم +

اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۶ و ۲۷ و تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۴۳ لغایت ۴۰ و
تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۶۴ و عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۷۲ و ۷۵ مطبوعہ مصر و روضۃ الصفا
جلد ۲ صفحہ ۴۵۴ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ مصر میں
جناب امیرؑ کا فرمان فیصلہ شورائے خلیفہ ثالث کے وقت اس طرح مروی ہے فرمایا
لیس ھذا اوّل یوم تظاھرتم علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون
اور دوسری روایت میں زیادہ ہے تظاھرتم علینا من دفعنا عن حقنا و
الاستئثار علینا یعنے تمہاری سازشوں اور منصوبہ بازیوں کا کوئی یہ پہلا دن نہیں
کہ ہم کو ہمارے حق سے محروم کرکے اوروں کو منتخب کیا جارہا ہے۔ بلکہ بعد وفات
نبی صلعم ہمارے ساتھ یہی سلوک ہوتا آتا ہے۔ لیکن ہم اس پر صبر کرتے ہیں تفصیل
اس کی فلک النجات جلد ۱ صفحہ ۲۱۶ میں ملاحظہ ہو۔ چونکہ صبر مصیبت پر ہوتا ہے اسلئے
معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ خلافت ثلاثہ کو ایک مصیبت سمجھتے تھے +

استقصاء الافحام جلد ۱ صفحہ ۶۱۹ و ۶۲۵ میں محاضرات راغب اصفہانی سے
منقول ہے (جسکی تعریف سیوطی نے بغیۃ الوعات میں لکھی ہے) کہ حضرت ابن عباس
روایت کرتے ہیں کہا مجھے حضرت عمر نے ایکدن فرمایا خدا کی قسم تم لوگوں کے
اندر حضرت علیؑ مجھ سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے بلکہ ابوبکر سے بھی مستحق تر تھے۔
ابن عباس کہتے ہیں میں نے کہا پھر تم دونوں نے کیوں حملہ کرکے انکا حق غصب کرلیا
حضرت عمر بولے ہم نے سمجھا عرب حضرت علیؑ کے دشمن ہیں وہ اس پر اتفاق نکرینگے

حضرت عمر و ابن عباس کا دوسرا مکالمہ۔ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۳۱ و ۳۲ و کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴ و ۲۵ مطبوعہ مصر میں حضرت ابن عباس و حضرت عمر کا مکالمہ طویل مروی ہے جس میں حضرت عمر نے ابن عباس کو مخاطب کر کے یوں کہا بلغنی انك تقول انما صرفوها عنا حسدا وظلما فقلت اما قولك ظلما فقد تبین للجاهل والعلیم الخ یعنے عمر نے کہا مجھے خبر ملی ہے تو کہتا ہے کہ انہوں (ابوبکر و عمر) نے ہم بنی ہاشم سے خلافت ظلم اور حسد سے لیلی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے کہا بلاشک ہر عالم و جاہل پر روشن ہے مفصل دیکھو ضمیمہ فلک النجاۃ صفحہ ۲۸۱۔ اور تائید میں ملاحظہ ہو سر العالمین امام غزالی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۔

تیسرا مکالمہ۔ شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید سنی کی جزو ۱۲ صفحہ ۱۶ مطبوعہ ایران میں بذیل شرح اسی خطبہ مندرجہ عنوان استدلال یعنی لله بلاد فلان کے لکھا ہے وروی ابن عباس قال خرجت مع عمر الی الشام فانفرد یوما یسیر علی بعیرہ فاتبعته فقال لی یا ابن عباس اشکو الیك ابن عمك سالته ان یخرج معی فلم یفعل ولا ازال اراہ واجدا فیما تظن موجدته قلت یا امیر المومنین انك لتعلم قال اظنه لا یزال کئیبا لفوت الخلافة قلت هو ذاك انه یزعم ان رسول الله صلعم اراد الامر له الخ (ثم قال) وقد روی معنی هذا الخبر بغیر هذا اللفظ وهو قوله (عمر) ان رسول الله صلعم اراد ان یذکرہ للامر فی مرضه فصددته عنه خوفا من الفتنة الخ انتهی ملخصا

خلاصہ ترجمہ:- علامہ ابن ابی الحدید باسناد خود ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ شام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا تنہائی میں مجھ سے حضرت عمر کہنے لگے اے ابن عباس تیرے چچا زاد بھائی کی میں تجھ

سے شکایت کرتا ہوں کہ میں نے ان سے خواہش کی کہ وہ میرے ساتھ آئیں مگر نہیں آئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہم پر ہمیشہ ناراض رہتے ہیں جس کا سبب تو جانتا ہوگا ابن عباس کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ بہتر جانتے ہیں۔ کہا میرا گمان ہے کہ اُنکے ہاتھ سے خلافت نکل جانے کے سبب سے وہ غمگین رہتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں یہی بات ہے۔ اُن کا اعتقاد ہے کہ رسول کا ارادہ یہی تھا کہ وہی خلیفہ ہوں الخ دوسری روایت میں حضرت عمر کہتے ہیں۔ اے ابن عباس رسول خدا صلعم مرض الموت میں چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کے لئے تصریح کر دیں۔ مگر میں مانع ہوا۔ کہ مبادا فتنہ کھڑا ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلعم کے طلب قرطاس و دوات کے وقت حضرت عمر نے جو عدم تعمیل حکم رسول میں شور برپا کیا تھا وہ فقط اسی سبب سے تھا کہ کسی طرح حضرت علیؑ کے لئے حکم خلافت کی تحریری تصریح نہ ہو جائے

چوتھا مکالمہ شرح ابن ابی الحدید جزء ۱۲ صفحہ ۵۵ میں بذیل خطبہ مندرجہ عنوان استدلال لکھا ہے وروی الزبیر بن بکار فی الموفقیات عن عبد اللہ ابن عباس قال انی لاماشی عمر بن الخطاب فی سکۃ من سکك المدینہ اذ قال لی ما اری صاحبك الا مظلوما فقلت فی نفسی واللہ لا یسبقنی بہا فقلت یا امیر المومنین فاردد الیہ ظلامتہ فانتزع یدہ من یدی ومضی الخ بخوف طوالت بجائے عربی لکھنے کے اس مکالمہ کا ترجمہ لکھدیتا ہوں۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں حضرت عمر کے ساتھ میں دوش بدوش ایکدوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہا تھا۔ حضرت عمر فرمانے لگے۔ میں تیرے یار (علیؑ) کو مظلوم ہی سمجھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا اس بات میں یہ مجھ سے فوق نہیں لے سکتا میں نے کہا یا امیر المومنین آپ اُنکی ظلم سے لی ہوئی چیز اُن کو واپس کر دو۔ یہ سُن کر حضرت عمر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچکر روانہ ہوئے۔ کچھ وقت تیز چل کر پھر کھڑے

ہو گئے اور کہا میرا خیال ہے تو تم نے اس لئے اُن کو خلیفہ نہیں بنایا کہ یہ صغیر السن (کم عمر) ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ عذر پہلے سے بھی بدتر ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلعم جناب علیؑ کو کم عمر نہیں سمجھا جبکہ انہوں نے اُس کو مکہ بھیجا تھا کہ جاکر تیرے یار سے سورہ برأت واپس لے۔ اور احکام خدا و رسول کے لوگوں کو پہنچائے۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ سُنتے ہی حضرت عمر نے ہم سے منہ پھیر لیا اور رفتار تیز کر لی جس پر میں اُس سے ہٹ کر واپس چلا آیا۔ تیسرا مکالمہ در عمرضا کا اقرار عمداً عمل ارشاد در بطبعیہ مثل ابن ابی الحدید کے تاریخ بغداد مصنفہ احمد بن ابی طاہر بغدادی مطبوعہ مصر جلد اوّل باب التاء صفحہ ۱۷۰ و ۱۷۱ میں بھی درج ہے۔ تاریخ بغداد کی توثیق اسی قدر کافی ہے کہ امام نووی جیسے سنیوں کے مسلّم و معتمد محدث نے شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱ میں اس تاریخ پر اعتماد کر کے اس سے سند لی ہے۔ لکھا ہے ذکر ھذا کلہ الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد باسانیدہ۔ اور اس کے علاوہ اُس کی توثیق بستان المحدثین تالیف شاہ عبد العزیز دہلوی میں ملاحظہ ہو۔ اور توثیق شرح ابن ابی الحدید کے لئے کتاب مذکور کی جلد ۴ صفحہ ۵۷۶ کے خاتمہ پر تقریظ مہتمم و مصحح مطبع دار الکتب العربیہ ملاحظہ ہو۔ اس کے علاوہ کتاب مجمع الآداب فی معجم الالقاب دیکھئے جس میں ترجمہ ابن ابی الحدید ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے ملخص حال الشیخ الامام السعید عز الدین عبد الحمید بن ابی الحسین ھبۃ اللہ ابن ابی الحدید المدائنی الحکیم الاصولی کان من اعیان العلماء الافاضل الاکابر الصدور الخ نیز سنیوں کی کتاب فوات الوفیات اور وفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ نصر اللہ ابن الاثیر صاحب مثل السائر ملاحظہ ہو۔

اور استیعاب مطبوعہ مصر بر حاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲ حرف الراء ترجمہ

رفاعہ بن رافع بن مالک میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ان الله عز وجل لما قبض رسول اللہ قلنا نحن اهله واولیاءه لاینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم الله لولا مخافة الفرقة وان یعودا الکفر ویبورالدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم الخ خضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ بعد وفات نبی صلعم ہمنے کہاہم نبی صلعم کے اہلبیت اور وارث ہیں ہمارے ساتھ کوئی اُن کی بادشاہت میں جھگڑا نہ کرے۔ ہماری قوم قریش نے اس بات کا انکار کیا اور ہمارے غیر کو سردار مقرر کرلیا۔ خدا کی قسم اگر خلاف پیدا ہونے اور لوگوں کے مرتد ہونے اور اسلام مٹ جانے کا خوف نہ ہوتا (تو تم دیکھتے کہ ہم کیا کرتے) پس ہم نے اس رنج والم پر صبر کیا۔ انتہٰے ۔ ان عبارت کتب سنیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ خلافت خلفا ثلاثہ کو غاصبانہ اور ظالمانہ سمجھتے تھے۔ اور آپ دعوائے خلافت ظاہر فرماتے رہتے اس حد تک اپنے استحقاق کا آپکو یقین تھا کہ خوف اختلاف وارتداد نہ ہوتا تو جنگ بھی کرتے۔ اور یہ کہ خلافت ثلاثہ کو آپ ایک دردناک مصیبت تصور فرماتے تھے جس پر صبر فرمایا۔ اور یہ کہ شیخین کو آپ کاذب۔ آثم۔ وغادر۔ خائن سمجھتے تھے۔ اور یہ کہ حضرت عمر کو اس بات کا اقرار تھا کہ حضرت علیؑ پر ظلم ہوا ہے مگر عمداً اُس نے اس کا تدارک نہ کیا۔

جناب علیؑ کا اپنا مذہب اور ثلاثہ پر اعتراض۔ کتاب شیعہ روضہ کافی میں صفحہ ۲۹ پر جناب امیرالمومنین علی المرتضٰے کا ایک خطبہ مروی ہے جس سے مذہب علیؑ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ یہ خطبہ جناب نے اپنے اہل بیت اور اپنے خواص شیعہ کے سامنے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں مجھ سے پہلے حکام نے ایسے اعمال کو

رواج دیا ہے جن میں انہوں نے جناب رسالت مآب صلعم کی مخالفت کی ہے اور رسول خدا صلعم کے عہد کو انہوں نے عمداً توڑ کر غلط راہ لی ہے جس سے سنت نبوی کو تبدیل کر دیا۔ اب اگر میں ان لوگوں کو ان حکام کے پیدا کردہ بدعات کے ترک کا حکم دوں اور تمام سنن نبویہ کو اصلی طرز پر جاری کروں جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں جاری تھیں تو میرے لشکر کے سب لوگ مجھ سے جدا ہو جائینگے۔ اور میں اکیلا رہجاؤں گا۔ یا میرے ساتھ وہ تھوڑی جماعت شیعوں کی رہجائیگی جنہوں نے میری فضیلت اور فرض امامت کو کتاب اللہ اور سنت نبوی سے بخوبی سمجھ لیا ہوا ہے (ضعیف الاعتقاد لوگوں کے شامل رکھنے کا یہ فائدہ تھا کر دشمنوں کے مقابلہ میں ظاہری جمعیت لشکر کا رعب اور اثر رہے ایسا نہ ہو کہ جماعت قلیلہ مؤمنین پر مخالفین ایسا حملہ کریں کہ وہ بالکل ہی مٹ جائیں۔ چنانچہ نبی صلعم کے لشکر میں بھی اس قسم کے لوگ شامل رہتے تھے (پھر فرمایا) غور کرو اگر میں مقام ابراہیمؑ کو اس مقام پر رکھوں جس پر رسول اکرم صلعم نے رکھا۔ اور فدکؑ وارثان جناب سیدہ معصومہ صلواۃ اللہ علیہا کو واپس کر دوں۔ اور پیمانہ صاع رسول کریم صلعم کو اسی مقدار پر کر دوں جس پر رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تھا اور ان جاگیروں کو جو رسول خدا صلعم نے کسی کے لئے مقرر فرمائی تھیں اسی طرح واپس دلا دوں اور حضرت جعفر طیار کی حویلی مسجد سے نکالکر اس کے وارثوں کو دلا دوں اور جو ظالمانہ طور پر فیصلے ناحق ہو چکے ہیں ان کو صحیح کر دوں اور ان عورتوں کو جو ناحق کسی کو دلائی گئی ہیں ان کے خاوندوں کے پاس واپس کرا دوں اور اولاد بنی تغلب کو قید کر دوں اور زمین خیبر ناحق تقسیم شدہ کو واپس کر لوں۔ اور دفتر انعامات ناجائز کو مٹا دوں جیسا کہ جناب رسول اللہ صلعم دیتے تھے ویسے ہی برابر تقسیم کروں اور جو دولتمند کو

پہلے حکام کے زمانہ سے بیجا طور پر لے رہے ہیں اُن کو ایسا نہ کرنے دوں [10] اور احکام ازدواج کو جیسا کہ چاہئیے تھا درست کردوں۔ [11] اور خمس رسول اللہ صلعم کو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے اُس طریقہ پر جاری کروں۔ [12] اور مسجد رسول اللہ صلعم کو اصلی بنا پر قائم کروں۔ [13] اور مسجد کے دروازوں کو درست کروں۔ جو بند کیئے گئے ہیں اُن کو کھولدوں۔ اور جو نئے بنائے گئے ہیں اُنکو بند کردوں۔ [14] اور مسح موزوں کی حرمت کا حکم جاری کردوں۔ [15] اور شراب نبیذ پینے پر حد جاری کروں۔ [16] اور متعۃ الحج ومتعۃ النساء کو رواج دوں۔ [17] اور جنازوں پر پانچ تکبیروں کا حکم جاری کروں۔ [18] اور لوگوں کو نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کا ضروری حکم دوں۔ [19] اور جس کو رسول خدا صلعم نے اپنی مسجد سے نکالا ہے اس کو میں بھی نکالدوں۔ [20] اور جسکو رسول خدا صلعم کے بعد مسجد سے نکالا گیا ہے اُس کو داخل کرلوں [21] اور اصلی احکام قرآنی پر چلنے کا اُن لوگوں پر حکم جاری کروں۔ [22] اور طلاق کو بطریق سنت رواج دوں [23] اور صدقات کو اُن کے اصلی احکام پر وصول کروں۔ [24] اور وضو وغسل ونماز کو ان کی اصلی صورت پر پھیر دینے کا عام حکم جاری کروں۔ [25] اور آل نجران کو اُن کے اپنے مقامات پر واپس کروں [26] اور فارس کے قیدی غلاموں کو واپس کردوں یعنی آزاد کرادوں۔ [27] اور سب لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول مقبول صلعم کی طرف [1] پھیر دوں۔ تو تم ناگاہ دیکھو گے کہ یہ تمام لوگ سب ہم سے دُور ہو جائیں گے۔ [2] خدا کی قسم میں نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ ماہ رمضان شریف میں فرائض کے بغیر مروجہ نوافل (تراویح) کی جماعت نہ کریں۔ کیونکہ یہ بدعت ہے۔ میرے لشکر میں سے جو ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کر رہے تھے پکار اُٹھے کہ اے مسلمانو! دیکھو حضرت عمر کی سنت تبدیل کیجا رہی ہے یہ ہم کو رمضان شریف میں نماز نوافل

سے منع کرتے ہیں۔ اس سے مجھے یہ خوف پیدا ہوگیا کہ یہ میرے لشکر میں اشتعال و بغاوت پیدا کرتے ہیں۔ میں خدا کی طرف اس بات کی شکایت کرتا ہوں جو لوگوں نے تفریق پیدا کردی ہے اور جو انہوں نے ایسے اماموں کی پیروی اختیار کر رکھی ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنیوالے اور دوزخ کی طرف بلانیوالے ہیں۔ آخر میں فرمایا
واللہ المستعان علی من ظلمنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

نتیجہ } اس خطبہ حضرت امیرؑ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلعم اکثر احکام شرعیہ کو خلفاء ثلاثہ نے تبدیل کر دیا تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں عرصہ دراز سے وہی بدعات و احداث بجائے سنت نبوی راسخ و مضبوط ہوچکے تھے۔ اس کے مخالف اصلی سنن نبویہ کو بدعت گمان کرتے تھے۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ مصر میں علامہ ابن ابی الحدید سنی لکھتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز حاکم ہوا اس نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کو جو معاویہ خیل کا دستور تھا بند کرا دیا۔ اسپر لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ اس نے سنت کو تبدیل کر دیا ہے۔ (دوم) جناب امیرؑ کو چونکہ تسلط تام رعایا پر حاصل نہ ہوا تھا اس لئے احکام صحیحہ کو مکمل طور ہر فرد پر جاری نہ فرما سکے۔ اگرچہ خواص مومنین میں جاری رکھے۔ چنانچہ ہم نے اس کو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۹ و ۲۴۰ میں بحوالہ بخاری مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مفصل بیان کیا ہے (سوم) جناب امیرؑ چند مسائل جیسے منع جماعت تراویح و جواز بیع ام ولد میں لوگوں کو آزما چکے تھے کہ یہ برخلاف سیرت ثلاثہ کسی حکم شرعی پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ مشتعل ہوکر فساد برپا کرتے ہیں لہذا احکام صحیحہ حاکمانہ طور پر جاری نہ فرما سکے اگرچہ اپنے مذہب مختار کے احکام ظاہر فرماتے رہے۔
(چہارم) اس کی مثال یہ ہے جیسا رسول خدا صلعم نے منافقین کو اس خوف

سے قتل نہ فرمایا کہ لوگ باتیں بنائیں گے دیکھو جناب محمد صلعم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں حالانکہ قرآنی حکم صاف تھا جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم مذکورہ بالا وجہ عدم قتل منافقین کی حدیث بخاری معہ فتح الباری جلد۳ صفحہ ۳۰۸ وکنز العمال جلد۶ صفحہ ۲۲ و ۸۴ میں ملاحظہ ہو۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلعم کو بنائے کعبہ کی درستی پر صحابہ کے مرتد ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اس کو اصل بناء ابراہیمی پر تعمیر نہ کرسکے۔ دیکھو بخاری معہ فتح الباری جلد۲ صفحہ ۹۸ و صحیح مسلم جلد۱ صفحہ ۴۳۱ و روضۃ الاحباب جلد۱ صفحہ۔

طرز استدلال نمبر۶ (طرز استدلال حدیث صدیق) شیعہ کی اصح الکتب سے کشف الغمہ میں یوں منقول ہے امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے کسی نے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے کا کچھ نقش ونگار درست ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا۔ راوی نے کہا کیا آپ ابوبکر کو صدیق فرماتے ہیں؟ آپ غصہ میں آئے اور اپنی جگہ سے اُچک بیٹھے اور فرمانے لگے ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق الخ۔ مجمع الاوصاف صفحہ ۲۴ وحقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۵ و بدر الدجےٰ صفحہ ۳۵ وتحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۹۳۔

ابطال استدلال کشف الغمہ کتاب شیعہ میں یہ عبارت ابوالفرج ابن جوزی متعصب سنی ناصبی کی کتاب صفوۃ الصفوۃ کے حوالہ سے لکھی ہے جو بفحوائے نقل کفر کفر نباشد ہمارے برخلاف حجت نہیں ہوسکتی۔ دیکھو کشف الغمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۰۔ اس عبارت کے آخر لکھا ہے ھذا آخر کلام ابن الجوزی اور نیز یہی عبارت بحوالہ صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سنی صفحہ ۲۲۹ میں مسطور ہے اور اسیطرح

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ میں یہی مروی ہے پس شیعہ وسنی گواہان کے بیان سے یہ عبارت ابن جوزی وغیرہ سنیوں کی من گھڑت ہے۔ جھوٹی احادیث رسولخدا کی طرف منسوب کرنیسے سنی علماء نہ شرمائے تو ائمہ اطہار پر جھوٹ باندہنے سے انکو کب شرم آتی ہے۔

طرز استدلال نمبر۷ (مکاشفہ کشتی حضرت جعفر طیار) تفسیر قمی ذیل آیہ کریمہ فی الغار صفحہ ۱۵۸ میں بایں الفاظ حدیث امام جعفر صادقؑ سے مسطور ہے کہ جب آں حضرت صلعم غار میں تھے ابوبکر کو کہا گویا اس وقت میں وہ کشتی دیکھ رہا ہوں جس پر جعفر اور اسکے ساتھی سوار ہیں۔ اور وہ دریا میں کھڑی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ انصار اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھائیے آپنے انکی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا پس ابوبکر صدیق نے سب کچھ دیکھا۔ پھر حضور نے فرمایا تو صدیق ہے۔ اس حدیث سے لقب صدیق ہونا ظاہر ہوا۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۔

ابطال استدلال (ا) یہ روایت تفسیر قمی صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ ایران و تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۲۲۴ و تفسیر صافی صفحہ ۱۹۳ اور روضۂ کافی صفحہ ۱۲۴ میں باد نے تغیر الفاظ موجود ہے جسکے آخری و ابتدائی الفاظ مولف حقیقت نے دیدہ و دانستہ مغالطہ دینے کیلئے چھوڑ دئیے ہیں جن سے بجائے صداقت و فضیلت خلیفہ اول کی فضیحت ثابت ہوتی ہے اسکے ابتدائی حصہ میں ابوبکر صاحب کو غار میں خوف سے اسقدر لرزہ ہونا کہ باوجود تسکین دینے نبی صلعم کے اُنکو آرام نہ ہوا لکھا ہے جسکی وجہ سے حضور صلعم نے اُنکے خیال تبدیل کرنے کیلئے کشتی جعفر کا معجزہ دکھایا اور آخری فقرہ تفسیر قمی وغیرہ میں یہ ہے فاضمر تلک الساعۃ انہ ساحر ترجمہ:۔ ابوبکر نے کشتی حضرت جعفر طیار کو دیکھکر اُسوقت اپنے دل میں ٹھان لیا۔

کروہ (نبی اکرم صلعم) ضرور جادوگر ہے۔ اس عبارت کو مولف صاحب نے روایت مذکورہ بالا سے خیانت مجرمانہ کرکے ترک کر دیا ہے +

(ب) یہی روایت بعینہا کتب مذکورہ بالا میں انہ ساحر تک موجود ہے مگر الفاظ انت الصدیق بجز تفسیر قمی کسی اور کتاب میں نہیں ہیں۔ اور تفسیر قمی کی اسناد روایت ہذا مجہول ہے۔ لہٰذا وہ روایت قابل حجت نہیں۔ آخری الفاظ فقرہ مذکورہ قمی کے یہ ہیں فقال فی نفسہ الآن صدقت انک ساحر اور ابتدائی حصہ حدیث کا راوی مجہول نے اس میں ذکر نہیں کیا۔ اور باوجود ابوبکر کے اعتقاد رسول کو ساحر سمجھنے کے شائد اس مجہول نے بے موقعہ آخر میں انت الصدیق لگا دیا ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہے +

(ج) بفرض تسلیم کلمہ انت الصدیق اس کا یہ مطلب ہے کہ جب ابوبکر صاحب نے معجزہ رسول خدا صلعم دیکھکر حضور کو جادوگر اعتقاد کیا۔ آں حضرت صلعم نے بعلم نبوّت یہ معلوم کرکے ابوبکر سے فرمایا تو بھی ایسا اعتقاد رکھتے ہوئے صدیق (سچا) ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تخجیل و تذلیل مخاطب کیلئے بطور انکار ایسے موقع پر اس قسم کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں دوزخیوں کو مخاطب کرکے فرمایا ذق انک انت العزیز الکریم اور یہ بعید از عقل و نقل ہے کہ جو شخص رسول برحق کے معجزہ دیکھنے پر اُسے جادوگر اعتقاد کرے اُس کو رسول خدا صدیق کا (حقیقی معنے میں) لقب عطا فرمائے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر یہ کلمہ اس روایت میں واقعی وارد بھی ہو تو بطور الزام اور تبکیت خصم اطلاق ہوا ہے۔ نہ برائے اثبات فضیلت۔ خدا ان ملانوں کو ہدایت کرے جنہوں نے اپنے پیٹ پالنے کا ذریعہ ائمہ اہلبیت پر جھوٹ بولنا سمجھ رکھا ہے + منہج المقال اور رجال کشی سے جو ایک حوالہ لفظ صدیق میں پیش کیا جاتا ہے اُس میں نبی صلعم یا امام کے زمان سے خلیفہ اوّل کو صدیق

اور ثانی کو فاروق نہیں بولا گیا بلکہ مجلس میں سے شیخین کی پارٹی کے کسی آدمی نے
یہ کہدیا تھا جو اسکا کہنا حجت نہیں دیکھو اصل روایت ✦

طرز استدلال نمبر ۸ (حدیث کوہ حرا) شیعہ کی اصح الکتب اخبار ماتم مجلس ۱۹ صفحہ ۲۷ پر منقول ہے حذیفہ سے روایت ہے کہ کہا حذیفہ نے کہ تھے ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایکروز پہاڑ پر۔ میں گمان کرتا ہوں یعنی بھول گیا ہوں کہ وہ کوہ حرا تھا یا اور کوئی۔ اور رسول خدا صلعم کیساتھ ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے علاوہ ایک جماعت صحابہ مہاجرین و انصار سے جمع تھی اور حضرت انس حاضر تھے وقت بیان اس حدیث کے یعنی روبرو انس کے حذیفہ اس حدیث کو بیان کر رہا تھا الخ (مجمع الاوصاف صفحہ ۳۰) اس عبارت کے بعد مجمع الاوصاف میں مشکوٰۃ کی حدیث بروایت بخاری لکھی ہے۔ اے احد پہاڑ تو ٹھیر جا کہ نہیں تجھ پر مگر نبی و صدیق اور دو شہید ✦ (ب) بدر الدجیٰ صفحہ ۲۷ میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے جنبش کی تب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ قرار پکڑ کر کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے۔ انتہیٰ ✦

ابطال استدلال اصح الکتب کا کہنا ملاسنی کا اپنا خیال ہے اور اخبار ماتم میں وہ مضمون جو بخاری سے منقول ہے یعنی صدیق اور دو شہیدوں کے الفاظ ہرگز نہیں۔ یہ مولف مجمع الاوصاف کا اپنی طرف سے پیوند ہے ورنہ اس عبارت کے آخر میں یہ فقرہ بخاری صدیق اور دو شہید کا موزون ہو سکتا ہے کیونکہ اسپر علاوہ صحابہ اربعہ کے جماعت مہاجرین و انصار بھی تھی۔

(ب) احتجاج طبرسی کے حوالہ میں ابوبکر و عمر و عثمان و جماعت مہاجرین و انصار کا ذکر نہیں اس لئے مخالفین کے لئے اس میں کوئی حجت نہیں ہے اور اخبار ماتم

کی مکمل روایت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام امام حسنؑ کی فضیلت میں وارد ہے جو سب صحابہ کے سامنے جناب رسول اللہ صلعم نے ظاہر فرمائی۔ اور جناب امیرؑ اور جناب امام حسنؑ اور رسول خدا صلعم جس پہاڑ پر موجود ہوں اور اُسکو بوقت حرکت یہ فرمایا ہو کہ تو ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر نبی اور صدیق اور شہید ہے۔ تو یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ جناب رسول خدا نبی اکرم تھے اور جناب علی المرتضےٰ صدیق اور امام حسنؑ شہید تھے اگر امام حسنؑ پہاڑ پر نہ ہوتے تو بھی یہ حدیث جناب رسول خدا صلعم اور جناب علیؑ پر بخوبی صادق آتی ہے کیونکہ جناب علیؑ صدیق اکبر اور شہید تھے۔ شہادت مشہور و معروف ہے۔ اور صدیق اکبر کا ثبوت فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۲۸۱ و ۲۹۱ و میزان الاعتدال کتاب سنی جلد ۲ صفحہ ۱۱ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۵ و طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ و استیعاب براصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۵ کتب سنیہ میں ملاحظہ ہو۔

طرز استدلال نمبر۹ حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۱۱ میں مجالس المومنین صفحہ ۸۸ و ۸۹ سے منقول ہے نبی صلعم نے فرمایا ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشئ وقر فی قلبہ ابوبکر صاحب کے ایمان مرکوز فی القلب ہونے پر استدلال کیا۔

ابطال استدلال بجائے وقر فی قلبہ اصل کتاب میں وقر فی صلاوۃ ہے اور ماقبل و مابعد اس عبارت کے اُسی راوی سے اسی روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے پیغمبر خدا سے عرض کی ابوبکر کو دعوت اسلام دیجیئے تاکہ اس کے بھائی بند بھی اس سلسلہ میں داخل ہوں۔ رسول خدا صلعم نے ابوبکر سے تحریک کی (اصل عبارت) و بتدریج تالیف قلب و استدراج و من حیث یعلم و من حیث لا یعلم تا آنکہ بہمت عالی او را بجانب خود مائل ساخت و خاطر او را بحصول جاہ و توسعہ دستگاہ امیدوار گردانید تا آنکہ بآں طمع مسلمان شد

یعنے نبی صلعم نے تالیف قلب سے تدریجاً ابو بکر کو مرتبہ دنیا دی اور حصول مال کی امید دلائی جو بعد میں پیغمبر خدا کو حاصل ہونیکی امید تھی تو اس طمع پر ابو بکر صاحب اسلام لائے (پھر لکھا کہ نبی صلعم اس کے بعد فرماتے تھے) ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا صلوۃ و لکن بشئی وقر فی صدرہ - و مراد آنحضرت در سینہ ابو بکر نہادہ شد حب ریاست کہ بآں مفتون شدہ باز گشت نمود یعنی نبی صلعم بعض صحابہ کو فرماتے تھے ابو بکر نے تم سے نماز روزہ کی حقیقت شناسی میں سبقت نہیں کی بلکہ اس چیز کے سبب سے جلد اسلام لایا جو اسکے سینہ میں جما دی گئی ہے۔ مراد آنحضرت صلعم اس سے وہی چیز ہے جسکی آپنے ابو بکر صاحب کو امید دلائی تھی کہ مال و متاع و حکومت پائینگے۔ اسی حکومت و مال کی وسعت پر فریفتہ ہو کر اُسنے حضور صلعم کی طرف رجوع کیا۔ انتہٰی۔ یہ اصل کتاب سے اصل روایت کا مکمل مطلب۔ اب سنی مولف کی دغابازی کا اندازہ فرمائیے کہ ابو بکر کی اسمیں کیا فضیلت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ابو بکر صاحب دیکھ رہے تھے کہ نبی صلعم کے پاس کوئی مال نہیں کوئی حکومت نہیں وہ کس طرح فریفتہ ہوئے اور کس طرح نبی کے قول کی تصدیق کرلی حالانکہ اُنکو تصدیق قلبی حاصل نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ درحقیقت ایک راہب یہودی مولوی نے ابو بکر صاحب کو اس طرح کی ایک خبر دی ہوئی تھی جسپر اُنکو پورا اعتقاد و اعتماد تھا۔ اور اسی کی تصدیق نبی صلعم سے بھی ہوگئی۔ اس بنا پر صاحب مذکور کو مال و حکومت کا لالچ پیدا ہوا۔ اور سمجھا کہ ضرور امید ہوسکتی ہے اور اسلام لائے۔ تفصیل فلک النجاۃ ایمان ابو بکر میں ملاحظہ ہو۔ اور نماز و روزہ میں سبقت نہ کرنے سے حضرت ابو بکر کے سابق بالایمان ہونیکی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب امیرؑ سابق بالایمان نے پہلے دن اظہار نبوت کے یا دوسرے دن ہی نماز پڑھی۔ دیکھو فلک النجاۃ۔ اگر ابو بکر صاحب پہلے ایمان لائے ہوتے تو نماز روزہ میں بھی اُنکو سبقت حاصل ہوتی ؛

طرز استدلال منزا } ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۹ و آیات بینات جلد ا صفحہ ۱۸ حقیقت

مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۷ و مجمع الاوصاف صفحہ ۸۴ و بدر الدجے صفحہ ۳۰ کہتے مناظرہ سینہ میں ہے۔ فصول المہمہ کتاب شیعہ میں ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے حق میں سخت و سست کلمات کہہ رہے تھے آپنے فرمایا تم مہاجر ہو۔ عرض کیا گیا نہیں پھر فرمایا کیا تم انصار ہو۔ عرض کیا گیا نہیں۔ آپنے فرمایا تم ان سے نہیں تو ان میں سے بھی نہیں ہو جو اگلے لوگوں کیلئے بخشش مانگیں + (خلاصہ حدیث)

ابطال استدلال میرے کتبخانہ میں کتاب فصول المہمہ شیخ حر عاملی شیعہ کی تالیف موجود ہے۔ کوئی سنی عالم ہے جو یہ حدیث اس کتاب میں سے نکالکر دکھائے ہم کو تو اسمیں نہیں ملتی یہ سنی علماء کی سراسر دھوکا دہی و جعلسازی ہے کہ اپنی کتاب فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سنی کی بیان کردہ حدیث کو اُسکے ہمنام کتاب شیعہ کی طرف منسوب کردیا ہے جو صداقت و دیانت سے بعید ہے۔ دیکھو فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سنی صفحہ ۲۱۶ جسمیں یہ حدیث بعینہ انہی الفاظ سے حرف بحرف موجود ہے +

طرز استدلال نمبر ۱۱ (حدیث سمع و بصر و فواد) حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۹ و ۱۰ میں ہے تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور پائی تیرے دل کی بات موافق زبان تیری کے تحقیق خدا نے تجھکو بمنزلہ سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھکو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے (و بدر الدجے صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۰۱ و آیات بینات صفحہ ۴ بحوالہ منتہی الکلام)

ابطال استدلال معلوم ہوتا ہے کہ مولف حقیقت نے چشم بصیرت کو بند کرکے ان شرطیہ کو ترجمہ میں بالکل نظر انداز کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی +

(ب) اگر مولف حقیقت اس لفظ اِنْ کو جسکو اپنے قلم سے عبارت تفسیر میں نقل کیا ہے مخفف عن المثقل قرار دیتا ہے تو یہ اسکی سراسر غلطی اور علم عربی سے نادانی ہے کیونکہ اِنْ مخففہ کے بعد افعال مفید معنی علم ظن کا ہونا ضروری ہے یعنی افعال قصص یا افعال شک و یقین کا ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی خبر میں لام کا آنا بھی منجملہ لوازمات کے ہے دیکھو متن متین صفحہ ۲۷۹ کتاب نحو۔ اور قرآنی مثال اسکی یہ ہے وان نظنک لمن الکذبین۔ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ہدی اللہ اور علاوہ بریں حدیث محولہ بالا میں اس عبارت منقولہ سے پہلے سیاق کلام میں حروف شرط چلے آتے ہیں چنانچہ عنقریب لکھا جائیگا۔

(ج) مولف حقیقت نے اپنی کم علمی کا ایک اور ثبوت دیا ہے کہ حدیث مذکورہ میں ماضی کے صیغوں پر زور دیا ہے۔ حالانکہ اس موقع پر ماضی بمعنے مستقبل وارد ہے کیونکہ اسپر حرف شرط آگیا ہے جو ماضی کو بمعنے مستقبل کر دیتا ہے دیکھو متن متین صفحہ ۲۴۶ الماضی بمعنی المستقبل اذا اخبر بہ عن مستقبل او دخلہ اداۃ شرط قرآنی مثال یہ ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ سورہ اذا الشمس کورت تا آخر تک سورۃ اذا السماء انفطرت اذا القبور بعثرت تمام

(د) یہ حدیث تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳ میں بذیل تفسیر قولہ تعالٰے اوکلما عاھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون مروی ہے امام محمد باقرؑ سے امام حسن عسکریؑ روایت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہود اور ناصبیوں کو سرزنش فرماتا ہے جنہوں نے ان مواعید کو توڑ دیا جنپر اُن سے عہد لیا گیا تھا (تا اینکہ فرمایا) یہ آئندہ عمر میں بھی ایمان لانیوالے اور رو برکرنیوالے معلوم نہیں ہوتے باوجودیکہ اُنہوں نے معجزات کا مشاہدہ بھی کر لیا ہے۔ اور رسول خدا صلعم فرماتے ہیں جو عہد پر وفا کرے اُس کیلئے انعام و اکرام ہے۔ اور جو اپنے عہد کو توڑ دے اُسکا وبال اسی پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اُس سے بدلہ لیگا۔ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے۔ یہ جناب رسولخدا صلعم

کی سب صحابہ کے لئے وصیت تھی۔ اور یہی وصیت آپ نے اُس وقت بھی فرمائی جب غار میں تشریف لیگئے۔ اس طرح کہ آپنے ابوبکر سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِن آنسك وساعدك ووازرك وثبت علےٰ تعاهدك وتعاقدك كان في الجنة من رفقائك یعنی اگر ابوبکر تیرے ساتھ اُنس رکھے اور تجھ سے موافقت کرے اور تیری مدد کرے اور تیرے ساتھ کئے ہوئے عہدوں پر ثابت قدم رہے تب وہ تیرے ساتھ جنت میں تیرے رفیقوں سے ہوگا (پھر فرمایا) کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا لاجرم اِن اطلع اللہ علےٰ قلبك ووجد ما فيه موافقاً لما جرى علےٰ لسانك جعلك مني بمنزلة السمع والبصر والرأس من الجسد وبمنزلة الروح من البدن كعلي الذي هو مني كذلك وعلي فوق ذلك لزيادة فضله وشرف خصاله يا ابا بكر من عاهد الله ثم لم ينكث ولم يغير ولم يبدل ولم يحسد من قد ابانه الله بالتفضيل فهو معي في الرفيع الاعلى ترجمہ:۔ یقین ہے کہ اگر خدا نے تیرے دل پر اطلاع پاکر اسکو تیری زبانی کلام کے موافق پایا تو تجھکو مجھ سے بمنزلہ کان و آنکھ اور سر اور روح کے بدن سے بنائیگا جیسا کہ علیؑ مجھ سے اسی طرح ہے بلکہ علیؑ بوجہ اپنی فضیلت اور اچھے خصال کے اس سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ اے ابابکر جو خدا سے کوئی معاملہ و معاہدہ کرے پھر اُس کو نہ توڑے اور نہ اُس کو تغیر و تبدل کرے اور نہ وہ ایسے شخص پر حسد کرے جسکو اللہ تعالیٰ نے فضیلت میں منتخب کرلیا ہے (یعنے حضرت علیؑ پر) تو وہ شخص میرے ساتھ بلند مدارج میں ہوگا (پھر امام صاحب نے فرمایا) جناب رسول اللہ صلعم نے اپنے اعجاز سے حضرت ابوبکر کو وہ فرشتے دکھلائے جو یہ پکار رہے تھے کہ اے محمد صلعم جسنے تیرے وعدہ کو وفا کیا وہ تیرے ساتھ بہشت میں رفیق ہوگا۔ اور جس نے اس عہد کو توڑا اُسکا وبال اُس کے نفس پر ہوگا وهو مع قرناء ابليس اللعين في طبقات النيران الخ یعنے وہ ابلیس ملعون کے ساتھ دوزخ کی گھاٹیوں میں رہیگا۔ انتہےٰ + ترجمتہ ملخصاً +

نتیجہ:- اس حدیث سے کوئی فضیلت حضرت ابوبکر کی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انکی مذمت ثابت ہوتی ہے کہ باوجود اس قدر اہتمام عہد پختہ کرنے اور نکث عہد سے ڈرانے اور فرشتوں کی آواز سے وفا کی تاکید کرانے کے پھر بھی ابوبکر صاحب رسول خدا صلعم کے عہد پر قائم نہ رہے۔ غور فرمائیے یہ کلام امام عالیمقام کا ایسی آیت کی تفسیر میں وارد ہے جس میں عہد توڑنے والوں پر زجر و توبیخ آئی ہے کہ وہ باوجود مشاہدہ معجزات کے بھی ایمان نہیں لائے اور عہد کو توڑ دیا۔ مثال میں اس قصہ ابوبکر کو بھی بیان فرمایا۔ نبی صلعم وفا کی شرط بار بار سناتے اور عہد شکنی پر عقاب سے ڈراتے رہے۔ اس حدیث کے علاوہ شہداء احد کے مکالمہ کیوقت بھی ابوبکر صاحب کو مخاطب کر کے احداث پیدا کرنے اور عہد توڑنے سے ڈرایا مگر حضرت خلیفہ اول کے دل پر ترغیب بہشت و رفاقت آنحضرت صلعم کا اثر نہ ہوا اور باوجودیکہ اسی حدیث میں حضرت علی کے فضائل امامت و خلافت پر حسد کرنے سے آنحضرت صلعم نے خاص طور پر اُسے ڈرایا اور مفاد اخروی کی یہ شرط قرار دی کہ وہ تغیر و تبدل نہ کرے اور فضائل مخصوصہ حضرت علیؑ پر حسد نہ کرے۔ مگر وہ صاحب بے دھڑک مسند نبی و علیؑ پر بلا اجازت اُن کے بیٹھ گئے اور جناب لخت جگر رسول خدا صلعم سیدۃ النساء و برادر مصطفے علیؑ المرتضے کو بجائے تعظیم و تکریم بہت کچھ صدمات پہنچائے واذا فات الشرط فات المشروط اور جیسے صحابہ مذکور بیعت رضوان کے توڑنے سے اُسکے مفاد نہ لے سکے۔ ان وصایا نبی پر قائم نہ رہنے سے ویسے ہی مفاد اس حدیث سے محروم رہتے۔ دیکھو مضمون اعتقادات امامیہ بذیل طرز استدلال نمبر ۱ اعتقادات از بحث ثلاثہ نیز دیکھو استدلال نمبر ۷ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ ابوبکر صاحب نے غار میں رسول خدا صلعم کی بابت دیگر اعتقاد کیا۔ یہ خوب ایمانداری اور عہد پر وفاداری ہے۔

اور وقعہ غار میں جناب علیؑ مرتضیٰ کی فضیلت کے لئے آیت ومن الناس من یشری
نفسہ ابتغاء مرضات اللہ شاہد ہے کہ علیؑ نے اپنی جان رسول خدا صلعم پر
رضائے خدا تعالیٰ کے لئے فدا کر دی۔ دیکھو تفسیر کبیر فخر رازی و تفسیر حسینی و دیگر
تفاسیر بذیل آیہ مذکورہ و کتب تواریخ سُنیہ +

خدا کے علم میں شک نہیں ہوتا۔ مگر باعتبار ظاہری حالات کے آزمائش کے
مقام پر ایسے کلمات وارد ہیں جیسے ان اطلع اللہ علیٰ قلبک الخ قرآن میں
اسکی بہت مثالیں موجود ہیں۔ نمونہ کے لئے دیکھو پارہ ۱۰ رکوع ۲ ان یعلم اللہ
فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا۔ اور دوسرے مقام پر ہے ام حسبتم ان تترکوا و
لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم وغیرہ +

طرز استدلال نمبر ۱۲ } شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں حضرت
امام موسیٰ رضاؑ سے روایت کی ہے امام حسن بن علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا
صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سمع کے ہے۔ اور عمر بمنزلہ میرے بصر کے ہے
اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہے۔ اب ناظرین کرام اصحاب ثلاثہ کو بنظر
انصاف ملاحظہ فرماویں۔ بدر الدجیٰ صفحہ ۱۱۶ بعینہٖ +

ابطال استدلال } اس حدیث میں بھی اپنی عادت مستمرہ کے مطابق
اہل سنت نے خیانت مجرمانہ کی ہے۔ مکمل حدیث اصل کتاب میں دیکھنے سے ثلاثہ
کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کا خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھو معانی الاخبار
صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ایران عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلعم ان ابابکر
منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد قال فلما
کان من الغد دخلت الیہ وعندہ امیر المؤمنین وابوبکر وعمر وعثمان فقلت
لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ھؤلاء قولا فما ھو فقال علیہ السلام نعم

ثم اشار بیدہ الیھم فقال ھم السمع والبصر والفؤاد وسیسئلون عن ولایۃ وصیی ھذا واشار الی علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ ثم قال ان اللہ عزوجل یقول ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ ثم قال وعزۃ ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیٰمۃ ومسئولون عن ولایتہ وذالک قول اللہ عزوجل وقفوھم انھم مسئولون ترجمہ۔ امام حسنؑ جناب رسول خدا صلعم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تحقیق ابوبکر مجھ سے بمنزلہ کان کے (قریب) ہے اور عمر مجھ سے بمنزلہ آنکھ کے (قریب) ہے۔ اور عثمان مجھ سے بمنزلہ دل کے (قریب) ہے۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ میں جب دوسرے دن گیا آں حضرت صلعم کے پاس جناب امیر علیہ السلام و عمر و عثمان بھی موجود تھے میں نے عرض کیا ابا جان میں نے آپسے آپکے ان صحابہ کے بارے میں جو کلام سُنا ہے اُس کا کیا مطلب ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا ہاں پھر ان صحابہ کیطرف اشارہ فرمایا کہ وہ سمع وبصر اور دل (قرب مجلس میں) ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ ان سے تسلیم ولایت میرے اس وصی کا اور حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا سوال کیا جائیگا۔ پھر اس آیت کو پڑھا تحقیق کان اور آنکھ اور دل سب سے پوچھا جائیگا (حق کو سُنکر دیکھکر۔ جانکر کیوں قبول نہ کیا) پھر فرمایا۔ خدا کی قسم تحقیق میری ساری امت کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور ولایت حضرت علیؑ کی بابت اُن سے پوچھا جائیگا۔ فرمایا آیت وقفوھم انھم مسئولون کا یہی مطلب ہے۔ انتہٰی۔ آیت موخر الذکر کی یہی تفسیر بروایت ابو سعید خدری نبی صلعم سے کتاب سُنی صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۷ میں بھی مروی ہے ✦

نتیجہ۔ اس کلام نبوی سے اصحاب ثلاثہ کو توبیخ و تنبیہ کرنی منظور تھی کہ باوجود اس قدر تعلقات و قرب ظاہری ان کے کہ گویا سمع و بصر و قلب ہیں پھر ولایت

وہ صاحب جناب امیرؑ سے ان کا انکار اور مخالفت فرمان نبوی سب سے زیادہ قابل مواخذہ ہو گا۔ اور ان سے مطابق آیہ سمع بصر فواد خاص باز پرس ہو گی۔ ان کے انکار ولایت کا ثبوت فلک النجاۃ جلد اول میں ملاحظہ ہو۔ پس جو دنیا میں ولایت جناب امیرؑ کے مقر ہونگے وہ آخرت میں بھی صحیح جواب پر کامیاب ہونگے۔ اور جو آنجناب کے مخالف ہونگے وہ آخرت میں ناکام ہوکر دوزخ میں جائینگے۔

طرز استدلال نمبر ۱۳ (حدیث امامان عادلان) احقاق الحق معتبر کتاب شیعوں میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ روایت منقول ہے کہ ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیھما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ ترجمہ:۔ وہ دونوں تھے امام عادل۔ عمل کرتے تھے حق پر اور مرے اسی پر پس ان پر رحمت خدا کی قیامت کے دن تک ہو۔ بدر الدجےٰ صفحہ ۳۰۵ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۳ +

ابطال الاستدلال مولف حقیقت مذہب شیعہ کی خاص خیانت اور جعلسازی ہے کہ فقرہ حدیث کو توڑ پھوڑ کر لفظی اور معنوی تحریف کرکے مطلب بگاڑ دیا ہے۔ ایک تو بجائے فعلیھما رحمۃ اللہ رحمھما اللہ لکھا ہے اور یوم القیمۃ کے ساتھ الیٰ کا پیوند لگایا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین متعصب سنیوں نے بدستور خیانت مجرمانہ و مخالفت دیانت سے اس عبارت کو نامکمل لکھکر برخلاف منشاء امام علیہ السلام غلط ترجمہ کرکے عوام کو دام تزویر میں پھنسانا چاہا ہے۔ ہم اس عبارت کو مکمل کتاب مذکور سے بعینہ نقل کرکے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیتے ہیں۔ کتاب احقاق الحق کے مقدمہ صفحہ ۹ بیان مقامات تقیہ میں لکھا ہے منہا ما روی انہ سأل رجل من المخالفین عن الامام الصادقؑ وقال یا بن رسول اللہ صلعم ما تقول فی

ابی بکر وعمر فقال هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیه فعلیهما رحمة الله یوم القیمة فلما انفرق الناس قال له رجل من خاصته یا بن رسول الله صلعم لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر وعمر فقال نعم هما اما ما اهل النار کما قال الله سبحنه وجعلنا منهم ائمة یدعون الی النار واما القاسطان فقد قال الله تعالٰی واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا۔ واما العادلان فلعدلهما عن الحق کقوله تعالٰی والذین کفروا بربهم یعدلون۔ والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیه هو امیر المؤمنین حیث آذیاه وغصبا حقه والمراد من موتهما علی الحق انهما ماتا علی عداوته من غیر ندامة عن ذالك والمراد من رحمة الله رسول الله فانه کان رحمة للمؤمنین وسیکون خصما لهما ساخطا علیهما منتقما منهما یوم الدین انتهٰی۔ ترجمہ:۔ منجملہ مقامات تقیہ یہ ہے کہ جو اس طرح مروی ہے کہ مخالفین سے ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا اے رسول اللہ کے بیٹے آپ ابوبکر وعمر کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں امام عادل قاسط ہیں دونوں حق پر تھے (حق کے اوپر تھے اور دبا لیا) اور اسی پر فوت ہوئے۔ پس دونوں کے اوپر قیامت کے دن رحمت خدا (رسول خدا صلعم) ہونگے۔ جب عام لوگ چلے گئے خواص بارگاہ سے ایک نے عرض کیا اے بیٹے رسول اللہ صلعم کے تحقیق مجھے اس سے تعجب ہوا ہے جو آپنے ابوبکر وعمر کے حق میں فرمایا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں اسکے معنے سنو۔ وہ دونوں دوزخیوں کے امام (پیشوا) ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے ہم نے ان میں سے ایسے امام بھی بنائے (پیدا کئے) جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور قاسط کا وہ معنے ہے جو اس آیت میں ہے۔ اللہ تعالٰے

فرماتا ہے لیکن قاسطین دوزخ کا ایندھن (پنجابی۔بالن) ہونگے۔ اور عادلان سے مراد حق سے پھر جانیوالے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنہوں نے کفر کیا وہ حق سے پھر جاتے اور اپنے رب کے ساتھ جھوٹے معبودوں کو برابر جانتے ہیں (اس جگہ بناوٹی اماموں کو ائمہ ہدٰے کے برابر سمجھنے میں حق سے پھر نامراد ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ءالٰہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون۔ پارہ۲۰ رکوع) اور حق سے مراد امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں چنیر وہ دونوں تسلط کر کے غاصب خلافت ہوئے اور انہوں نے جناب امیر کو ایذا دی۔ اور دونوں کی موت اسی عمل پر ہوئی۔ اور جناب امیرؑ کی دشمنی پر مرے۔ اور اس سے توبہ نہ کی۔ اور رحمت العد سے مراد جناب رسولخدا صلعم ہیں کیونکہ آپکو خدا تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین کے خطاب سے یاد فرمایا ہے قریب ہے کہ قیامت کو ان دونوں پر حضور صلعم خصیم اور مقابل مدعی غضبناک ہونگے اور خدا کی بارگاہ میں داد رسی کیلئے دونوں پر دعویدار ہوکر ان سے بدلہ لیں گے انتہے فرمائیے سُنّی صاحبان اس حدیث شریف سے حضرات شیخین کی تعریف و مدح ثابت ہوتی ہے یا مذمت و فضیحت۔ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض

طرز استدلال نمبر۱۴۲ (حدیث فضل ابی بکر و عمر) کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۲۰۴ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے لست بمنکر فضل ابی بکر ولست بمنکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل من عمر الخ ترجمہ:- فرمایا امام باقرؑ نے کہ میں ابوبکر صدیق و عمر کے فضائل سے انکار نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ ابابکر صدیق زیادہ افضل ہے عمر سے۔ دیکھو حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۰

ابطال استدلال یہ عبارت بھی سنی مؤلف نے بڑی بھاری خیانت اور مغالطہ دہی سے لکھی ہے مکمل روایت سے بجائے فضیلت مذمت و فضیحت ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس حدیث سے چند دیگر موضوع احادیث فضائل شیخین کی بھی مردود

ہو جاتی ہیں۔ دیکھو احتجاج طبرسی صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ مطبوعہ ایران۔ اُس میں ایک مکالمہ طویل یحییٰ بن اکثم[ف] اور امام محمد باقرؑ کا درج ہے جسکا بخوف طوالت ترجمہ لکھدیا جاتا ہے۔ مگر عبارت محوّلہ سُنّی مولف اصل عربی لکھی جائیگی:-

یحییٰ بن اکثم۔ اے بیٹے رسول اللہ صلعم کے آپ اس حدیث کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو بیان کی جاتی ہے کہ جبرئیلؑ رسول صلعم کے پاس آیا اور کہا خدا تعالیٰ آپکو سلام کے بعد فرماتا ہے ابوبکر سے پوچھئے وہ ہم سے رضی ہے یں تو اُسپر راضی ہوں۔

امام علیہ السلام۔ میں فضیلت کا انکار نہیں کرونگا (اگر ثابت ہو تو مان لونگا) مگر اس حدیث بیان کرنیوالے پر واجب ہے کہ اُس حدیث پر بھی عمل کرے جو رسولخدا صلعم نے حجۃ الوداع کے وقت فرمائی کہ مجھپر جھوٹی حدیثیں بنانے والے بہت ہوگئے ہیں اور بہت ہونگے۔ جسنے مجھپر عمداً جھوٹ بولا اُس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی (اس حدیث سے امام صاحب پہلی حدیث کو جھٹلا رہے ہیں) جب میری حدیث تم کو پہنچے اُس کو قرآن سے مطابقت دو جو موافق کتاب اللہ اور میری سنّت کے ہو اُس پر عمل کرو اور ان دونوں کے مخالف ہو تو اسپر عمل نہ کرو۔ اور یہ حدیث جو ابوبکر کے بارہ میں بیان ہوئی ہے کتاب اللہ کے موافق نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آدمی کو پیدا کیا ہے۔ اور جو بات اُسکے اندر کھٹکتی ہو اُس کو بھی ہم جان لیتے ہیں۔ ہم اُس کی شاہ رگ سے زیادہ اُس کے قریب ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ابوبکر کی رضا، یا غضب کس طرح مخفی رہے کہ اس پوشیدہ راز کو ابوبکر

ف یحییٰ بن اکثم جو امام محمد باقرؑ سے مکالمہ میں شیخین کے فضائل بیان کر رہا ہے وہ سنیوں کا مشہور و معروف قاضی بغداد تھا جسکو مامون خلیفہ نے امام محمد تقیؑ سے مناظرہ کرانے کیلئے بھی اسی کو منتخب کیا تھا دیکھو سنیوں کی صواعق محرقہ مصری صفحہ ۱۲۳ پس اس شاہی قاضی سُنّی کے سامنے امام محمد باقر علیہ السلام نے فضائل شیخین کی نہایت نرمی و سنجیدگی سے اس طرح تردید فرمائی کہ قاضی کو زیادہ رنج بھی پیدا نہوا اور اُس کو خاموش بھی ہونا پڑا۔ ۱۲ منہ

سے پوچھنے کی حاجت پڑی۔ یہ عقلاً محال ہے (اسی طرح بعینہ سنیوں کے علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جزو ۱۱ صفحہ ۱۰ مطبوعہ ایران میں اس حدیث کا موضوع ہونا تسلیم کرتے ہیں)

یحییٰ بن اکثم۔ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر زمین پر ایسے ہیں جیسے آسمان پر جبرئیل و میکائیل ہیں۔

امام علیہ السلام۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ جبرئیل و میکائیل دونوں مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی ایک لمحہ بھی خلاف طاعت الٰہی نافرمانی نہیں کی اور ابوبکر و عمر نے خدا کے ساتھ شرک کیا اگرچہ بعدہٗ اسلام لائے مگر اکثر زمانہ اُن کا شرک میں گذرا لہٰذا یہ محال ہے کہ خدا تعالیٰ یا رسول خدا صلعم اُنکو ایسے مقرب فرشتوں سے تشبیہ دیں

یحییٰ بن اکثم۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں بہشت کے بڈھوں کے سردار ہونگے آپ کا اس میں کیا اعتقاد ہے۔

امام علیہ السلام:۔ یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ اہل بہشت جوان ہونگے بوڑھے نہ ہونگے اور اس خبر کو بنی امیہ نے اُس حدیث کے مضاد (مخالف) وضع کر لیا ہے جس میں رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

یحییٰ بن اکثم۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر ابن خطاب بہشتیوں کا چراغ ہوگا۔

امام علیہ السلام۔ یہ بھی محال ہے بہشت خدا کے مقرب فرشتوں اور حضرت آدمؑ و حضرت محمد صلعم اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے انوار سے منور نہ ہوا اور نور حضرت عمر کا محتاج رہے (نبی صلعم کو خدا تعالیٰ نے سراج منیر کا خطاب دیا ہے۔ یاایہا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً) تو خدائی چراغ کی موجودگی میں حضرت عمر کے چراغ کی کیا ضرورت ہوگی یہ یار لوگوں کا افسانہ ہے۔ اس حدیث کا موضوع ہونا سنیوں نے خود تسلیم کیا ہے

دیکھو میزان الاعتدال جلد ا صفحہ ۸، ترجمہ احمد بن یوسف المنبجی نمبر ۶۱۵ (قال ابو نعیم هذا باطل مخالف لکتاب الله - اتی بخبر کذب)

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ زبان حضرت عمر کی حق بولتی ہے۔

امام علیہ السلام - لست بمنکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل من عمر فقال علی راس المنبر ان لی شیطانا یعترینی فاذا ملت فسددونی - ترجمہ - میں عمر صاحب کی فضیلت کا انکار نہیں کرونگا لیکن ابا بکر نے جو عمر سے افضل مانا جاتا ہے برسر منبر یہ اقرار کیا ہے کہ میرے ساتھ شیطان ہے جو مجھے پکڑ لیتا ہے جب میں حق سے پھر جاؤں تم مجھے سیدھا اور درست کر دیا کرو (اس روایت ان لی شیطانا الخ کا ثبوت کتب سنیہ سے دیکھنا ہو تو فلک النجاۃ دیکھو۔ امام کا منشاء یہ ہے کہ عمر صاحب جو ابوبکر سے کم درجہ پر ہیں کس طرح شیطانی تسلط سے بچ سکتے ہیں کہ ان کی زبان سے بغیر حق کچھ نہ نکلے جب ان سے افضل کا یہ حال ہے اور عمر صاحب کے غلط فتوے کو جب بڑھیا عورتوں تک صحیح کر دیتی تھیں کس طرح مانا جاسکتا ہے کہ ان کی زبان سے بغیر حق کچھ نہیں نکلتا تھا - وہ خود اقراری ہیں کہ مجھ سے ہر کس شریعت کا زیادہ واقف ہے۔ اور کہا کرتے تھے لولا علی لهلك عمر دیکھو فلک النجاۃ بیان علم عمر)

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میں نبوت کیلئے مبعوث نہ ہوتا تو عمر کو نبی بنایا جاتا۔

امام علیہ السلام - خدا کی کتاب اس روایت سے زیادہ سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے نبیوں سے عہد لیا تجھ سے اور حضرت نوحؑ سے۔ جب پیغمبروں سے عہد لیا گیا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عہد کو توڑ دے۔ اور نیز کل پیغمبروں نے طرفۃ العین میں بھی شرک نہیں کیا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسکو نبی کرے جسکا اکثر حصہ زندگی شرک میں گذرا ہے (چھ سال نبی صلعم

دعوتِ اسلام دیتے رہے تب بھی عمر صاحب اسلام نہ لائے جب لائے تو وہ
بھی ایسی حالت سے جو فلک النجاۃ میں لکھی ہے۔ اور پھر بھی نبوت میں شک
کرتے رہے۔ تو اسی نورانیت اور معرفت خدا پر ان میں مادہ پیغمبری موجود تھا)
اور نبی صلعم فرماتے ہیں۔ آدمؑ ابھی جسد میں بن رہے تھے کہ میں نبی مقرر ہو چکا
تھا (جب وہ نبی مقرر ہو چکے تو یہ شک کیسا کہ جناب محمد صلعم نبی بنائے جائیں
یا عمر صاحب)

یحییٰ بن اکثم۔ بیان کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر عذاب نازل
ہوتا تو بغیر عمر صاحب کے کوئی نجات نہ پاتا۔

امام علیہ السلام۔ یہ بھی محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا تعالیٰ انکو اس
حال میں عذاب نہیں دیتا کہ تم ان میں موجود ہو اور انکو اس حالت میں عذاب
نہیں کرتا کہ وہ خدا سے بخشش مانگتے ہوں۔ انتہےٰ۔

نوٹ۔ امام علیہ السلام کی غرض آخری فقرہ سے یہ ہے کہ اگر عمر صاحب کے
بغیر کوئی نہ بچتا تو اوّل جناب سید الانبیا کو لیجئے کہ انکا کیا حال ہوتا جو دوسروں
کے لیے بھی باعث نجات تھے۔ پھر مطابق آیت نبی صلعم کی موجودگی میں صحابہ
کو عذاب کس طرح ہوتا۔ پھر دوسری آیت کے مطابق استغفار کرنیوالوں کو عذاب
نہیں ہونا تھا۔ اور صحابہ میں کچھ لوگ بخشش مانگنے والے ضرور تھے۔ سب کس طرح
عذاب میں گرفتار ہوتے۔ مذکورہ بالا مکالمہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرات
اصحاب ثلاثہ کے بارے میں جسقدر احادیث فضائل اہل سنّت میں مشہور ہیں
سب جھوٹی اور خلاف نقل و عقل ہیں۔ سیاق کلام حضرت امام علیہ السلام
سے اہل سنّت بمنکر فضل ابی بکر و فضل عمر کا حقیقی معنے بخوبی
سمجھ سکتے ہیں۔ جس سے بجائے فضیلت شکایت ثابت ہے۔ فضائل صحابہ

کے بارہ میں موضوع احادیث کا مشہور ہونا اور بادشاہان اسلام کے حکم سے بنایا جانا ہم ایک سنی عالم کے قلم سے ثابت کرتے ہیں۔

معاویہ کے وقت جھوٹی احادیث بنانے پر تنخواہ ملتی تھی۔ } علامہ ابن ابی الحدید سنی شرح نہج البلاغہ میں بذیل شرح کلام جناب امیرؑ ان فی

ایدی الناس حقا و باطلا و صدقا و کذبا و ناسخا و منسوخا الخ چند احادیث موضوعہ کا ذکر کرتے ہیں جن میں ابوبکر صاحب کی نسبت حدیث اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا اور دوسرے دروازے بند کرو ابوبکر کا کھلا رہے اور خدا کا پوچھنا کہ ابوبکر میں تو تم سے راضی ہوں تو راضی ہے وغیرہ کو موضوع لکھا ہے۔ اور علامہ موصوف شرح کلام مذکور میں صفحہ ۸ جزو ۱۱ (مطبوعہ ایران) پر لکھتے ہیں کہ معاویہ کے زمانہ میں بالخصوص بہت جھوٹی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ اور بڑے ثقہ محدث بھی اُن احادیث کو صحیح حدیثوں میں ملا کر بیان کرتے چلے آتے ہیں بعض کی نسبت اُن محدثین نے موضوع ہونیکا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن صحابہ سے ماتحت راویوں پر طعن کرتے ہیں۔ اور صحابہ پر بوجہ صحبت طعن نہیں کرتے لیکن انکا حال بیان کرتے ہوئے طعن کر بھی جاتے ہیں جیسے بسر بن ارطاۃ وغیرہ کے حال میں لکھا ہے (پھر لکھا ہے) معاویہ نے اپنے اہلکاروں کو تمام اطراف و اکناف میں یہ حکم دیا کہ شیعیان علیؑ کی گواہی منظور نہ کیجائے اور یہ خیال رکھو کہ جو گروہ حضرت عثمان اور اُنکے حب داروں سے ہو اور جو لوگ اُس کے فضائل و مناقب روایت کریں اُنکے مدارج بڑھا دو۔ اور حکومت میں انکو متقرب سمجھو۔ انکی تعظیم کرو۔ اور جسقدر حضرت عثمان کے بارہ میں کوئی شخص فضائل روایت کرے اُس کا میرے پاس مع اُسکی ولدیت و قومیت کے نام لکھو۔ پس لوگوں نے یہ کام شروع کیا حتے کہ لوگوں نے فضائل حضرت عثمان اور اُس کے مناقب

[illegible]

سلہ علامہ مذکور نے صفحہ ۱۰ پر وضاعین صحابہ و تابعین کی ایک فہرست لکھی ہے ۱۲ منہ

بہت کچھ بنائے کیونکہ اس امر پر اُن کو معاویہ کی طرف سے انعام اکرام سرپا اور جاگیریں ملتی تھیں۔ پس ہر شہر میں اس قسم کے بہت لوگ ہو گئے جو اپنے مرتبہ دنیاوی کی خاطر حدیثیں بنایا کرتے تھے۔ پس ایسا کوئی خسیس سے خسیس آدمی نہیں تھا جو اہلکار معاویہ کے پاس آکر فضیلت اور منقبت امیر عثمان میں کوئی روایت کی ہو اور اُس کا نام رجسٹر تنخواہ خواروں میں نہ لکھا گیا ہو یا وہ مقرب نہ سمجھا گیا ہو۔ پس کچھ زمانہ یہی صورت رہی۔ پھر معاویہ نے اپنے اہلکاروں کو لکھا ان الحدیث فی عثمان قد کثر و فشا فی کل مصر و فی کل وجہ و ناحیۃ فاذا جاءکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضائل الصحابۃ والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبراً یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ مفتعلۃ فان ھذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجۃ ابی تراب وشیعتہ یعنی پھر معاویہ نے یہ حکم جاری کیا کہ امیر عثمان کے بارے میں حدیث فضائل کی بہت شائع ہو چکی ہے۔ اب میرے اس حکم پہنچنے کے بعد لوگوں کو اس امر کا حکم دو کہ فضائل مطلق صحابہ اور پہلے خلفا کے روایت کریں۔ اور کوئی ایسی حدیث نہ چھوڑو جسکو کوئی مسلمان ابو تراب (علیؑ) کے بارے میں روایت کرتا ہو۔ مگر یہ کہ اُسکے مخالف مقابل ایسی بناوٹی احادیث پیش کرو جو باقی صحابہ کے فضائل پر دال ہو۔ پس یہ میرے نزدیک بہت بہتر اور مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور یہ بات دلائل ابو تراب اور اُس کے شیعہ کے توڑنے میں کافی مصالحہ ہے (اس کے بعد لکھا) فرویت اخبار کثیرۃ فی مناقب الصحابۃ مفتعلۃ لاحقیقۃ لہا وجد الناس فی روایۃ ما یجری ھذا المجری الخ یعنی مناقب صحابہ میں بہت حدیثیں جھوٹی اور بناوٹی ایسی روایت کی گئیں جنکی کوئی اصلیت نہ تھی اور لوگوں نے اسمیں بڑی کوشش کی حتی کہ اپنے لڑکوں

؎ دیکھو ضمیمہ ۲ صفحہ ۱۵۹

طرز استدلال نمبر ۱۵ بدر الدجے صفحہ و حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۱۲ میں منہج الصادقین سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم فرمود کہ اگر عذاب نازل شدے غیر از عمر و سعد و معاذ کسے نجات نمے یافت۔

ابطال استدلال اس کا جواب بفرمان امام علیہ السلام استدلال نمبر ۱۴ کے آخری فقرہ میں گذر چکا ہے۔ امام علیہ السلام نے اس کو مخالف قرآن قرار دیکر تکذیب فرمائی ہے۔ یہ روایت شیعہ کی اسناد سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ خلاصۃ المنہج میں بذیل تفسیر و یریدون عرض الدنیا لکھا ہے کہ اس آیت میں ابوبکر پر عتاب وارد ہوا ہے کجا اعملوا ما شئتم اور کجا مذمت حرص دنیا و عتاب۔ ناقل عبارت بالا کا افترا ہے کوئی تعریف ابوبکر و عمر کی کسی روایت صحیحہ شیعہ میں نہیں پائی گئی۔ اگرچہ کتب تفاسیر و تواریخ شیعہ میں بعض روایات سنیہ بطور نقل کفر کفر نباشد و بیان اختلاف اقوال مخالفین درج ہیں مگر ہمارے برخلاف حجت نہیں ہوسکتیں۔ جیسے قرآن کریم میں لا تقربوا الصلوۃ وارد ہے اس سے کون عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کے ماقبل مابعد یا دیگر آیات قرآنیہ کی پرواہ نہ کیجائے اور کوئی نماز نہ پڑھے۔ اس عبارت محولہ بالا کا قائل ابن زید گذرا ہے جسکو شیعہ تسلیم نہیں کرتے۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۵۴ و ۳۵۵۔

طرز استدلال نمبر ۱۶ (اعملوا ما شئتم) کتاب بدر الدجے صفحہ و حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۱۳ میں خلاصۃ المنہج و مجمع البیان سے منقول ہے کہ خدا تعالی بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ و ایشاں را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ۔

ابطال استدلال خلاصۃ المنہج و مجمع البیان میں یہ عبارت کسی شیعہ کی اسناد سے موجود نہیں اور اسکا جواب بعینہ وہی ہے جو نمبر ۱۵ میں گذرا۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۵۴ و ۳۵۵

جواز استدلال نمبر ۱۷ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۴ میں بہ نسبت حضرت ابوبکر و سلمان فارسی و ابوذر کا عمل اظہار فرما کر امام صادق کا حکم سُنا نا دمن ازھد من ھؤلاء و قد قال فیہم رسول اللہ صلعم ما قال ترجمہ کون فضیلت رکھتا ہے ان لوگوں سے یعنی (خلیفہ ابوبکر صدیق و ابو ذر غفاری وغیرہ اصحاب پر) زیادہ از روئے تقویٰ و زہد کے جیسا کہ فرمایا بیچ انکے رسول اللہ نے + حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۰۱۔

ابطال استدلال سُنی مولف کو خدا ہدایت کرے یہ اپنی عادت سے جس کو مذہب اہل سنن کہنا چاہیئے کسی جگہ باز نہیں آتا۔ ہر جگہ خیانت سے کام لیتا ہے جس حدیث کا یہ ٹکڑا نقل کیا ہے وہ حدیث تین صفحات کامل کافی میں جاکر ختم ہوتی ہے۔ ناقل نے ماقبل و مابعد چھوڑ کر برخلاف سیاق اپنے مطلب کا ترجمہ لکھکر عوام کو دہوکا دیا ہے :(ا) اس حدیث کی اسناد میں ہارون بن مسلم راوی ہے جسکے مذہب میں جبر و تشبیہ کو دخل تھا۔ دیکھو رجال نجاشی صفحہ ۳۰۷ و نقد الرجال صفحہ ۳۶۶۔ اور دوسرا راوی مسعدہ بن صدقہ ہے جسکی نسبت نقد الرجال صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے وقال الشیخ فی الرجال عامی یعنے شیخ کہتا ہے کہ مسعدہ سنی ہے۔ اس بنا پر یہ حدیث سخت ضعیف اور ناقابلِ حجت ہے (ب) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲ پر یہ حدیث اس عنوان میں لکھی ہے کہ جناب صادق آل محمدؐ کی خدمت میں صوفیہ حاضر ہوئے جو لوگوں کو طلب رزق (عمل معاش) سے منع کرتے تھے۔ امامؑ کے سامنے انہوں نے اس امر پر دلائل پیش کئے۔ مسعدہ بن صدقہ (سُنی) کہتا ہے کہ سفیان ثوری (یہ سنی دشمن اہلبیت ہے، دیکھو رجال کشی صفحہ ۲۴۸) امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور امامؑ پر لباس فاخرہ کا اعتراض کیا جسکا جواب دندان شکن سُنا۔ اُسکے ہمراہیوں نے کہا یہ اپنی دلیل پیش نہیں کرسکا۔ امامؑ نے فرمایا تم پیش کرو۔ اُنہوں نے دلائل پیش کئے کہ تمام مال لُٹا دینا چاہیئے۔ امامؑ نے آیات و احادیث سے ان دلائل کو رد فرمایا اور انہی دلائل میں

بطور مسلمات خصم پیش کرنیکے امام نے فرمایا ابوبکر کو دیکھئے اپنی موت کیوقت اُسنے
پانچویں حصہ مال کی وصیت کی کہا یہ بہت ہے حالانکہ اُسکو تیسرے حصے تک دینے کا
اختیار تھا۔ اگر سارا مال لٹا دینا بہتر جانتا تو کم از کم تیسرا حصہ دیدیتا۔ پھر فرمایا ثم
من قد علمتم بعدہ فی فضلہ وزھدہ سلمان وابوذر یعنے پھر تم جنکو فضیلت و زہد
میں ابوبکر سے کم درجہ پر جانتے ہو سلمان وابوذر۔ وہ بھی کچھ دیتے اور کچھ رکھتے تھے۔
(پھر فرمایا) ومن ازھد من ھؤلاء وقد قال فیھم رسول اللہ صلعم ما قال ولم
یبلغ من امرھما ان صارا لایملکان شیئاً البتۃ کما تامرون الناس بالقاء
امتعتھم الخ ترجمہ یعنی ان سے کون زیادہ زاہد ہے جن کے حق میں رسولخدا نے وہ
کچھ فرمایا جو کچھ فرمایا۔ دیکھو کہ یہ دونوں اس حد تک نہیں پہنچے کہ وہ بالکل کسی چیز کے
مالک نہ رہے ہوں۔ جیساکہ تم لوگ آدمیوں کو امر کرتے ہو کہ وہ اپنا سارا مال ضائع
لٹا دیویں انتہیٰ۔ ھؤلاء کے مشار الیہم بلحاظ جمع مافوق الواحد یہی دو بزرگوار حضرت
سلمان وابوذر ہیں۔ اس کا مؤید صحیح و شاہد قوی ضمیر تثنیہ من امرھما اور صیغہ لایملکان
کا ہے جو بلا فاصلہ ضمیر جمع کے بعد واقع ہے اور مرجع اسروہ جگہ وہی مشار الیہم ہیں۔
(ج) اگر بالفرض ابوبکر صاحب کو اس اشارہ میں شامل سمجھا جائے تو بھی مخالفین
پر جو اس کے معتقد تھے احتجاج قائم کرنیکی غرض سے ہے فرمایا کہ اے جماعت صوفیا
تابعداران ابوبکر صاحب تم اپنے پیشوا کو دیکھو جنکو تم بعد رسولخدا سب سے افضل مانتے
ہو پھر اُن کو دیکھو جو اُس سے تمہارے خیال میں کم درجہ کے ہیں۔ چنانچہ یہ سنکر وہ
مبہوت اور خاموش ہوگئے ؎

طرز استدلال نمبر ۱۸ (حدیث نداء علوی و عثمانی) روضہ کافی صفحہ ۹۳ ایس حدیث
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بر شان حضرت عثمان شاہد ہے وہو ہذا فرمایا بوقت
روشن ہونے سورج کے آواز کرنیوالا آواز کرتا ہے کہ تحقیق علی اور اسکا گروہ مراد پانیوالا

یعنی جنتی ہے اور آخر دن کے پکارنیوالا پکارتا ہے کہ تحقیق عثمان اور اُسکا گروہ مراد پانیوالا ہے۔ یعنی جنتی ہے الخ ۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۷ ۔

ابطال استدلال کہ یہ روایت روضہ کافی صفحہ ۱۳۶ میں باسناد ابی جمیلہ مروی ہے۔ اور ابو جمیلہ اسدی النخاس ضعیف وکذاب وضاع الحدیث ہے جسکو نجاشی بھی ضعیف قرار دیتا ہے ۔ یہی الفاظ تضعیف راوی مذکور کے نقد الرجال صفحہ ۱۵۳ میں ملاحظہ ہوں (ب) ہوا خواہ ثلاثہ نے ترجمہ میں تحریف معنوی سے لکھا ہے پکارنیوالا پکارتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی یہ ندا جاری ہے۔ حالانکہ قریب قیامت کے آثار سے یہ بھی ایک علامت بیان ہوئی ہے مکمل حدیث دیکھو ۔ نیز روضہ کافی صفحہ ۹۹ کی حدیثیں دیکھکر مولف کو شرم نہیں آئی اور خیانت سے صادق وکاذب کے فرق کو عمداً چھوڑ دیا ہے ۔ (ج) بفرض تسلیم حدیث اسکی مبیّن ومفصل دو اور حدیثیں اس مضمون کی صفحہ ۹۹ پر موجود ہیں ۔ جن کے رواۃ میں اگرچہ ابن فضال فطحی ہے اور فطحی کی روایت بغیر موید صحیح برخلاف احادیث موثقین مقبول نہیں ہوتی ۔ دیکھو کتاب فوائد مدنیہ صفحہ ۸۱ ۔ مگر اُن کو بھی صحیح فرض کرکے ہم جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث میں دو آوازوں کا ذکر ہے ۔ ایک کو امام صادق اور دوسری کو باطل قرار دیتے ہیں اور شناخت کے لئے فرماتے ہیں جو ندا سے پہلے جس کا تابع ہوگا اُسی کو حق مان لیگا ۔ یہ بھی منجملہ آزمائشوں کے ایک آزمائش ہوگی ۔ اب ناظرین خود فیصلہ دیں کہ جن کے بارہ میں رسول خدا صلعم کی حدیث ہے الحق مع علیؑ وعلیؑ مع الحق اللهم ادر الحق حیث دار وانت وشیعتک فی الجنة ۔ ان کی نسبت جو ندا ہوگی وہ سچی ہوگی یا وہ جسکی نسبت باجماع مہاجرین وانصار معہ زوجہ محترمہ نبیؐ بی بی عائشہ کے یہ فتویٰ تھا اقتلوا نعثلا فقد کفر ۔ دیکھو تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ و تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰ و روضۃ الاحباب وغیرہ ۔ تفصیل کیلئے فلک النجاۃ صفحہ ۲۵۹ جلد ۱ ملاحظہ ہو۔

حضرت عثمان کے حالات کی بنا پر مہاجرین وانصار کے فتوے مختلف الفاظ کے ہیں کسی میں کفر کا لفظ آیا ہے جیسا کہ حوالہ گذشتہ میں مرقوم ہے۔ اور کسی میں لعنت کا لفظ آیا ہے چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے اور قتل کا لفظ سب کتب میں ہے۔ مجمع البحار لغت حدیث اہل سنن جلد ۳ صفحہ ۳۷۲ مطبوعہ نولکشور لغت نعثل میں یہ عبارت ہے۔ کان اعداء عثمان یسمونہ نعثلا تشبیہا برجل طویل اللحیۃ فی مصر اسمہ نعثل وقیل ھو الشیخ الاحمق وذکر ضبعان ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان وھذا کان منہا لما غاضبتہ وذھبت الی مکۃ یعنے حضرت عثمان کے دشمن اس کو نعثل کے نام سے پکارتے تھے اور اس سے انکی غرض مصر کے ایک دراز ریش آدمی سے مشابہت دینے کی تھی جسکا نام نعثل تھا۔ اور بعض کے نزدیک اس کا معنے شیخ احمق ہے اور بعض کے نزدیک .... اور اسی محاورہ سے حدیث حضرت عائشہ کی ہے کہا قتل کرو اس نعثل کو خدا اس نعثل کو قتل کرے یعنی حضرت عثمان کو۔ الخ فیصلہ کے لئے ایک حدیث سنیوں کی ہماری قوی موید ہے جو میزان الاعتدال علامہ ذہبی میں رسولخدا صلعم سے مروی ہے فرمایا دجال کے تابع وہی لوگ ہونگے جو حضرت عثمان کے دوست ہونگے دیکھو فلک النجاۃ فصل ایمان امیر عثمان۔ اس سے ثابت ہوا شیطانی آواز اور دجال کے تابع حضرت عثمان کے دوست ہونگے۔ اور حضرت علیؑ کے حب دار چونکہ پہلے ان کلمات کی خوب معتقد ہیں کہ حضرت علیؑ اور آپکے شیعہ بہشتی ہیں۔ اور فی الحقیقت یہی سچ ہے لہٰذا وہ اسی آواز کے تابع ہونگے۔ اس کی تصریح لفظاً کہ دوسری آواز جس میں حضرت عثمان کا ذکر ہوگا ابلیس کی ہوگی کے ثبوت میں بحار الانوار مترجم فارسی مطبوعہ تبریز جلد ۱۳ صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۳ ملاحظہ ہو۔ اُس میں بکثرت روایات متصریحہ وارد ہیں۔ نیز اُن روایات میں عثمان سے مراد عثمان بن عتبہ اولاد ابی سفیان سے ہے نہ خلیفہ ثالث نیز اُس میں پہلی آواز کا آنا آسمان سے لکھا ہے جسکا قائل جبریل ہوگا۔ اور دوسری

آواز کا آنا زمین سے لکھا ہے جسکا قائل ابلیس ہوگا۔ اور آخر میں امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ وشما بصدائے اوّل تابع شوید وحذر کنید ازیں کہ بصدائے دوم فریفتہ شوید انتہےٰ یہ روایت کتاب مذکور میں بلسناد اکمال الدین شیخ صدوق امام صادقؑ سے منقول ہے۔ خروج سفیانی کا ذکر جیسے ہمنے بحار سے ملخصاً ذکر کیا ہے روضہ کافی صفحہ ۹۹ پر بھی مختصراً مروی ہے۔ اس میں دو حدیثیں اس بات پر صاف شاہد ہیں کہ ان دو آوازوں سے ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی۔ روضہ کافی صفحہ ۹۹ کی عبارت یہ ہے قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام یوبخون ویکن بونا انا نقول ان صیحتین تکونان یقولون من این تعرف المحقۃ من المبطلۃ اذا کانتا قال فما تردون الیھم قلت ما نرد علیھم شیئا قال قولو الصدق علیھا اذا کانت من کان یؤمن بھا من قبل ان اللہ عزوجل یقول افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی فما لکم کیف تحکمون اسی جگہ دوسری حدیث میں ہے فما یدرینا ایما الصادق من الکاذب فقال یصدقہ من کان یؤمن بھا قبل ان ینادی ان اللہ عزوجل یقول الخ

طرز استدلال نمبر ۱۹ حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۲۴ میں ہے جلاء العیون مترجم جلد اوّل صفحہ ۳۱۵ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ امیر معاویہ سے صلح خلفاء ثلاثہ کے طریق پہ چلنے پر کی اور انکو برحق خلیفہ مانا۔

ابطال استدلال جلاء العیون فارسی فصل ۵ بیان حالات امام حسنؑ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۴ کی اصل عبارت لکھدیتا ہوں جس سے ناقل کی خیانت ظاہر ہو اور جواب خود اسی عبارت سے نکل آئے۔ چوں حضرت (امام حسنؑ) از اصحاب خود مایوس گردید درجواب معاویہ نوشت کہ من میخواستم حق را زندہ گردانم و باطل را بمیرانم و کتاب خدا وسنت پیغمبر را جاری گردانم۔ مردم با من موافقت نہ کردہ۔ اکنوں با تو

صلح میکنم بشرطے چند۔ میدانم کہ بآں شرط ہا وفا نخواہی کرد۔ شاد مباش از برائے این پادشاہی کہ برائے تو میسر شد بزودی پشیمان خواہی شد۔ چنانچہ دیگراں کہ غصب خلافت کردہ اند و پشیمانی برائے ایشاں سودے نمی بخشد (پھر صلحنامہ کی عبارت یہ لکھی ہے) صلح کرد حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب با معاویہ بن ابی سفیان کہ متعرض او نگردد بشرط آنکہ بعد از خود عمل کند درمیان مردم بکتاب خدا و سنت رسول خدا صلعم و سیرت خلفائے شائستہ الخ **نتائج**:۔ (۱) امام حسنؑ معاویہ کو حق پر نہیں جانتے تھے اسکو کتاب خدا و سنت رسول کے مخالف جانتے تھے (۲) معاویہ کے سامنے اگرچہ شرائط صلح پیش کئے مگر جانتے تھے کہ وہ انپر عمل نہیں کریگا۔ بلکہ بیوفائی کریگا۔ اسی واسطے اسکو پشیمان ہونے اور پشیمانی کے نفع نہ دینے کی خبر دی۔ (۳) معاویہ سے پہلے جو خلفاء ثلاثہ گذرے تھے امام حسنؑ انکے غاصب خلافت ہونے اور اُنکے حق پر نہ ہونے اور اُنکی پشیمانی بیوقت پر اُنکو نفع نہ پہنچنے کا اعتقاد رکھتے تھے معاویہ کو اُنہیں سے تشبیہ دی۔ (۴) صلح میں چونکہ امام وقت کا فرض تھا کہ معاویہ کو عمل بکتاب خدا و سنت رسولؐ و سیرت حقیقی خلفاء اللہ و حجج اللہ و خلفاء الرسول (شائستہ خلفاء) کی دعوت دیں۔ لہذا آپنے جناب امیرؑ اور اپنی اور امام حسینؑ کی سیرت پر عمل کرنے کا معاویہ کو اتمام حجت کے لئے حکم دیا گو آپ جانتے تھے کہ وہ اس کے برخلاف عمل کریگا جیساکہ شرائط صلح پر عمل نہ کرنے کو جانتے تھے۔ مگر انہی پر صلح کی۔ اور جیساکہ موسےؑ اور ہارونؑ کو اللہ تعالے کا حکم ہوا قولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی اگرچہ اللہ تعالی کو علم تھا کہ فرعون نہ ایمان لائیگا اور نہ خدا سے ڈر کر نصیحت قبول کریگا مگر پھر بھی اتمام حجت فرمایا۔ (۵) جناب امیرؑ نے سیرت شیخین پر شورائے عثمان کے وقت عمل کرنے سے علانیہ انکار فرمایا۔ دیکھو فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۲۵۶ بحوالہ صواعق صفحہ ۶۳ و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ و فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۱ و غرہ و نقد اکبر صفحہ ۸۰ کتب سنیہ۔

امام حسن بھی روایت مذکورہ بالا میں ہر سہ خلفاء کو غاصب قرار دے رہے ہیں پس کون عقلمند تسلیم کرتا ہے کہ انہی ثلاثہ کی سیرت پر آپ نے عمل کرنے کا معاویہ کو حکم دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ جو حقیقی خلفاء منصوص و رشائستہ تھے اُن کی سیرت مراد ہے۔

طرز استدلال نمبر ۲ (آیات سے استدلال) بدر الدجیٰ مجمع الاوصاف۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم و دیگر جملہ کتب مناظرہ میں سنیوں نے آیات ہجرت و نصرت بیعت رضوان۔ استخلاف لئن لم ینتہ المنافقون۔ آیت غار سے حضرات ثلاثہ کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔

ابطال استدلال۔ ان آیات کے صحیح معانی اور تفصیلی بحث ہم فلک النجاۃ جلد اوّل میں لکھ چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔ اس جگہ اتنا اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ ہجرت و نصرت یا کوئی عمل صالح ایسا نہیں کہ اسکے بعد خواہ کوئی گناہ کیا جائے وہ ضرر نہ دے اور ہجرت و نصرت کا خدا و رسول کے لئے بھی ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ گناہوں سے مہاجرت (یعنے بچا رہنا) بھی شرط ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہونا ضروری ہے جس سے نیک اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ پڑھیئے آیت یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۴۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نافرمانی خدا و رسول سے اعمال باطل و زائل ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں بھی ہدایت ظاہر ہونیکے بعد مخالفت رسول پر اعمال کا حبط اور ضائع ہونا وارد ہے۔ اور سورہ انفال پارہ ۱۰ رکوع ۲ میں وارد ہے ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلق وطن چھوڑنا مفید نہیں۔

نیز مطلق ہجرت بادعوائے ایمان کامل ایمان کی دلیل نہیں بجز اس کے کہ امتحان جہاد وغیرہ احکام شرعیہ میں کامیابی حاصل نہ ہو۔ ملاحظہ ہو آیت سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸

یا یہا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنٰت فلا ترجعوھن الی الکفار اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی دعوے ایمان رکھتا ہو اور اپنا وطن چھوڑ کر مسلمانوں میں آجائے تو ایسے مومن اور مہاجر کہلانے والے کا امتحان کی ضرورت باقی ہے۔ پھر امتحان میں وہ مومن ثابت ہو تب اُسکو مؤمنین میں شامل سمجھا جائیگا۔ ہم فلک النجاۃ میں ثابت کرچکے ہیں کہ حضرات ثلاثہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔

بیعت رضوان کے لئے پہلی شرط ایمان ہے جو آیت رضوان سے ظاہر ہے اسلئے اس سے مراد کامل مؤمن ہیں جنہوں نے اس عہد بیعت کو پورا نباہا۔ اور کبھی فرار نہ کیا۔ اور جو مفرور ہوئے وہ ناکث بیعت کی سزا پائیں گے۔ دیکھو آیت سورۂ فتح فمن نکث فانما ینکث علٰے نفسہ عہد توڑنے والوں اور فرار کا راہ لینے والوں کیلئے رضوان و سکینہ نہ ہونیکے ثبوت میں ہم بلحاظ اختصار اس جگہ ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں خاتم المحدثین علامہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تفسیر درمنثور (مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۷۴) میں رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضؓ سے باسناد ابن ابی حاتم آیت فعلم ما فی قلوبھم کی تفسیر میں اس طرح وارد ہے۔ فرمایا انما انزلت السکینۃ علی من علم منہ الوفاء۔ یعنی سکینہ فقط اُن افراد پر اُتری جن سے خدا تعالیٰ کو وفاداری کا علم تھا معلوم ہوا کہ جسنے وفا نکی وہ اس سے مستثنےٰ ہے۔ اور اس انعام میں وفا شرط ہے جیسا کہ آیت من ینکث کا صریح مفہوم ہے۔ اور سورہ احزاب پارہ ۲۱ میں وارد ہے ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا یعنی اُن لوگوں نے جو مفرور ہوئے قبل اس کے یہ عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ دکھائینگے (نہ بھاگیں گے) اللہ تعالیٰ کا عہد ان سے قیامت میں پوچھا جائیگا۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰ میں جابر و معقل بن یسار سے مروی ہے کہا بایعناہ صلعم علی ان لا نفر

یعنی ہم لوگوں نے آنحضرت صلعم سے اسی امر پر بیعت کی تھی کہ ہم کبھی نہ بھاگیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ وعدہ لینے اور ایکدفعہ معافی دینے کے بعد کا حکم اسطرح ارشاد فرماتا ہے و ان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما پارہ ۲۶ رکوع ۔ حضرات ثلاثہ کا فرار دیکھو فلک النجاۃ صفحہ ۲۵۶ ۔ ۲۳۳ اور ایکبار فرار کی معافی آچکی تھی۔ تو اُس کے بعد بیعت ثابت ہے۔ بعد فرار کرنے کی سزا آیت بالا سے واضح ہے کہ اگر تم پھر پیٹھ دکھاؤ گے جیسے اس سے پہلے پیٹھ دکھا چکے ہو تو تم کو عذاب دردناک دیا جائیگا۔ اور یہ بھی غلط فہمی ہے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی وہ سب قطعی بہشتی ہیں خواہ کوئی گناہ کریں۔ کیونکہ باحادیث متواترہ ثابت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کا مخالف گروہ اور اُسکا قاتل دوزخی ہے۔ حالانکہ اُسکا قاتل ابوالغادیہ اصحاب الشجرہ سے تھا دیکھو فلک النجاۃ بحوالہ منہاج السنہ ابن تیمیہ سنی۔ اور حضرت عثمان پر جسنے فوج کشی کی اور اُسکو قتل کرایا وہ بھی اصحاب شجرہ اور بیعت رضوان والوں سے تھا۔ دیکھو استیعاب ابن عبدالبر واصابہ ابن حجر جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۱ مطبوعہ مصر ترجمہ عبدالرحمٰن بن عدیس مصری۔ آیت لئن لم ینتہ المنافقون اور آیت غار کی تفسیر فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ و ۱۹۹ میں اور آیت استخلاف کا بیان صفحہ ۵۰۹ میں ملاحظہ ہو۔ اور مزید برآں آیت استخلاف پر کچھ اور روشنی ڈالی جاتی ہے

آیت استخلاف کی مزید تشریح آیت استخلاف ثلاثہ کی خلافت پر ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتی اور یہ دعوے ہوا خواہان ثلاثہ کا غلط ہے جسکے ثبوت میں بوجوہ ذیل عرض کیا جاتا ہے۔ (۱) یہ وعدہ مومنین صالحین کے لئے ہے۔ اس میں وہ لوگ داخل نہیں ہوسکتے جو اپنے نفاق کا حلفیہ اقرار کرچکے ہیں یا اُنہوں نے نبوت سیدالانبیاء میں شک کیا ہے یا جو قرآن کریم ناسخ کتب سابقہ کی نسبت توراۃ محرف کو پسند کرتے تھے یا جن کے اندر شرک خفی کی شہادت اور بدعت میں احداث کرنیکی خبر مخبر صادق دے چکے ہیں یا جن کے برخلاف مہاجرین وانصار وام المومنین حضرت عائشہ اُن کے واجب القتل ہونے کا حکم دے چکے ہیں۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان ایمان ثلاثہ و استدلال نمبر ۱۸۔

(۲) خلافت سے مراد خلافت قومی و عام ہے۔ چنانچہ بفحوائے للاکثر حکم الکل سُنی مشرب کے تمام مفسرین کہتے ہیں۔ کہ یہ خلافت ہر کس کو اُس حالت میں حاصل ہوتی ہے جب وہ کسی دوسرے کے مرجانے یا اُنکے گھر بار سے نکل جانے کے بعد اُس کی جگہ پر متصرف ہو۔ یہ عام مسلمانوں کو فتح مکہ کے بعد حاصل ہوگئی۔ اس طرح وعدہ آیت عنوان زمانہ نبی صلعم میں پورا ہوچکا ہے جیساکہ فلک النجاۃ میں بتفصیل مذکور ہے۔ اور قرآنی ثبوت زمانہ نبی میں زوال خوف و تمکین دین کا ان آیات میں ملاحظہ ہو وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا پارۂ توبہ رکوع ۱۱۔ وآمنھم من خوف پارۂ ۳۰ سورۂ قریش، لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین پارہ ۲۶ فتح رکوع ۱۲ (فتح مکہ پر دخول باامن ہوچکا) حتے جاء الحق وظھر امر اللہ وھم کرھون رکوع ۱۲ پارۂ ۱۰۔ واذکروا اذا انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون پارۂ ۹ رکوع ۱۸ جنکو ضرورت ہو قرآن مترجم میں ان آیات کے ترجمے دیکھ لے۔ اندریں صورت فقرہ کما استخلف الذین من قبلھم سے بھی مراد یہی خلافت عامہ ہوگی جو بنی اسرائیل کو بعد ہلاک کردینے اور نکالدینے فرعونیوں کے حاصل ہوئی تھی۔ جبکہ بنی اسرائیل اُن کے مقبوضات پر متصرف ہوئے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم میں دیکھو فاغرقناہ ومن معہ جمیعًا وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض پ ۱۵ رکوع ۱۲۔ اس معنے مراد لینے کے لئے علاوہ دلائل مندرجہ فلک النجاۃ مزید ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ (۳) خلافت عامہ یہ ہے کہ زمین خدا کے کسی بڑے یا چھوٹے حصہ پر جو متصرف ہوجائے پچھلا پہلے کا خلیفہ ہوتا ہے ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ پارہ ۹ رکوع ۵۔ اس میں شرط ایمان کی شرط ہے اور نہ اعمال صالحہ کی۔ کفار بھی مسلمانوں کے بعد بادشاہ ہوجاتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا یعنے عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔

اس میں درخصوص مسلمانوں کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ نیز فرمایا واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح پارہ ۸ رکوع ۱۶۔ ھوالذی جعلکم خلٰئف فی الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فیما اٰتٰکم پارہ ۸ رکوع ۴ واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا پارہ ۲۱ رکوع ۱۹۔ آخری آیت پر خاص غور فرمائی جائے کیونکہ یہ معنیٰ مذکور کی صاف موید ہے۔ اور اس معنیٰ مراد لینے کی تائید میں سنیوں خصوصًا حنفیوں کی معتبر تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں لکھا ہے لیستخلفنھم فی الارض۔ ای ارض الکفار۔ وعدھم ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثھم الارض ویجعلھم خلفاء فی الارض کما فعل ببنی اسرائیل حتی اورثھم مصر والشام بعد اھلاک الجبابرۃ (ثم قال) وذلک ان رسول اللہ صلعم واصحابہ مکثوا بمکۃ عشر سنین خائفین و لما ھاجروا بالمدینۃ یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ حتی قال رجل ما یاتی علینا یوم نأمن فیہ ونضع السلاح فنزلت الخ نیز اسی طرح براہین قاطعہ فارسی ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۷۱ میں ہے یعنے کفار کے بعد مسلمانوں کے وارث وجانشین بنانے کا خدا نے وعدہ کیا تھا جو فتح مکہ سے پورا ہوا۔ باقی مطلب عبارت تفسیر مذکور کا بعینہ وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ میزان المقال فی مناظرۃ چکوال صفحہ ۳ میں مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب لاہوری بحوالہ صحیح بخاری صفحہ ۵۵۲ و ۶۱۷ تحریر فرماتے ہیں عن عائشۃ سئلھا عن الھجرۃ فقالت لا ھجرۃ الیوم کان المؤمن یفر احدھم بدینہ الی اللہ والی رسولہ مخافۃ ان یفتن علیہ فاما الیوم فقد اظھر اللہ الاسلام فالمؤمن یعبد ربہ حیث شاء یعنے حضرت عائشہ سے ہجرت کی نسبت سوال ہوا فرمانے لگیں آجکل کوئی ہجرت کا حکم نہیں یہ اسوقت تھا جبکہ مومن اپنے دین کے لئے خدا و رسول کی طرف

عـــہ یہ کتاب امامیہ کتب خانہ لاہور۔ ریلوے روڈ سے مل سکتی ہے

بھاگنے پر مجبور ہوتا تھا۔ اُسے یہ خوف ہوتا تھا کہ دین اسلام اُس کے لئے باعث فتنہ وتکلیف ہو گا۔ لیکن جبکہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا ہے مومن جہاں چاہے عبادت کر سکتا ہے یعنی عبادت سے اُسے کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ اس لئے کسی ہجرت کی ضرورت نہیں (جناب امیرؑ کا زمانہ خلافت میں ہجرت نہ کرنے کا بھی یہی سبب تھا کہ آپکو اپنی جگہ صحیح عبادت کرنے سے کوئی رکاوٹ نہ تھی) پس زمانہ ثلاثہ سے پہلے بعہد سرور کائنات کے یہ غلبہ و امن جو حدیث بالا میں ظاہر کیا گیا ہے حاصل ہو چکا تھا جسکو ہر اہل خبر جانتا ہے۔ چنانچہ جناب علیؑ کے ہجرت نہ کرنیکے استدلال میں نبی صلعم سے اسی طرح ہجرت کا انکار دکھایا جائیگا۔ بالضرور ماننا پڑیگا کہ آیت مندرجہ عنوان کا وعدہ حسب قرارداد مفسرین و محدثین اہل تسنن عہد رسالت میں فتح مکہ کے وقت پورا ہو چکا۔ زمانہ ثلاثہ میں اسکا پورا ہونا فقط مذہبی تعصب داری سے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرات ثلاثہ کے وقت اگر امن کلی ہونا قرار دیا جائے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بڑھ گیا ہو تو ہم کہتے ہیں حضرات ثلاثہ سے دوسرے لوگوں کو امن کلی ہونا درکنار وہ خود بھی خوف میں تھے۔ اُن میں سے کسی کا زمانہ جنگ سے خالی نہیں رہا۔ اور اُنکے اپنے لئے یہ نتیجہ ہوا کہ جنکو افظ واغلظ یا غضبناک بہادر کا خطاب دیا جاتا ہے یعنی حضرت عمر۔ اور جن کو کامل لینا کا خطاب دیا جاتا ہے یعنی حضرت عثمان ہر دو قتل کر دئے گئے۔ اور خلیفہ ثالث پر جنازہ پڑھنے سے بھی روکاوٹ پیدا ہوئی۔ بلکہ اُنکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیا گیا۔

(۲) معنے مذکور مراد لینے میں فقرہ الذین امنوا وعملوا الصلحت کے معنے میں اہل تسنن کو چنداں تکلف کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک قانون الصحابۃ کلھم عدول مروج ہے اُنکے ہاں سب صحابہ ایماندار اور عادل و صالح الاعمال تھے۔ سب سے وعدہ ہوا اور سب کے لئے پورا ہوا۔ رہا مذہب شیعہ

سوہم بفرض تسلیم معنے مذکور کے یہ کہیں گے کہ جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں وعدہ ہوا اور اس وقت بنفس نفیس حضور صلعم خود مع اپنے اہلبیت و خواص صحابہ موجود تھے۔ ان سے وعدہ ہوا اور انہی کے عہد میں امن و دخول مسجد حرام و تسلط و اشاعت دین اسلام کے مواعید پورے ہوئے۔ ضعیف الاعتقاد مسلمان انکے توابع میں سے تھے انکو جیسا باقی امور میں ظاہری اسلام کے سبب سے بالتبع فائدہ پہنچتا تھا اس وعدہ امن و آرام سے بھی انہوں نے فائدہ اٹھایا (۵) اہل تسنن کی تفاسیر کے لحاظ سے تخصیص خطاب بعض صحابہ کے لئے قول بلا دلیل ہے آیت مندرجہ عنوان کا کوئی لفظ اس تخصیص پر دال نہیں۔ اور نہ کوئی خارجی دلیل اسکی موید ہے اور نہ کوئی لفظ آیت کا بعد وفات نبی اس وعدہ پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ خود محققین اہل تسنن قول تخصیص کو رد کرتے ہیں۔ دیکھو عبارت ترجمان القرآن و فتح البیان مندرجہ فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۵۔ اور آیت میں حرف من بیانیہ ہے نہ تبعیضیہ دیکھو حنفیوں کی تفسیر کشاف وغیرہ (مولف کشاف علامہ زمخشری حنفی ہوا ہے۔ دیکھو فوائدبہیہ فی تراجم الحنفیہ مولفہ عبدالحی لکھنوی) اور ملاحظہ ہو اہلحدیث کی تفسیر فتح البیان جلد ۶ صفحہ ۲۳ و بیضاوی۔ جب کوئی دلیل تخصیص کی نہیں پائی جاتی تو ناچار مثل دیگر آیات قرآنیہ و احکام شرعیہ اس آیت کے مخاطب بھی عام مومنین ہیں۔ چنانچہ شواہد قرآنی موجود ہیں جن میں حرف منْ ضمیر کمْ پر داخل ہے اور خطاب جمیع مومنین امت کے لئے ہے۔ نہ بعض افراد کے لئے ورنہ اکثر حصہ امت کا بہت احکام شرعیہ سے معطل نظر آتا ہے (یہ ساری تقریر مذکورہ بالا سنیوں کے مذاق پر لکھی جا رہی ہے) دیکھو پارہ ۷ رکوع ۳ یاایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم دیکھو پارہ ۲۸ رکوع ۲۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجت

وپارہ ۱۰ رکوع ۱۴ ورحمۃ للذین امنوا منکم و پارہ ۱۸ رکوع ۱۴ یایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرٰت وپارہ ۶ رکوع ۱۲ ومن یتولھم منکم فانہ منھم وپارہ ۵ رکوع ۱ اوجاء احد منکم من الغائط (۶) اور اگر اس خلافت سے مراد خلافت خاصہ ہے یعنی خلافت نبوّت جو مومنین سے افراد مخصوصہ کے لئے موعود ہے جن میں یہ صفات کاملہ مکمل موجود ہوں تو اس صورت میں صفات مندرجہ آیت کامل ومکمل بجز ائمہ اہلبیت کسی میں موجود نہیں۔ اور نبی صلعم نے انہیں کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ پس وہی مراد ہونگے جیسا کہ تفسیر صافی ص۳۴۸ میں مروی ہے۔ اور حدیث ثقلین بھی اس کی موید ہے جسکے بعض الفاظ میں خلیفتین وارد ہے۔ اس صورت میں تمکین دین سے مراد حسب ذیل ہوگی۔ اور رفع خوف باعتبار غلبہ مطلق اسلام وتوحید ومغلوبی مشرکین مراد ہوگا (۷) تمکین دین سے مراد اگر ان مومنین موعود ہم کا فی نفسہ راسخ فی العلم ہونا اور مطیع خدا ورسول ہونا ہے (جسکا گواہ آخری فقرہ آیت مندرجہ عنوان کا ہے یعبدوننی لا یشرکون بہ شیئا یعنے وہ خاص میری عبادت کرینگے اور میرے ساتھ رائی بھر شرک نہ کریں گے) تو یہ صفات مکمل بعد نبی صلعم کے بجز ائمہ دوازدہ کے کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا وہی خلفاء اللہ وحجج اللہ وخلفاء الرسول فی الارض ہیں۔ اور کما استخلف الذین من قبلھم سے بھی یہ معنے مطابق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں وارد ہے وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا پارہ ۶ سورہ مائدہ۔ یعنے ہم نے بنی اسرائیل میں سے بارہ۱۲ نقیب مقرر کئے تھے۔ پس اسی طرح رسولخدا صلعم کے اوصیاء وخلفاء بھی بارہ۱۲ ہوئے۔ صفات مندرجہ آیت اہل السنن کے بزرگوں میں نفی کے برابر ہیں۔ حالانکہ آیت کا مفاد یہی ہے کہ وہ خلفاء ایسے ہونگے جو دین اسلام پسندیدہ خدا پر دسترس رکھتے ہوں اور خدا کی خالص عبادت کریں۔ کچھ بھی شرک ان میں موجود نہو

اور لوگوں کا خلیفہ خدا اور رسول کی اطاعت نہ کرنا اس خلافت الٰہیہ کو مضر نہیں اس لئے خلافت زائل نہیں ہو جاتی جیسا کہ مخالفین انبیاء علیہم السلام ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ مگر نبوت انبیاء پر کوئی حرف نہیں آیا۔

چنانچہ لفظ شیئاً نکرہ فی حیّز النفی اسپر دال ہے اور زمین پسندیدہ خدا ان مومنین کی زیر تصرف ہونا آیت کا مدلول ہے نہ یہ کہ زمین وسیع پر یعنی سارے روئے زمین پر انکو تمکین حاصل ہوگی۔ گو دین مرتضیٰ (ینہ الہم) کو غالب کردیں۔ کیونکہ مفعول لیمکنن کا دینھم ہے نہ ارضھم (۸) اگر اس تمکین سے مراد تسلط ظاہری زمین پر اور مقبوضات میں ایزادی ہو اور تمکین دین اُن کے اپنے لیئے نہیں بلکہ تمام اہل زمین پر اسلامی تسلط اور جملہ ادیان پر اسلام کا غلبہ مراد ہو تو یہ تسلط کلّی زمانہ جناب قائم آل محمدؐ میں پورا ہوگا۔ اُس وقت بلا شک جمیع صفات مندرجہ آیت استخلاف کامل و مکمل پوری ہونگی۔ جیسا کہ فلک النجاۃ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے اور یہی احادیث صحیحہ مفسرہ آیت مجیدہ عنوان بالا سے واضح ہوتا ہے جو ائمہ اہل بیتؑ سے مروی ہیں۔ دیکھو امامیہ کی تفسیر صافی صفحہ ۳۴۸۔ اور سُنیوں کی ینابیع المودت سید علی ہمدانی صفحہ ۳۵۷۔ اور اسی کا موید وعدہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ ہے اور اگر تمکین سے مراد تسلط ظاہری زمین پر اور مقبوضات میں ایزادی جزوی ہے۔ تو وہ زمانہ نبی صلعم میں وعدہ پورا ہو چکا۔ اور اصحاب ثلاثہ کی ایزادی مقبوضات اسلامیہ کو اگر وقعت دی جائے تو ولید و عبد الملک جیسے فساق برائے نام مسلمانوں کے عہد سلطنت میں ایسی ایزادی بہت ہوتی رہی ہے۔ مگر مومنین کی صفات سے کوئی نشان ان میں نہیں ملتا۔ (۹) اہل تسنن دو میں سے ایک تفسیر کو پسند کریں۔ اگر اپنے معتبر مفسرین کی تفسیر پسند کریں تو اُن کے معتمدین نے خلافت عامہ مراد لیکر اس وعدہ کا پورا ہونا زمانہ نبی صلعم میں صاف لکھدیا ہے اسطرح کہ زمانہ قبل فتح مکہ کی نسبت بعد فتح مسلمانوں کو اکثر مقامات مقبوضہ مشرکین پر قبضہ مل گیا۔ اور کفار و مشرکین کے دیار پر مسلمان متصرف ہو گئے۔ اس سے پہلے وہ ہر وقت خائف و ترساں رہتے تھے۔ اور بعد فتح مکہ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

اسلام بھی بمقتضائے ان الدین عند اللہ الاسلام دین پسندیدۂ خدا بکثرت پھیل کر مضبوط ہوگیا۔ لہذا آیت کا مدلول زمانہ رسالت پناہ میں پورا ہوچکا اور زمانہ ثلاثہ کو اس سے کوئی خاص تعلق نہیں۔

اور اگر شیعہ کی تفسیر پسند کریں تو ائمہ معصومین کی تفسیر سے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ وعدہ زمانہ جناب امام آخرالزمان میں پورا ہوگا۔ بہر حال ثلاثہ کے عہد خلافت کو اس آیت سے کوئی لگاؤ نہیں آیت کو ان پر چسپاں کرنا آپکے دوستوں کی خوش اعتقادی اور خیالی پلاؤ ہے۔ پھر بڑا تعجب ہے کہ خود کہتے ہیں اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور یہاں مندرجہ عنوان میں کس قدر احتمالات انہی کی تفاسیر میں موجود ہیں مگر انکے موہومہ خیالات و اعتقادات کے خلاف اگر کوئی چون وچرا کرے تو کٹ ملا جھٹ اُس کے برخلاف کفر کا فتوے جڑ دیتے ہیں کہ یہ منکر قرآن کریم ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کلام خدا ضرور قطعی ہے اس کا منکر ضرور کافر ہے۔ لیکن جو معنے آپ لوگ مراد لے رہے ہیں اس کا قطعی مفہوم قرآن ہونا (جس کے برخلاف کوئی احتمال نہ ہو) کہاں سے ثابت ہوگیا۔ جس معنی کی بنا پر آپ فتوے کفر لگا رہے ہیں۔ کچھ انصاف سے کام لو +

طرز استدلال نمبر ۲ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۲ میں ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں اُسپر جہاد واجب ہے۔ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والحافظون لحدود اللہ الخ فروع کافی جلد ا صفحہ ۹۱۔ اسی کتاب کے ۲۱۲ میں لکھا ہے کہ آیت اذن للذین یقاتلون اہل مکہ کے بارہ میں نازل ہوئی پھر راوی نے دریافت کیا جن لوگوں نے قیصر و کسرے یعنی ایران (فارس) و روم کو فتح کیا ان کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا :

وظلمہم کسریٰ وقیصر (الیٰ ان قال) فقد قاتلوھم باذن اللہ عزوجل فہم فی ذلک الخ (۳) ملک فارس حضرت عمر فاروق اعظم نے فتح کیا۔ اور انکے فتح کردہ مال غارت سے شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت زین العابدین کی جو حضرت امام حسینؓ بن علی رضہ کے نکاح میں آئی (حقیقت مذہب شیعہ)

ابطال استدلال } اس حدیث سے سنی مولف نے حضرت عمر کے لئے خصوصًا دلیل پکڑی ہے جو غلط ہے (۱) جسکو کتب احادیث و تواریخ سے واقفیت ہے اُس پر پوشیدہ نہیں کہ صفات مدرجہ حدیث حضرت عمر صاحب میں موجود نہیں تھے۔ اہلبیت رسول صلعم پر صاحب مذکور نے جو مظالم ڈہائے ان سے کب توبہ کی۔ عبادت خدا میں خلیفہ صاحب کا یہ خلوص تھا کہ نماز میں قرأت تک چھوڑ دی اور نماز کے اندر لشکر کی تیاریاں کرتے رہے پھر کہا نماز پوری ہو گئی ہے۔ مفصل دیکھو فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۳۳۳ و ۳۴۴ بحوالہ بخاری و میزان شعرانی و کنز العمال کتب سنیہ۔ اور بخاری کے حاشیہ پر بروایت ابن ابی شیبہ یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب موصوف نماز کے اندر بحرین کی آمدنی کا حساب کرتے تھے۔ صاحب مذکور کا امر بالمعروف کرنا اور حدود خدا کی حفاظت کرنا کتاب تشئید المطاعن و فلک النجاۃ اور سنیوں کی تاریخ الخلفاء کے اوّلیات عمر پڑھنے اور صاحب مذکور کے بدعات کثیرہ کو رواج دینے اور خانہ رسول خدا و سیدہ معصومہ فاطمہ زہراؑ کو جلانے اور رسول خدا صلعم پر تہمت بکواس لگانے اور نبوت نبی میں شک کرنے۔ قرآن کے ساتھ یہود کی باتوں کو ملانیکی خواہش کرنے حقوق اہلبیت غصب کرکے اُنکو غضبناک کرنے فرمان رسول خدا متابعت ثقلین سے منہ موڑنے۔ سنن نبویہ کو مٹانے کی کوشش کرنے سے روشن ہو جاتا ہے۔ ان امور کے ثبوت فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہوں + (۲) کسریٰ و قیصر سے جنگ کرنیوالے مومنین نے باذن خدا جنگ کی ہے تو اس سے حضرت عمر کی

فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جنگ پر جانیوالے سب مومن تھے بلکہ منافق بھی اُن میں شامل تھے جیسے زمانہ نبوی میں ہوتے تھے۔ جنگ فارس و روم میں ایسے مومن شامل تھے جنکا ذکر حدیث میں ہے۔ نہ یہ کہ جو جنگ پر گئے سب مومن تھے۔ اگرچہ نبی صلعم کے بعد بہت صحابہ حق سے پھر گئے تھے مگر کچھ بالکل ہی نہیں پھرے۔ اور کچھ رفتہ رفتہ تائب ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ قتل خلیفہ ثالث کے وقت ایک جماعت کافی تعداد میں جناب امیر کے ساتھ ہو گئی اور آپ سے بیعت کی۔ پس ان صحابہ و مومنین میں سے کچھ ہر سہ خلفا کے زمانہ میں موجود تھے جو جنگ فارس و روم کے وقت باذن خدا و باذن امام (حضرت علیؑ) لڑائی پر گئے۔ اس سے حضرت عمر کو کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ (۳) یہ ضروری نہیں کہ جو بادشاہ لشکر کو جنگ پر بھیجے وہ مومن کامل ہو جائے۔ مثلاً انگریزی سلطنت کسی مصلحت پر مسلمانوں کو کسی کافر بادشاہ سے لڑائی کا حکم دے۔ اور اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے۔ تو اس سے انگریز بادشاہ کا مومن ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح باقی اعمال حضرت عمر کے ملحوظ رکھتے ہوئے فقط فتوحات کے سبب سے اُن کا مومن صالح ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ سنیوں کی بخاری مع الفتح جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۳۴ و خصائص کبرائے سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ میں رسولخدا صلعم سے مروی ہے فرمایا ان اللّٰہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر یعنی اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق و فاجر شخص سے بھی مدد پہنچا دیتا ہے۔ کنز العمال وغیرہ کی روایات میں باقوام لا اخلاق لھم بھی آیا ہے۔ اس لئے حضرت عمر کی معرفت یا چند بظاہر مسلمانوں کی سعولیت سے مومنین مجاہدین کو امداد پہنچی ہو تو اس سے وہ سب کامل الایمان اور صالح نہیں ہو جاتے۔ (۴) فی الحقیقت یہ دونوں جنگ فارس و روم ایسے ہوئے ہیں جنمیں جناب امیر المومنین امام برحق سے مشورہ و اذن لیا گیا ہے جس مشورہ سے سنیوں

کا استدلال رسالہ ہذا میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پس جب اذن امامؑ سے لشکر گیا۔ اور امامؑ کو اختیار تھا کہ وہ اگرچہ کسی کافر یا منافق کو حکم دیدیتے کہ تم جاکر جنگ کرو تو اس میں کیا مضائقہ۔ حضرت عمر صاحب کو حکم دیا کہ تو وہاں نہ جا اور کسی جنگ آزما کو سپہ سالار بنا کر لشکر بھیجدے۔ اس پر سلمان اور مومن لے چلے جنگ پر گئے اور فتح ہوئی۔ اس سے حضرت عمر کا مومن کامل ہونا یا خلیفہ برحق ہونا کہاں سے نکل آیا۔ مطلق اسلام کی حفاظت اور ترقی جناب امیرؑ کو ہمیشہ منظور تھی۔ مومنوں اور مسلمانوں کو موقع پا کر حکم جنگ دیدیا۔ اور جنگ جائز اور شرعی قانون پر واقع ہوگئی جو اصل جنگ مومنین کی جانب سے ہوئی۔ اور منافقین سے جو امداد پہنچ گئی وہ حدیث گزشتہ بالا کے مطابق ہوئی۔ (۵) اس بنا پر حضرت شہربانو کا آنا اسی جنگ فارس میں بعہد حضرت عمر کے تسلیم کیا جائے تو اس سے عمر صاحب کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بحکم امامؑ جنگ ہونے کے سبب قانون شرعی کے مطابق صحیح طور پر صاحبہ موصوفہ امام حسین علیہ السلام کے حق میں آئیں۔ اور اگر بفرض محال ناجائز طریق پر جنگ ہوئی۔ اور حضرت موصوفہ قید ہو کر آئی ہوتیں تو بھی امام حسین علیہ السلام کا نکاح ان سے بالکل صحیح تھا۔ بایں وجہ کہ امام عالیمقام نے مطلق کنیز کی حیثیت سے انکو نہیں لیا تھا۔ بلکہ مخالفین کے پنجہ سے چھڑا کر آزاد کر دیا۔ پھر صاحبہ موصوفہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد اُن سے نکاح کر لیا ہو تو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی کافرہ مسلمان ہو جائے اُس سے نکاح جائز ہے خواہ کسی طرح آکر مسلمان ہو +

علاوہ بریں جناب شہربانو صاحبہ کا زمانہ حضرت عمر میں آنا متفق علیہ نہیں بلکہ حسب روایت محققین محدثین سنیہ حضرت شہربانو جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت ظاہری میں آئیں۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۱۵ نمبر ۵۴۔

۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ہجری صفحہ ۹ میں ہے جو زیر ادارہ مولوی ثناء اللہ صاحب محدث امرتسری شائع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سنیوں کی کتاب روضۃ الصفا جلد سوم ذکر علی ابن الحسینؑ صفحہ ۱۲ و جلد ۲ ذکر خلافت جناب امیرؑ صفحہ ۹ و شیعوں کی کتاب دمعۃ الساکبہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۵ میں ناقلاً ارشاد شیخ مفید سے لکھا ہے۔ اس بنا پر یہ اعتراض اصلاً بے بنیاد ہے۔

طرز استدلال نمبر ۲۲ } شواہد البرکات کے سنی مولف نے بحار الانوار سے نقل کیا ہے کہ حضرت باقرؑ رسول اللہ صلعم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپنے دعا کی اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام یعنے خدایا تو اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل کیساتھ مدد دے۔ خلاصہ استدلال یہ کہ نبی صلعم کی دعا سے حضرت عمر صاحب ایمان لائے اور آنحضرت صلعم نے انکے اسلام لانیسے اسلام کی مدد طلب کی

ابطال استدلال } (۱) حضرت عمر اسلام سے پہلے ابوجہل کے ہم پلہ تھے (۲) اس دعا میں اسلام کی اعانت کا ذکر ہے ایمان لانے حضرت عمر یا ابی جہل کا ذکر نہیں اور امداد کے کئی طریقے ہوتے ہیں واللہ علم کونسا مراد ہے۔ کیونکہ اعانت اسلام کی کافر سے بھی ہو جاتی ہے جیسے عبداللہ بن اریقط نے شب ہجرت میں حضرت صلعم کی اعانت کی نیز اعانت اسلام فاسق سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ استدلال نمبر ۱۲ مد نمبر ۳ میں صحیح مسلم حدیث اہل تسنن سے ثابت ہے جس سے اُنکو انکار کی گنجائش نہیں (۳) حضرت عمر صاحب اظہار نبوت نبی کے چھ سال بعد اسلام لائے (دیکھو مدارک النجاۃ) اور تین سال نبی صلعم پہلے بعثت کے زمانہ میں خفیہ دعوت اسلام دیتے رہے مگر تین سال کے بعد آپنے جملہ احکام اسلام اور دعوتِ اسلام کو ظاہر باہر عمل میں لایا۔ بہت کچھ مسلمان آپکے ساتھ شامل ہو چکے تھے جب تین سال اسلام حضرت عمر سے پہلے اعمال اسلام علانیہ عمل میں آسکتے تھے تو حضرت عمر کی اعانت سے احکام اسلام ظاہر ہونیکو (جیساکہ حضرت عمر کے شیدائی مشہور کرتے ہیں) کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً تین سال

بعثت کے بعد علانیہ احکام و اعمال جاری ہونیکا بحوالہ کتب سینہ فصل تقیہ کتاب فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو جس قدر اسلام ظاہر ہونا تھا وہ حضرت عمر سے پہلے ہو چکا تھا پھر خوف کا وقت آیا تو ہجرت کی ضرورت ہوئی حضرت عمر سے کوئی تائید نہیں ہوئی (۴) صحیح بخاری معہ ترجمہ تسہیل الباری پارہ ۱۵ باب اسلام عمر صفحہ ۳۸ و ۳۹ میں دو اسناد سے عبداللہ بن عمر اپنے باپ عمر صاحب کا قصہ اسلام یوں بیان کرتے ہیں قال بینما هو (عمر) فی الدار خائفًا اذ جاءه العاص بن وائل السهمی الخ ترجمہ (بعینہ تسہیل الباری سے نقل کیا جاتا ہے) کہا حضرت عمر ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے (ف۔ قریش سے ڈر رہے تھے کہ وہ مسلمان ہوئے پر کیا کرتے ہیں) اتنے میں ابو عمرو العاص بن وائل سہمی اُنکے پاس آیا۔ وہ بنی سہم کے قبیلے سے تھا جو جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اُسنے کہا عمر تمہارا کیا حال ہے (کیوں آزردہ ہو) اُنہوں نے کہا قوم بنی سہم کے لوگ کہتے ہیں۔ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا وہ تیرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے (حضرت عمر کہتے ہیں) عاص کے ایسے کہنے پر مجھکو اطمینان ہوا کیونکہ وہ بنی سہم کا سردار تھا (پھر کہا) عاص نے لوگوں سے کہا۔ دیکھو عمر کو مت ستاؤ یہ سمجھ رکھو عمر میری پناہ میں ہے۔ یہ سُنتے ہی لوگ پھوٹ گئے انتہیٰ ملخصًا۔ غور کا مقام ہے جب حضرت عمر خود ڈر کر اپنے گھر میں چھپ گئے۔ اپنے اسلام کو اپنے زور پر ظاہر نہ کر سکے بلکہ اپنے دوست کافر کی امداد سے اُنکو تسلی ہوئی تب باہر نکل سکے۔ تو ان سے اعانت و امداد اسلام کیا ہو سکتی تھی جو اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا وہ دوسروں کا کیا کر سکتا ہے۔ بلکہ اسلام لانے کے بعد حضرت عمر دوسرے مسلمانوں کے حوصلوں کو بھی پست کرتے رہے۔ چنانچہ جنگ خندق میں عمر بن عبدود کی تعریف کر کے صحابیوں کے دلوں کو کمزور کرتے تھے۔ خیبر میں بھی یہی حال تھا دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۵۳۴ ھزموا عمر و اصحابہ فجاء وا یجبنونہ و یجبنہم ایسے

صحیح اور معتبر واقعات بزدلی حضرت عمر کی موجودگی میں کسی کا قول اسلام کو حضرت عمر سے مدد پہنچنے کا کب قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی امداد اسلام کو صاحب مذکور سے پہنچی بھی ہو تو اسکے بعد انسے ایسے اعمال سرزد ہوئے ہیں جنسے انکے نیک اعمال بھی اکارت ہوگئے۔ باوجودیکہ دین کو ایک فاسق وفاجر سے بھی مدد پہنچ سکتی ہے۔ تو حضرت خلیفہ ثانی کی اس میں کیا فضیلت ہے (۵) اگر کوئی کہے کہ جب حضرت صلعم کی دعا کے بعد عمر صاحب اسلام لائے تو یہ دلیل قبولیت دعا کی ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ دعا میں ایمان لانے کا ذکر نہیں۔ اور اگر دعا ایمان لانیکی تھی تو وہ قبول کس طرح ہوئی کہ حضرت عمر اسلام لانے کے بعد بھی نبوت میں شک کرتے رہے حالانکہ استقامت کے بغیر ایمان مفید نہیں ہوتا۔ پڑھیئے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ اور انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا مفصل دیکھو فلک النجاۃ ایمان عمر (سوال) اگر حضرت صلعم کو یہ حال معلوم تھا باوجود عصمت ایسے کے لئے کیوں دعا مانگی (جواب) دعا انبیاء علیہم السلام کی کبھی بامید اجابت ہوتی ہے۔ اور گاہے بطور تعریض اور عبرت دوسروں کے مصلحتاً ہوتی ہے۔ جیساکہ موسیٰ علیہ السلام نے باوجود علم رب ارنی کا سوال کیا۔ کہ خدایا مجھے اپنا دیدار کرادے۔ جواب ملا تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کیلئے دعا کی۔ جواب ملا انہ لیس من اھلک۔ اسی طرح ہمارے نبی صلعم نے کفار یعنی ابوجہل وعمر جیسے کی اعانت کی دعا اس مصلحت سے مانگی تاکہ جواب پر کفار شرمندہ ہونگے۔ کہ ہم ایسے گئے گذرے ہیں جو ہماری امداد دینی بھی خدا تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اسکی تائید احادیث ائمہؑ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں (۶) آمدیم بر اصل مطلب۔ اصل حدیث منقولہ کے نقل کرنے میں مولف سنی نے خیانت کی ہے جیساکہ انکا مذہب ہے۔ اس حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس دعا کرنے کے بعد فانزل اللہ ھذہ الآیۃ وما کنت متخذ المضلین

عضداً یعنی پس یہ آیت اُتری۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں گمراہ کرنیوالوں کو اپنا مددگار
نہیں بناتا۔ چنانچہ یہی حدیث تفسیر صافی صفحہ ۲۷۴ میں بذیل آیت مذکورہ باسناد
عیاشی امام محمد باقرؑ سے مروی ہے اسمیں یہی الفاظ ہیں۔ جب امام علیہ السلام حضرت
عمر سے امداد لینے کا انکار فرماتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اس کو ناپسند فرماتا ہے جسپر
خاص آیت اُتری۔ اور اُس سے حضرت عمر کا گمراہ کرنیوالوں میں شامل ہونا ظاہر ہوتا ہے
تو ایسی حدیث سے اُن کی فضیلت ثابت کرنے میں عقلمند کو شرم ہونی چاہیئے۔ نیز اگر
ہم بالفرض تسلیم کریں کہ حضرت عمر سے اسلام کو تقویت پہنچی ہے تو انکا مومن کامل
ہونا باعتبار احادیث اہل تسنن (کہ فاسق فاجر سے بھی دین کو تقویت پہنچ جاتی ہے) ثابت
نہیں ہو سکتا۔ اور باعتبار احادیث شیعہ دین کو حضرت عمر سے کبھی کوئی تقویت نہیں
پہنچی۔ اور تقویت اسلام باعتبار اہل تسنن یہ کچھ قابل اعتنا ہے کہ ایک مشہور و معروف
کافر کا جماعت کفار سے نکل آنا اور اُس کا بظاہر جماعت مسلمانوں میں داخل ہونا بیشک
مفید ہوا کہ کفار کی ہمت پست ہوئی اور بعض کے دلوں میں حقیت اسلام کا خیال
پیدا ہوا کہ بڑے بڑے معاند و مخالف اسلام کے آگے سر جھکا رہے ہیں مگر حضرت
عمر کی قلبی تصدیق پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فقط ظاہری حالات کا یہ اثر سمجھا جائیگا

طرز استدلال نمبر ۲۳ (دختران نبی کا سوال) بدر الدجیٰ مجمع الاوصاف حقیقت
مذہب شیعہ وغیرہ کتب اہل تسنن میں اس سے فضیلت حضرت عثمان پر استدلال کیا گیا ہے
کہ حضرت رقیہ و ام کلثوم دختران رسول خدا صلعم سے حضرت عثمان کا نکاح اُسکے ایمان و
فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔

ابطال استدلال اکثر شیعہ اسی کے قائل ہیں کہ رسول خدا صلعم کی صلبی بیٹی
سوائے جناب سیدہ زہراؑ دوسری کوئی نہ تھی۔ اور جہاں کسی روایت میں بنت نبی کا
لفظ بجز زہرا علیہا السلام کے آیا ہے وہ ربیبہ (پچھلگ) پر اطلاق ہوا ہے تفصیل

کے لئے دیکھو کتاب الزہرا مولفہ سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی سا اور میزان المقال صفحہ ۱۱۸ میں مرآۃ العقول شرح کافی جلد ا صفحہ ۳۵۲ سے منقول ہے وروی احمد البلاذری وابو القاسم الکوفی فی کتابیھما والمرتضیٰ فی الشافی ان النبی صلعم زوج بھا (خدیجۃ) کانت عذراء ویؤکد ذالک ما فی کتبی الانوار و البدع ان رقیۃ و زینب کانتا ابنتی ھالۃ اخت خدیجۃ۔ وفی الانوار والکشف واللمع وکتاب البلاذری ان زینب ورقیۃ کانتا ربیبتہ من جحش یعنے بروایت تاریخ بلاذری سُنّی اور ابو القاسم و مرتضےٰ وکتاب انوار وکشف ولمعہ سے ثابت ہے کہ حضرت زینب ورقیہ ہالہ ہمشیرہ جناب خدیجۃ الکبرےٰ کی بیٹیاں تھیں۔ یعنی انکی بھانجیاں تھیں۔ اور یہ کہ ہر دو رسول خدا صلعم کی پچھلگ بیٹیاں جحش سے تھیں۔ (۲) جب پچھلگ پر بیٹا یا بیٹی ہونیکا اطلاق محاورہ عرب میں چلا آتا ہے قرآن میں اسپر اشارہ موجود ہے۔ دیکھو قصہ زید کی بیوی سے نبی صلعم کا نکاح اور لوگوں کا اعتراض پھر اُس کی تردید کہ نبی صلعم تم لوگوں کے وہ حقیقی باپ نہیں کہ انکا نکاح تمہاری عورتوں سے جائز نہ ہو۔ پس اس محاورہ کا انکار جہالت ہے۔ (۳) کسی حدیث رسول یا امام میں بصراحت صلبی ہونے ان لڑکیوں کا ذکر نہیں۔ اور تواریخ میں مختلف اقوال ہیں۔ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں مشہور و مسلّم قول مذہب امامیہ کا اکلوتی بیٹی ہونیکا ذکر کیا ہے۔ اگر دوسرا قول بیان کیا ہے تو وہ اُس کی اپنی رائے یا کسی کی ہے کوئی حدیث صریح اسپر ذکر نہیں کی۔ اور اگر ہو بھی تو مخالف قول مشہور مذہب امامیہ اور موافق قول عامہ ہونے کے سبب مرجوح وساقط عن الاعتبار ہے۔ اسی طرح علامہ شوستری نے مجالس میں تسلیم نہیں کیا بلکہ بغرض تسلیم جواب لکھا ہے۔ اور کلینی نے کافی میں فقط اپنی رائے لکھی ہے نہ کوئی حدیث۔ اور کسی کا قول بجز فرمان امام معصوم حجت نہیں۔ جب صراحت سے صلبی ہونا

سا نیز دیکھو استدلال نمبر ۱۲۹ و ۱۴۲ منہ

ان لڑکیوں کا ثابت نہیں تو اہل تسنن کم از کم احتمال صلبی و سببیہ ہونیکا تسلیم کرینگے۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (۴) قرآن کریم میں جو کلمہ بناتات وارد ہے وہ بسبب شمول بنات البنت (دختران دختر) کے جمع کے صیغہ میں ہے نہ کثرت دختران کیلئے جیسا کہ محرمات کے بیان میں حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم وارد ہے دو بیٹیوں کیلئے کوئی الگ حکم حرمت وارد نہیں ہوا جس سے ثابت ہے کہ دو بیٹیوں پر بیٹیوں کا اطلاق محاورہ عرب میں ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ جناب زہرا علیہا السلام کی فضیلت عظیمہ کیلئے جمع تعظیمی کی بنا پر کلمہ بناتک وارد ہوا ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات یگانہ کیلئے انا انزلنٰہ یا نحن اقرب جمع سے فرمایا ہے (۵) ان ہر سہ لڑکیوں حضرت زینب و رقیہ و ام کلثوم کا نکاح آنحضرت صلعم نے کفار سے کر دیا تھا۔ اس زوجیت سے اگر انکو فائدہ پہنچا تو حضرت عثمان بھی لے سکتے ہیں۔ یا مثل آسیہ زوجہ فرعون وہ لڑکیاں اپنے مرتبہ و مقام پر ہونگی اور حضرت عثمان و ابو العاص اپنے مقام پر ہونگے۔ قصہ زن فرعون سورہ تحریم میں ملاحظہ ہو۔ نیز اسی سورہ میں زوجہ حضرت نوحؑ و لوطؑ کا ذکر ہے۔ جب مطلق زوجیت نے پیغمبروں کی بیویوں کو فائدہ نہ دیا اور نہ زوجہ مومنہ سے فرعون کو فائدہ پہنچا حضرت عثمان بغیر اپنے اعمال و ایمان صاف کرنے کے فقط زوجیت سے کیا فائدہ لے سکتے ہیں۔ حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے بحالت اس کے کفر کے ہوا۔ اور حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے بھی بحالت ان کے کفر کے قبل اظہار نبوت کے ہوا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۱ و براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۰ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۷ کتب سیرۃ النبیہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے بعد انکے اسلام کے ہوا۔ مگر ان ہر دو لڑکیوں کا نکاح پہلے عتبہ و عتیبہ کافروں (ابو لہب مشہور کافر کے بیٹوں) کے ساتھ ہوا۔ دیکھو اصابہ ابن حجر جلد ۴ صفحہ ۴۸۹ و استیعاب بر اصابہ صفحہ ۲۹۹ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۶ و ۵۸۷

وروضۃ الاحباب وغیرہ کتب سنیہ۔ تفصیل اس کی کتاب فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۳۶۷ لغایت ۳۷۰ میں ہے جب اُن کا نکاح کافروں کے ساتھ جائز سمجھا گیا تو ایسے شخص سے جو سب احکام اسلامی کو بظاہر مانتا ہو اور اُن پر بظاہر عمل بھی کرتا ہو شرعاً کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے (۷) مناکحت کا مدار ظاہری اسلام پر ہے۔ جو کفر و نفاق کو پوشیدہ رکھے اور بظاہر دوسرے مسلمانوں کی طرح احکام اسلامیہ کا قائل و عامل ہو اس سے بھی نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ اُسکا میراث لینا یا اُسکو دینا جائز ہے۔ اُسکا خون و مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ ہاں نجات اخروی ایمان پر موقوف ہے۔ وہ مومن کے بغیر ظاہری مسلم کو نہ ملیگی۔ اس ظاہری اسلام سے دنیا میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ دیکھو ضمیمہ فلک النجاۃ صفحہ ۴۲۸ و مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ کتاب سُنی۔ رسولخدا صلعم نے فرمایا الاسلام ما جری بہ اللسان وحلت بہ المناکحۃ و کافی صفحہ ۲۲۶ و تفسیر صافی صفحہ ۳۶۷ و وسائل الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ عن الصادقؑ الاسلام ما کان علیہ التناکح والمواریث وحقن بہ الدماء والثواب علی الایمان واحتجاج طبرسی صفحہ ۱۸۹ عن الصادقؑ قال ان الاسلام قبل الایمان وعلیہ یتوارثون ویتناکحون والایمان علیہ یثابون کتب شیعہ (۸) حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم میں جو حدیث لوامع التنزیل من زوجنی او تزوج منی الخ سے استدلال کیا گیا ہے وہ غلط ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ لوامع بالصراحت مجموعہ تمام روایات شیعہ و سنی کا ہے جو اس کے مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں اور یہ روایت بھی سنیوں کی ہے اور اس کتاب میں بلا اسناد درج ہے۔ لہذا بلا سند مفید حجت نہیں ہو سکتی۔ نیز باقی واقعات کے لحاظ سے اس کا مضمون غلط معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حی بن اخطب یہودی حضرت صفیہ زوجہ نبی صلعم کا والد ہے۔ اور ابو سفیان حضرت ام حبیبہ زوجہ نبیؐ کا والد ہے۔ اور عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب آنحضرت صلعم کے

داماد بن چکے ہیں۔ دیکھو مدارج النبوۃ وغیرہ کتب اہل سنن۔ مگر ان سب کے بہشتی ہونیکا کوئی قائل نہیں +

طرز استدلال نمبر ۲۴ } (نکاح ام کلثوم) حقیقت مذہب شیعہ حصّہ دوم صفحہ ۲۳ وغیرہ میں ہے۔ حضرت علیؑ کی دختر عاقلہ بالغہ امّ کلثوم زیر نکاح حضرت عمر فاروق کے تھی۔ چنانچہ کتاب مجالس المومنین صفحہ ۸۴ و ۸۸ میں ہے۔ پرسید کہ چرا آنحضرت دختر خود را بعمر بن خطاب داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین مے نمود بازبان واقرار الخ پھر فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ کتاب الطلاق سے جناب امیرؑ کا ام کلثوم زوجہ عمر کو عدت وفات عمر گذارنے کے لئے اپنے گھر لانا لکھا ہے +

ابطال استدلال } اس واقعہ پر کافی سے زیادہ بحث شیعہ کی طرف سے ہو چکی ہے۔ اس پر مستقل کتابیں[1] لکھی جا چکی ہیں کسی مزید تحریر کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ دیکھو الکنز المکتوم فی نکاح ام کلثوم مولفہ مولٰنا سید علی اظہر صاحب سابق ایڈیٹر رسالہ اصلاح کھجوہ وشرح کنز المکتوم مولفہ سید سجاد حسین صاحب ورمی الجمرات ردّ آیات بیّنات جلد ۳ (۱) اتنا اشارہ کردیتا ہوں کہ سنی مولفین نے برخلاف اپنی کتابوں کے دختر عاقلہ بالغہ افتراء لکھدیا ہے۔ اسکی کتابوں میں لکھا ہے وہ ام کلثوم جس کا نکاح عمر صاحب سے ہوا بالکل خوردسالہ تھیں۔ چار پانچ سال کا سن بیان ہوتا ہے ملاحظہ ہو ہدایت السعداء صفحہ ۲۵۹ واصابہ وتاریخ طبری وکامل وغیرہ۔ اور کمسن ہونا اُس ام کلثوم کا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھی جسکا نکاح فی الحقیقت عمر صاحب سے ہوا جو بعد وفات ابی بکر صاحب کے پیدا ہوئی ۔ اور حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں باوجود اُس کی کمسنی کے خواہش کی۔ دیکھو اصابہ ترجمہ ام کلثوم بنت ابی بکر ۔ اور حضرت ام کلثوم بنت علیؑ قبل وفات پیغمبر خدا صلعم پیدا ہوئی تھیں لہذا انکی عمر ضرور زیادہ تھی۔ مگر جسکا نکاح حضرت عمر سے ہوا وہ صغیر السن لڑکی تھی دیکھو صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۳ وغیرہ +

[1] یہ مہر سلسلہ کتب امامیہ کتب خانہ لاہور۔ ریلوے روڈ سے مل سکتی ہے۔

(۲) بی بی ام کلثوم بنت ابی بکر معہ محمد بن ابی بکر ہمراہ اپنی والدہ کے حضرت علیؑ کے گھر میں آئیں۔ اور وہاں پرورش پائی کیونکہ انکی والدہ اسمار کا نکاح بعد وفات ابی بکر صاحب کے جناب امیرؑ سے ہوا۔ اور وہ بوجہ ربیبہ ہونیکے دختر علیؑ کے نام سے مشہور تھیں اسی واسطے بعض راویوں کو غلطی لگی کہ صلبی دختر سمجھ لی۔ پس جہاں اس واقعہ میں بنت علیؑ کا لفظ وارد ہوا ہے وہاں ربیبہ مراد ہے۔ کہیں من بطن فاطمۃ اس قصہ میں وارد نہیں ہوا۔ (۳) اس ام کلثوم کا نکاح بھی جناب امیرؑ کو حضرت عمر سے ہونا گوارا نہ تھا۔ مگر انکی دھمکیوں سے فساد کا اندیشہ تھا اس لئے سکوت فرمایا (۴) اس واقعہ میں اس قدر متضاد و متناقض و متعارض روایات منقول ہیں کہ ہرگز ہرگز نکاح حضرت ام کلثوم بنت علیؑ حضرت عمر کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو کنز مکتوم۔ اور اس قدر متعارض واقعات سے استدلال باطل ہے اذا تعارضا تساقطا (۵) ام کلثوم زوجہ عمر کی وفات حسب بیان استیعاب و اصابہ کتب معتبرہ سنیہ زمانہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ میں ہوا اس کے بیٹے زید کے ہوئے۔ اور کتاب شیعہ تہذیب کی روایت سے بھی حضرت علیؑ کے زمانہ میں انکی وفات پائی جاتی ہے جسمیں مثل عبارت محولہ کافی حضرت علیؑ کے گھر ان کا عدت گذارنا بھی مروی ہے۔ اور حضرت ام کلثوم بنت جناب علیؑ زوجہ عون بن جعفر کربلا کے واقعہ میں ہمراہ اپنے بھائی امام حسینؑ کے موجود تھیں۔ اس سے ناظرین اس قصہ مخترعہ کی صداقت کا اندازہ فرمالیں۔ میدان کربلا میں انکا موجود ہونا کتب سنیہ سے نور العین فی مشہد الحسین مولفہ علامہ استاذ ابی اسحق اسفرائنی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰ و ۵۰ میں ملاحظہ ہو جسکو ابن خلکان وفیات الاعیان میں امام جامع شرائط اجتہاد مانتا ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۳ میں اور ملا علی قاری حنفی شرح قصیدہ امالی صفحہ ۲۵ میں ابی اسحق مذکور سے سند لیتے ہیں۔ اور علاوہ بریں نہایہ ابن اثیر ص ۲۶ لغت قرش میں اور فارسی روضۃ الشہداء صفحہ ۲۹۶ مولفہ ملا حسین کاشفی حنفی مولف

تفسیر حسینی میں ملاحظہ ہو۔ اور شیعہ کی کتاب جلاء العیون صفحہ ۲۴۶ وغیرہ دیکھو (۶) اختلاف احادیث کیوقت رسالہ ہذا میں لکھا گیا ہے کہ امام صادقؑ فرماتے ہیں مشہور مذہب امامیہ پر عمل کرنا چاہئیے جو مشہور مذہب عامہ (سنیہ) کے خلاف ہو۔ اسطرح بھی یہی قول صحیح ہے کہ جناب ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور ایک روایت فیصلہ کن اور صریح لکھکر ناظرین کی تسلی کرا دیتا ہوں تاکہ احتمالات و شکوک سب رفع ہو جائیں اور اس کے مخالف روایات سب مردود سمجھی جائینگی۔ ایسی کوئی روایت صریح اہل تسنن تمکین نکاح مذکور کو ائمہ طاہرین سے کتب شیعہ میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ جیسی کہ نفی نکاح میں صریح ہے۔ ملا محمد باقر مجلسی بحار الانوار میں بحوالہ کتاب الخراج والجرائح اور مرآۃ العقول شرح کافی جلد ۳ صفحہ ۴۴۴ میں باسناد قطب راوندی عمر بن اذینہ سے روایت کرتے ہیں قال قیل لابی عبداللہ علیہ السلام ان الناس یحتجون علینا ویقولون ان امیر المؤمنین زوج فلانا ابنته ام کلثوم وکان متکئا فجلس وقال ایقولون ذلک ان قوما یزعمون ذلک لا یهتدون الی سواء السبیل سبحان اللہ اما کان یقدر امیر المؤمنین ان یحول بینه وبینها فینقذها کذبوا ولم یکن ما قالوا الخ ترجمہ۔ راوی نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ سنی لوگ ہم پر اس سے حجت پکڑتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیؑ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم کا نکاح فلان فلان (عمر) کو کر دیا تھا۔ حضرت صادقؑ پہلے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس سوال پر غصہ سے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے فرمایا کیا اسطرح بھی کہتے ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں وہ راہ راست پر نہیں پہنچ سکتے۔ سبحان اللہ امیر المؤمنین اس کے بچاؤ کا کوئی حیلہ نہیں کر سکتے تھے کہ یہ عمل وقوع میں آتا۔ اسطرح نکاح ہرگز نہیں ہوا۔ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

(۷) مولف سنی خود مجالس المومنین سے نقل کرتا ہے کہ نکاح ام کلثوم کا (جو سنی کہتے ہیں) حضرت عمر سے بوجہ اس کے اظہار تسلیم توحید و رسالت کے ہوا یعنی اس سبب سے

کہ وہ صاحب بظاہر مسلمان تھے۔ اور مسلمان بی بی کا نکاح اُن سے جائز سمجھا گیا۔ یہ جواب مجالس المومنین میں بفرض تسلیم لکھا ہے کہ اگر اس واقعہ کو صحیح فرض کریں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یعنی اس سے کوئی فضیلت حضرت عمر یا کمال ایمان کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہی حضرت لوطؑ نے اپنی لڑکیوں کو مصلحت وقت پر کفار کے نکاح میں دینے کے لئے پیش کر دیا تھا۔ فرمایا ھٰؤلاءِ بناتی ھن اطھر لکم۔ ہم اس سے پہلے نمبر استدلال میں ثابت کر چکے ہیں کہ مناکحت و میراث کے احکام ظاہری اسلام پر مبنی ہیں۔

(ہ) ربیب کو بیٹا بیٹی پکارنے کا مزید ثبوت) سورہ احزاب پارہ ۲۱ و پارہ ۲۲ رکوع میں ہے۔ زوّجناکھا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا۔ اور تفسیر کبیر امام رازی جلد ۵ صفحہ ۱۵ میں بذیل آیت ونادیٰ نوح ابنہ مرقوم ہے القول الثانی انہ کان ابن امراتہ وھو قول محمد بن علیؑ الباقرؑ وقول الحسن البصری ویروی ان علیًا قرأ ونادیٰ نوح ابنھا والضمیر لامراتہ وقرأ محمد بن علیؑ وعروۃ ابن الزبیر ابنہ بفتح الھاء یرید ابنھا الا انھما اکتفیا بالفتحۃ عن الالف وقال قتادۃ سألت الحسن عنہ فقال واللہ ما کان ابنا لہ فقلت ان اللہ حکی عنہ انہ قال ان ابنی من اھلی وانت تقول ما کان ابنا لہ فقال لم یقل انہ منی ولکنہ قال من اھلی وھذا یدل علی قولی انتہٰی

(خلاصہ ترجمہ) جناب امام محمد باقرؑ اور حسن بصری صاحب فرماتے ہیں حضرت نوحؑ کا بیٹا جسکو کشتی پر سوار ہونے کیلئے اُنہوں نے بلایا تھا وہ درحقیقت اُنکی بیوی کا دوسرے خاوند سے بیٹا تھا۔ چنانچہ جناب علیؑ اور حضرت محمد باقرؑ اور عروہ ابن زبیر نے کلمہ ابنہ کو ابنھا ضمیر مونث سے پڑھا ہے۔ اور حسن بصری سے قتادہ نے بطور مناظرہ و استدلال بحث پوچھا تو بھی اسی آیت میں سے اُس نے ثابت کیا کہ وہ بیٹا زوجہ حضرت نوحؑ کا تھا کیونکہ آیت میں نوحؑ کا یہ مقولہ ہے کہ یہ میرے اہل سے ہے

نہ یہ کہ وہ مجھ سے پیدا ہوا ہے یعنی من اہلی فرمایا نہ کہ منی،
پس بنابر قرات مشہورہ ابنہٗ نوح کا بیٹا اسکو پکارا جانا ربیب ہونیکی وجہ سے
ہے نہ یہ کہ وہ صلبی بیٹا تھا (۹) اور نکاح ام کلثوم سے جو فضیلت حضرت عمر کی یا بجا
آمدی کا استدلال کیا جاتا ہے وہ اسلئے بھی باطل ہے کہ بفرض تسلیم اس نکاح کے
فریقین کی کتب سے ثابت ہے کہ جناب امیر نے انکار فرمایا اور بالجبر والاکراہ وتخویف
وتہدید جناب سے منوایا گیا تو اس صورت میں اسپر کوئی ثمرۂ خیر مرتب نہیں ہو سکتا
(۱۰) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ سے جو اہل تسنن حدیث ذالک فرج غصبناہ پر
شور مچاتے ہیں کہ اس کلام میں بدتہذیبی بھری ہوئی ہے۔ پس اولاً بحار الانوار
میں روایات متعلقہ اس عقد کو بتصریح محدثین ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور
بفرض صحت یہ سنیوں کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے یہاں فرج کے معنے کشائش وآسائش
کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ امام تزویج ام کلثوم کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک
ہمارا موجب غم ہے جو آسائش اور خوشی ہماری کھوئی گئی۔ معنی مذکور کیلئے دیکھو
صراح وغیاث وغیرہ کتب لغت۔ اگرچہ نکاح دختر ابوبکر صاحب مراد ہے مگر چونکہ
وہ ربیبہ جناب علیؑ تھی اسکی تزویج بھی حضرت عمر سے جناب امیر کو ناگوار گذری۔
اور نہایت تہدید وتخویف وتشدد (اسکا ثبوت کافی صفحہ مذکور میں ملاحظہ ہو) کے
بعد اس پر آپکو سکوت کرنا پڑا۔ اسلئے یہ کارروائی آپکے لئے بلکہ جملہ اہلبیت کے لئے
موجب غم واقع ہوئی (۱۱) بفرض تسلیم معنی شرمگاہ بھی کوئی بدتہذیبی نہیں کیونکہ
کلام عربی محاورہ عرب پر ہے۔ ہندی محاورات سے اسکو کوئی تعلق نہیں دیکھئے
حرف لام اور نون کے ملانے سے ہندی میں کس قدر شرمناک محاورہ معلوم ہوتا ہے
اور قرآن کریم میں پچاسوں جگہ وارد ہے۔ جیساکہ پارۂ چوتھا اسی سے شروع
ہوتا ہے۔ اسیطرح لفظ فرج اگرچہ ہندی میں شرمناک سمجھا جاتا ہے اور اس کے

بولنے سے مخالفین کو بدتہذیبی محسوس ہو رہی ہے مگر عربی میں عام مستعمل و اعلےٰ تہذیب
کے احاطہ میں داخل ہے۔ دیکھو کلام معجز قرآن کریم و مریم ابنۃ عمران التی
احصنت فرجھا۔ لفروجہم حٰفظون۔ ویحفظن فروجھن۔ اور احادیث
صحاح اہل السنن میں دربیان اقسام زنا آنحضرت صلعم سے وارد ہے والفرج یصدق
ذالک (دیکھو بہ (۱۲) تناقض روایات نکاح ام کلثوم احاطہ تحریر سے باہر ہے دیکھو
کنز مکتوم۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ سبب مغالطہ راویوں کا تین چار ام کلثوم
نام کی بیویوں کا نکاح حضرت عمر میں آنا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۲
معہ استیعاب میں بحوالہ دارقطنی مرقوم ہے۔ کہ ام کلثوم بنت علیؑ عبداللہ بن جعفر کے
نکاح میں تھیں اور انہیں کے پاس وہ فوت ہوئیں۔ اور ذخائر العقبےٰ صفحہ ۱۱۳ میں
لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر ۸۰ ہجری میں بعہد عبدالملک فوت ہوئے اور ام کلثوم
زوجہ عمر صاحب معہ زید پسر خود بعہد معاویہ فوت ہوئی۔ دیکھو استیعاب بر اصابہ
جلد ۴ صفحہ ۴۹۲۔ و اصابہ صفحہ مذکور۔ و اسد الغابہ ابن اثیر صفحہ ۹۲۸

طرز استدلال نمبر ۲۵} مجمع الاوصاف صفحہ ۶۵ وغیرہ کتب مناظرہ اہل السنن
میں لکھا ہے کہ جناب علیؑ اگر ثلاثہ کو خلیفہ برحق و امام نہیں جانتے تھے تو بحکم آیت
الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا آپنے ہجرت کیوں نہ اختیار فرمائی۔

ابطال استدلال} آیت ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون سورہ عنکبوت
پارہ ۲۱ رکوع ۶ آیت مندرجہ عنوان الم تکن ارض اللہ واسعۃ کی مفسر و مبین ہے
جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے خاص میری عبادت کرو۔ کیا میری زمین
فراخ نہیں۔ بیشک فراخ ہے۔ ایک جگہ عبادت سو جانا تمہیں ممکن نہ ہو تو ایسے
مقام پر چلے جاؤ جہاں بآزادی تم میری ہی پرستش کرسکو۔ مگر ہر حال میں شرک
سے بچتے رہو۔ پس ایسے مقام سے ہجرت کی ضرورت نہیں تھی جسمیں بعض تو خالص

موحد اور مطیع خدا و رسول موجود تھے۔ اگرچہ وہ قلیل تھے۔ اور ان کے ماسوا اگرچہ زبان سے اور بظاہر مگر تھے توحید کے قائل اور نبوت کے معترف جو اعمال اسلام کو بظاہر بجالاتے تھے اگرچہ ان میں بدعات کو شامل کر کے صورت عملی کو کچھ نہ کچھ متغیر کر لیا تھا۔ بہرحال مسلمان کہلاتے تھے۔ اور ظاہری شعار اسلام انمیں پائے جاتے تھے۔ لہذا بہ نسبت علانیہ مشرکین کے اندر رہنے کے ایسے ہی مسلمانوں میں رہنا بہتر تھا۔ (۲) امام منصوص من اللہ و حجت خدا کا منکرین و معاندین کے اندر حتی الامکان موجود رہنے سے حجت خدا پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب امیرؑ کی عدم موجودگی اور ہجرت کر جانے میں یہ اعتراض پیدا ہوتا تھا کہ چونکہ امام صاحب صحابہ میں موجود نہ تھے لوگ انکی متابعت کرنے سے معذور ہو کر دوسروں کے تابع ہو گئے۔ پہلی دفعہ اگرچہ لوگوں کو غلطی لگ گئی تھی مگر بعدہٗ اسکی اصلاح ہو جاتی خلیفہ مصنوعی کے احداث۔ بدعات۔ اور غلطیوں کا احساس کر کے اسکو معزول کر دیا جاتا اور امام منصوص واجب الاطاعت کی متابعت کیجاتی مگر امام صاحب ہجرت کر گئے۔ اس لئے لوگ مجبوراً امام ناحق کو رفتہ رفتہ برحق سمجھنے لگے۔ نیز کہا جاتا اگر پہلے انتخاب میں غلطی بھی ہو گئی تھی تو دوسری یا تیسری دفعہ لوگ حق کو پہچان لیتے۔ مگر اصل مستحق امامت جب ہجرت کر کے چلے گئے تھے اسواسطے مجبوراً جو دوسروں کی نسبت لوگونکو اچھا معلوم ہوا اسکو اس عہدہ پر مقرر کر دیا۔ ان وجوہ سے ضروری تھا کہ مخالفین پر ہمیشہ امام برحق اتمام حجت کر کے انکو فضول عذرات اور احتجاجات واہیات کا موقع نہ دے۔ چنانچہ ائمہ طاہرین ہمیشہ ابلاغ حجت مہما امکن کر کے سبکدوش ہوتے رہے ہیں (۳) امام پاک کے وہاں موجود رہنیکا یہ بھی فائدہ تھا کہ وقتاً فوقتاً بعض مسائل شرعیہ کے مشکلات کو حل کر دیتے رہیں اور جس حد تک مخالفین بدلتے جائیں اصلاح فرماتے رہیں۔ ہجرت کر جانیمیں یہ فائدہ مفقود تھا۔

(۴) ہجرت پہلے مقام سے اس کی نسبت بہتر اور آزادی کی جگہ پر ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سلاطین اسلام روئے زمین کے سب ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے مخالف گذرے ہیں۔ اگر امام پاک ہجرت کرتے تو کس صاحب کے پاس جا کر امن لیتے۔ اگر مشرکین و کفار یا یہود و نصاریٰ کی کسی سلطنت میں چلے جاتے جہاں توحید حقیقی اور نبوت سیدنا محمد صلعم کے ظاہراً و باطناً لوگ منکر تھے۔ فرمائیے وہاں اعمال صحیح ادا کرنیکی آزادی کسطرح حاصل ہوتی۔ ہرگز نہیں۔ اس سے یہی بہتر تھا کہ سلطنت اسلام میں اقامت رکھیں۔ اور حتی الامکان اتمام محبت و اصلاح شریعت فرماتے رہیں۔ اور عوام میں نہیں تو خواص میں ہی تعلیم احکام صحیح شرعیہ جاری رکھیں اور خود اعمال صحیح کے پابند رہیں (۵) حدیث بخاری مندرجہ تشریح آیت استخلاف لاھجرۃ الیوم۔ فالمؤمن یعبد ربہ حیث شاء کے مطابق بھی چونکہ ائمہ کو اپنے اعمال صحیح بجا لانے بلکہ خواص کو تعلیم دینے کا بھی امکان حاصل تھا جو غیر سلطنت اسلامی میں ناممکن تھا۔ لہذا ہجرت بجائے فائدہ مضر تھی۔ آیت ہجرت کا یہ ہرگز مقتضا نہیں کہ جہاں بعض امور خلاف شرع پائے جائیں اس جگہ کو چھوڑ دو خواہ اس سے بدتر جگہ پر چلے جاؤ جہاں کفر و شرک محض پایا جائے۔ اور ہم کو ایک امر بھی وہاں صحیح بجا لانا ممکن نہ ہو۔ یہ سمجھنا غلط محض ہے۔ سنیوں کی مشہور و معروف درسی تفسیر جلالین میں لکھا ہے فتھاجروا فیھا من ارض الکفر الی بلد آخر یعنے ملک کفرستان سے ایسے شہر کی طرف کیوں ہجرت نہ کی جہاں کفر نہ تھا۔ آیت الم تکن ارض اللہ واسعۃ سے پہلی آیت میں یہ مضمون ہے جو لوگ مشرکین میں پڑے رہنے۔ اور اپنے دین کی خرابی سے اپنے اوپر آپ ظلم کر رہے یعنی شرک اور کفر کی حالت میں مرے تو فرشتگان ان سے پوچھیں گے تمہیں کیا ہوا کہ دار الحرب میں پڑے رہے۔ وہ کہیں گے ہم وہاں

بے بس تھے - فرشتے کہیں گے - کیا اللہ تعالیٰ کی زمین اسقدر لمبی چوڑی گنجائش نہیں رکھتی تھی کہ تم کسی طرف چلے جاتے - ایسے مشرک لوگ دوزخ میں جائینگے دیکھو قرآن شریف مترجم مولوی نذیر احمد - اس کے بعد آیت ہجرت سے بعض لوگ مستثنیٰ بھی ہیں جن کیلئے فرمایا الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلاً یعنے جن کو باہر نکلجانیکا کوئی رستہ نہیں سوجھ پڑتا ہے - اور ایسے بے بس ہیں جو کہیں امن وآرام کے لیئے انکو کوئی حیلہ نہیں ملتا - تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں - دیکھو ترجمہ نذیر احمد - خیال فرمائے جناب امیرؑ کو کس آبادی کا رستہ امن سوجھتا تھا جہاں تشریف لیجاتے - اور سنیوں کی جمع الاوصاف صفحہ ۵۰ کے حاشیہ پر موضح القرآن سے منقول ہے - اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے - انتہیٰ من علیہ - جب حضرت امیرؑ مدینہ میں کھلے مسلمان رہ سکتے تھے - کوئی ان کو شرک پر مجبور نہیں کرتا تھا - انپر ہجرت کیونکر فرض تھی - شرک پر مجبور کرنا اور فرائض ادا کرنے سے روکنا بجائے خود رہا - ثلاثہ کے زمانہ میں سب لوگ مسلمان کہلاتے اور خود بھی فرائض کو خواہ کسی طرح ہو ادا کرتے تھے ۰

مولوی نذیر احمد صاحب سنی مترجم قرآن حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۱۴۸ آیت مندرجہ بالا کی تشریح میں لکھتے ہیں - کہ دار الحرب وہ ملک ہے جسمیں کافرونکی عملداری ہو اور وہاں کا حاکم مذہبی عند سے مسلمانوں کو فرائض اسلامی نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ کے بجا لانیسے روکے - اور منع کرے - تو ایسے ملک میں مسلمان کو رہنا درست نہیں - انتہیٰ من علیہ - خلفاء ثلاثہ کے عہد خلافت میں نماز روزہ سے نہ روکنے کا انتظام تھا - اور نہ فرائض ادا کرنے پر کوئی سزا ملتی تھی - لہذا وہ دار الحرب نہیں تھا بلکہ وہ ملک دار الاسلام تھا جس سے ہجرت کا حکم نہ تھا ۰

ایسے مقام پر بدعات و خلاف شرع کاموں پر قلبی نفرت رکھنے کا حکم تھا جو عمل میں آتا رہا۔ دیکھو صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۶۔ و کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵۵۔ نیز مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول صفحہ ۱۲ میں رسول خدا صلعم سے مروی ہے فرمایا ومن جاھدھم بلسانہ فھو مؤمن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن یعنے مومن کو چاہئے کہ ہاتھ سے ہوسکے تو زبان یا دل کے ساتھ مخالفین دین سے جہاد کرتا رہے۔

اسی ظاہری اسلام کی بنا پر تلوار سے جہاد کا حکم ویسے مسلمانوں سے اُسوقت نہ تھا کیونکہ سب لوگ نماز وغیرہ کے قائل اور بظاہر عامل تھے۔ دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۴ و مشکوٰۃ باب الامارۃ وغیرہ۔

(ہجرت کے حکم نہ ہونیکا اور ثبوت) تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۱۲ کتاب الجہاد والسیر۔ صفحہ ۵۴ باب لاھجرۃ بعد الفتح و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا لاھجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد و نیۃ الخ اور اسی طرح سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۹ میں بروایت ابن عباس مذکور ہے۔ اور بخاری صفحہ مذکور میں مجاشع سے مروی ہے وہ اپنے بھائی مجالد کو نبی صلعم کی خدمت میں لیگیا۔ عرض کیا۔ مجالد آپسے ہجرت پر بیعت کرتا ہے فقال لاھجرۃ بعد فتح مکۃ ولکن ابایعہ علے الاسلام آپنے فرمایا فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہاں اسلام پر قائم رہنے کی بابت میں اسکی بیعت لیتا ہوں۔ غور فرمائیے جب اصح الکتب سلیہ سے ثابت ہوا کہ بعد فتح مکہ ہجرت کا حکم ہی نہ تھا۔ تو کیا اعتراض باقی ہے۔ اور پھر دارالاسلام سے دارالکفر کی طرف ہجرت کرنیکا مومن کیلئے نہ کبھی حکم ہوا ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کو لوگوں کا اقرار توحید و نبوت اگرچہ زبانی تھا مگر اُنکے مطلق مرتد اور ظاہر کافر ہو جانے سے بہت پسند تھا کیونکہ اس حالت میں وقتاً فوقتاً کچھ عوام میں اور کچھ خواص میں اشاعت حق اور

اصلاح کا موقع دیا جاتا تھا۔ اور قلیل قلیل لوگ امام حق کے معتقد بھی ہو جاتے تھے۔ دیکھو فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹۔ کفار اور مشرکین کے ساتھ برتاؤ کا حکم اور ہے اور منافقین کے ساتھ اور۔ مشرکین کے لئے حکم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم اور فلا یدخلو المسجد الحرام تھا۔ مگر منافقین جو بظاہر مسلمان اور زمرہ اصحاب النبی میں ملے جلے رہتے تھے رسولخدا صلعم ان کیساتھ اگرچہ مجاہد لسانی اور بلیغ تفضیح و توبیخ عمل میں لاتے رہے مگر ان کی خاطر و مدارات بھی فرماتے رہے۔ نہ انکو نکالا اور نہ قتل کا حکم دیا۔ مصلحت عدم قتل یہ ظاہر فرمائی کہ قتل کرنے سے ترقی اسلام بند ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ کہیں گے رسولخدا صلعم باطنی مخالفت کا دھبہ لگا کر اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے پاس ہی نہ جانا چاہیے دیکھو حدیث لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ دیکھو فلک النجاۃ بحوالہ جلد ا صفحہ ۵۱۵ و ۵۱۶۔ اور ظاہر اسلام پر مال اور خون محفوظ ہو جاتا ہے۔ توریث و مناکحت کا سلسلہ اسی پر مسلمانوں میں جاری ہوتا ہے چنانچہ اس کو ہم استدلال نمبر ۲۳ میں بیان کر چکے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیؑ کا سلطنت ثلاثہ میں اپنے علم و عقائد کے مطابق اعمال صحیحہ بجا لاتے رہنا اور سلطنت کے برخلاف بغاوت نہ کرنا فقط تسلیم سلطنت کے طور پر تھا۔ نہ یہ کہ اُن کی احکام شرعیہ یا مخالفت خدا و رسول میں اطاعت کرتے تھے۔ اطاعت مخالفین اسلام مخالفت خدا و رسول میں ممنوع ہے نہ یہ کہ بلا روک ٹوک جہاں اعمال فرائض وغیرہ مطابق احکام خدا و رسول ادا کئے جا سکیں اس سلطنت میں رہنے سے جرم عائد ہوتا ہے۔ ممالک نصاریٰ میں مسلمان بآزادی اعمال اعتقادیہ خود بجا لاتے ہیں اسلئے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اطاعت شیطانی ہے۔ اور اس ملک سے شرطیت ہجرت کا کوئی محقق قائل نہیں +

...بخاری وغیرہ

ہ۔ دیکھو شرح مسلم النووی جلد ۲ صفحہ ۳۲۱

طرز استدلال نمبر ۲۶ } اہل سنن کہتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام باوجودیکہ موافق حدیث صحیح مسلم و بقول شیعہ حضرت ابو بکر کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھتے تھے۔ تو پھر اُنکے پیچھے نماز کیوں پڑھتے تھے ؞

ابطال استدلال } اگر کبھی یہ صورت وقوع میں آئی ہو تو جواب اسکا بچند وجوہ عرض کیا جاتا ہے (۱) جناب امیر علیہ السلام نے صحیح نماز الگ اداکرکے پھر اُسی کو مسکرر تقیۃً و مصلحتاً حضرت ابو بکر کے پیچھے بھی پڑھ لیا ہوگا چنانچہ حق الیقین فارسی مطبوعہ ایران صفحہ ۸۵ میں بالصراحت یہ قصہ اسی طرح مروی ہے۔ اور اسطرح کا عمل مطابق حکم رسولخدا صلعم و موافق عمل دیگر صحابہ ہے۔ پس ایسی اقتدا حضرت امیرؑ کی ابو بکر صاحب کے پیچھے مخالف کے لئے کچھ مفید نہیں۔ اس حکم رسولخدا کے ثبوت میں کہ خلفا جور کے وقت نماز صحیح الگ پڑھکر دفع فتنہ کے لئے خلفا جور کے پیچھے بھی اُسی نماز کو پڑھ لیا جائے دیکھو بخاری معہ فتح الباری صفحہ ۱۳۰ جلد ۳ و مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ و باب صلوٰۃ السفر وغیرہ کتب سنیہ (۲) سنیوں کے نزدیک حکم مشہور مسلم ہے صلوا خلف کل برّ و فاجر اس لیئے اُنکے نزدیک ہر فاسق فاجر کے پیچھے نماز جائز ہوسکتی ہے اس لیئے اُنکو حضرت علیؑ پر اعتراض کی گنجائش باقی نہیں۔ ثبوت کیلئے دیکھو کتب احادیث و فقہ و عقائد اہل سنن۔ نمونہ کے لئے ملاحظہ ہو شرح عقائد نسفی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۱۵ و شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۰۶۔ لقولہ علیہ السلام صلوا خلف کل بر و فاجر و لان علماء الامۃ کانوا یصلّون خلف الفسقۃ و اھل الاھواء و البدع من غیر نکیر الخ یعنی نماز ہر فاسق فاجر یا نیک کے پیچھے جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا اسی طرح حکم ہے۔ اور اس واسطے بھی جائز ہے کہ ہمارے علماء اہل سنت فاسق اور ہوا و حرص کے تابع اور بدعتی لوگوں کے پیچھے بلا اعتراض نمازیں پڑھتے آئے ہیں ۔* *

*(۳) شیعہ کے نزدیک مخالف کے پیچھے نماز بہ نیت انفراد (اکیلے) درست ہے ایسے پیش نماز کو بمنزلہ ستون یا دیوار تصور کیا جاتا ہے۔ دیکھو فروع کافی جلد ا صفحہ ۲۲۳

طرز استدلال نمبر ۲۷ بحوالہ شرح نہج البلاغہ ابن میثم ایک طویل عبارت لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر صاحب جناب زہرا علیہا السلام کی خدمت بابرکت میں گئے۔ اور فدک کی نسبت اپنا عندیہ پیش کیا جسپر جناب زہراؑ راضی ہوگئیں (مجمع الاوصاف صفحہ ۹ بحوالہ ہدایات الرشید صفحہ ۸۵۸ + (ب) مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰۵ میں فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲۷ سے منقول ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے سات باغ کا سوال کیا جو (میرے قیاس میں) میراث پسماندہ رسول اللہ صلعم سے حضرت فاطمہؑ کے لئے رہے تھے۔ تپس امام موصوف نے فرمایا کہ وہ باغات حضرت سیدہ کی میراث نہیں تھے۔ جز این نیست کہ وہ وقف تھے الخ (ج) کتاب مجاج السالکین شیعہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام ابوبکر کیساتھ اس شرط پر راضی ہوگئی تھیں کہ اسکی تقسیم میرے باپ محمد صلعم کیطرح کیا کریں۔ آپنے تسلیم کرلیا الخ (حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۳۵ و مجمع الاوصاف صفحہ ۹ و ہدایت الشیعہ صفحہ ۱۲ و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ کتب مناظرہ سینہ)

ابطال استدلال کہ شرح نہج البلاغہ ابن میثم میں دربارہ واقعہ فدک شیعہ اور سنی ہر دو فریق کی جانب سے دلائل و اخبار مختلفہ نقل کئے گئے ہیں یہ مضمون جو مولف مسی نے نقل کیا ہے۔ اصل کتاب دیکھنے پر معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکو ابن میثم نے بصیغہ تمریض بعض سینوں کا عندیہ بیان کیا ہے نہ یہ کردہ شیعوں کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ اسکی تائید میں یہ فقرہ آخری عبارت ابن میثم جو خود مولف مجمع الاوصاف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۲ پر نقل کیا ہے قابل غور ہے۔ وفی ھذہ القصۃ خبط کثیر بین الشیعۃ ومخالفیہم ولکل من الفریقین کلام طویل و لنرجع الی المتن انتہے بلفظہ۔ یعنی اس قصہ جناب زہراؑ کے تادم حیات ابوبکر صاحب پر غضبناک رہنے یا انکے راضی ہو جانے میں شیعوں اور انکے مخالفوں (سنیوں)

کے درمیان بہت بڑی گڑبڑ ہے۔ دونوں فریقوں کی اسمیں طول طویل بحث ہے جسکو ہم نہیں چھیڑتے بلکہ ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن میثم نے فریقین کے جزوی دلائل بیان کرکے عبارت منقولہ مناظر سنی کو سنیوں کی طرف سے نقل کیا ہے پھر آخر میں طول طویل جھگڑے سے اعراض کرکے متن نہج البلاغہ کی طرف رجوع کر لیا۔ تو اس سے کہاں ثابت ہے کہ یہ روایت منقولہ شیعہ کی مسلّم اور انکے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ یہ فقط اختلاف اقوال کے طور پر مخالفین کا قول منقول ہے (ب) مولف مجمع الاوصاف نے عبارت فروع کافی نقل کرنے میں اپنے مذہب کی عادت جبلیہ کے موافق خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ عبارت دیدہ دانستہ چھوڑ دی ہے جو اسی حدیث میں موجود ہے۔ فلما قبض علیہ السلام جاء العباس یخاصم فاطمۃ علیہا السلام فشھد علی علیہ السلام وغیرہ انھا وقف علی فاطمۃ علیہا السلام ترجمہ:۔ جس وقت جناب رسولخدا صلعم نے وفات پائی تو حضرت عباسؓ نے جناب فاطمہؑ کے ساتھ باغات کے بارے میں اپنے حقوق کے اظہار کا مکالمہ کیا جسپر جناب علیؑ و دیگر بزرگواروں نے شہادت دی کہ یہ باغات خاص جناب فاطمہؑ کے واسطے وقف ہیں۔ سنی مولف نے بغرض ہوکہ دہی وقف عام قرار دیا ہے حالانکہ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ یہ باغات خاص جناب سیدہ علیہا السلام کے واسطے وقف تھے۔ اور دوسری حدیث سے (سطر ۱) صفحہ فروع کافی سے ظاہر ہے کہ یہ باغات بعدہ انکی اولاد کیلئے بعد دیگرے کے بھی وقف تھے۔ (ج) منہاج السالکین شیعہ کی کوئی کتاب نہیں چنانچہ ہم تمہید میں اسکو بیان کر چکے ہیں[1] اور تفصیل بحث فدک کی نسبت میراث و ہبہ [illegible] میں نیز دیکھو خطبہ وسیلہ بذیل استدلال نمبر ۵۔ فدک کے بارہ میں حضرت علیؑ و دیگر ائمہؑ کا اعتقاد (د) اگر کوئی روایت شاذ برخلاف احادیث متواترہ امامیہ دربارہ رضامندی حضرت زہراؑ بحق ابوبکر صاحب ملے بھی تو وہ حسب قانون عمل بالحدیث قابل حجت نہیں

[1] دیکھو ضمیمہ ۳ صفحہ ۱۶۲

مال فئے کا حقدار کون ہے؟ اہل سنت آیہ فئے کے معنے میں غلطی کر کے دھوکا دیتے ہیں کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلعم کو کوئی اختیار نہ تھا کہ جناب زہرا کو فدک ہبہ کر دیتے اور نہ وہ آنحضرت صلعم کے ملک میں تھا بلکہ رسول صلعم کے ملک میں کچھ بھی نہ تھا مال فئے سارے مسلمانوں کا مشترک حق تھا۔ لہذا کوئی چیز قابل وراثت بعد وفات حضور صلعم باقی نہ رہی تھی لہذا ہم اس کی تشریح ضروری سمجھتے ہیں۔ اولاً آیت فئے مع ترجمہ شکی پر غور فرمائیے وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شئ قدیر ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل (سورہ حشر پارہ ۲۸) ترجمہ:۔ اور جو مال خدا نے اپنے رسول کو (بے لڑے) مفت میں ان سے دلوا دیا تو (مسلمانو) تمنے اُس کیلئے کچھ دوڑ دھوپ تو کی نہیں (نہ) گھوڑوں سے اور نہ اونٹوں سے۔ مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہے قابض کر دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو مال اللہ نے رسول کو (ان) بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوا دے تو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ اور (رسول کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا۔ انتہےٰ (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب) اسی کے متصل آیت اس کے بعد وارد ہے ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا الآیہ ترجمہ:۔ اور (مسلمانو) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اٹھا کر) دیدیا کریں وہ لیلیا کرو۔ اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کریں اُس سے دستکش رہو۔ اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے۔ انتہےٰ (ترجمہ مولوی نذیر احمد)

شیعہ کی تفسیر کہ ہم فلک النجاۃ میں ثابت کر چکے ہیں قرآن کریم کی تفسیر بحکم حدیث ثقلین وہی تحکیم واجب العمل ہے جو ائمہ اہلبیت سے ثابت ہو خواہ ساری

دنیا کے مذاہب اس کے مخالف ہوں۔ اور تفسیر ائمہ اہلبیت میں آیت فے کے بارہ میں بالاتفاق یہی مروی ہے کہ سارے کا سارا مال فے خالص رسول خدا صلعم کا حق ہوتا ہے۔ وہ اپنے قرابتداروں سے اغنیاء و فقراء۔ ومساکین ویتامے ومسافروں ومہاجروں وانصاروں کو بعد وضع اپنی ضروریات کے جسطرح چاہیں دیدیں آپکو اس میں اختیار ہے کہ زمین حاصل شدہ از قسم فے کو تقسیم کردیں یا اس کی آمدنی کو تقسیم کردیں۔ یا کسی کو بطور جاگیر بخشدیں۔ غرضیکہ ہر قسم کے مالکانہ اختیارات آنحضرت صلعم کو حاصل ہیں۔ عام مسلمانوں کو اس سے کوئی چیز دیدیں تو آپکا اختیار۔ نہ دیں تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ چنانچہ ما آتکم الرسول سے ظاہر ہے۔ اور مہاجرین وانصار کے فقرا بھی اسی قسم قرابتداروں سے مراد ہیں للفقراء المہاجرین کو لذی القربیٰ سے بدل مانا گیا ہے۔ اس طرح یہ قسم بھی اسی صنف رسول کے قرابتداروں کا مراد ہے۔ اور انصار سے مراد بھی یہی قریبی انصار ہونگے جو اول ہجرت کرکے ہمراہ حضرت صلعم کے مدینہ میں آئے اور بعد کے آنیوالے مہاجرین کی نصرت کی۔ اور اگر لذی القربیٰ کے بعد کے کلمات سے[*] صرف اغنیا قریبی مراد ہونگے۔ غرضیکہ مال فے رسول صلعم کا تھا۔ خدا کا حصہ بھی رسول کا اور رسول کا بھی آپکا۔ اور آپکے بعد یہ سب امام حق منصوص من اللہ والرسول کا ہوتا ہے۔ اور رسولؐ کے قرابتداروں کا حصہ غنی فقیر سب کا ہے۔ اور یتیم مسکین مسافر بھی انہی قرابتداروں میں سے حصہ دار ہیں۔ مہاجرین وانصار بھی انہی سے مراد ہیں۔ لذی القربیٰ کے بعد جو اصناف مذکور ہیں یہ بطور تخصیص بعد تعمیم ذکر ہوئے ہیں۔ اسی طرح مال غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) رسولؐ اور آپکے قرابتداروں کا حق ہے۔ غنی ہوں یا فقیر یا مسکین یا مسافر۔ اور نبیؐ کے زمانہ میں بلا لحاظ اس کے کہ فلاں قرابتدار غنی ہے یا فقیر سب کو کچھ نہ کچھ ملتا رہا جسطرح حضور صلعم مناسب سمجھتے تھے۔ ثبوت اس کا کتب شیعہ

[*] بدل فرض کریں تو اول ذوی القربیٰ سے۔

میں بروایات ائمہ اہلبیت کافی موجود ہے۔ نمونہ کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر صافی صفحہ ۱۸۵ سورہ انفال وص ۴۷۴ سورہ حشر بحوالہ کافی و تہذیب و من لا یحضرہ الفقیہ و غیرہ

غنیمت اور فے میں فرق } حاشیہ قرآن مترجم مولوی نذیر احمد پر تشریح آیت فے کے بارہ میں اس طرح لکھا ہے۔ لوٹ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو کفار سے لڑکر ہاتھ آئے اسکو غنیمت کہتے ہیں۔ اور ایک وہ جو بے لڑے ہاتھ لگے جیسا کہ بنی نضیر یہودیوں سے ملا تھا۔ اسکو اصطلاح شرع میں فے کہتے ہیں جسکا ترجمہ ہمنے مُفت کیا ہے۔ انتہےٰ بلفظہٖ

سنیوں کی کتابوں سے ثبوت کہ مال فئے کے مالک رسول صلعم ہیں } (۱) تفسیر جلالین صفحہ ۴۵۳ سورہ حشر آیت فئے کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو یہ خطاب ہے فلا حق لکم فیہ ویختص بہ النبی صلعم ومن ذکرمعہ فی الایۃ الثانیۃ من الاصناف الاربعۃ علےٰ ماکان یقسمہ من ان لکل منہم خمس الخمس ولہ صلے اللہ علیہ وآلہ الباقی یفعل فیہ مایشاء۔ انتھےٰ تفسیر جلالین کے حاشیہ کمالین کی عبارت بھی لکھی جاتی ہے (حاشیہ نمبر ۱) یعنی انہ یقسمہ علی خمسۃ اسہم اربعۃ اخماس للنبی صلعم خاصۃ والخمس الباقی یقسم علیہ وعلی الانواع الاربعۃ المذکورۃ فی الایت التالیۃ الخ (حاشیہ نمبر ۲) قولہ الباقی وھی الاقسام الاربعۃ متصرف فیہا مایشاء یعنے اے مسلمانو! تمہارا مال فئے میں کوئی حق نہیں یہ مال خاص نبی صلعم کا ہے۔ اور ان کا جو حضور صلعم کے ساتھ آئندہ آیت میں مذکور ہیں۔ وہ اسطرح تقسیم کریں کہ ان اصناف اربعہ میں سے ہر ایک کے لئے پانچواں حصہ فئے کے پانچویں حصے سے ہے اور باقی سب رسول خدا صلعم کا ہے۔ اسمیں آپکو کلی اختیار حاصل ہے جس طرح چاہیں اسکو استعمال کرسکتے ہیں (حاشیہ کمالین میں ہے) کہ مال فئے کو پانچ حصوں پر تقسیم کریں۔ چار حصے خاص نبی صلعم

کے اپنے ہیں۔ اور پانچواں حصہ خود نبی صلعم اور دیگر چار قسم کے حصہ داروں پر تقسیم ہوتا ہے۔ جن کا ذکر بعد کی آیت میں ہے (دوسرا حاشیہ) یعنے چار حصے جو رسول صلعم کے مال فئے میں ہیں (اور پانچویں میں بھی شریک ہیں) اپنے رسول خدا صلعم ہر قسم کا تصرف فرما سکتے ہیں جو چاہیں کریں۔ (۲) تفسیر حسینی میں بذیل تفسیر آیت فئے لکھا ہے اموال و عقار ایشاں (بنی نضیر) مجموعہ فئے شد۔ یعنی تمام خاصہ پیغمبر صلعم بود۔ پس آنحضرت صلعم ہر چیز بہر کس کہ خواست بداد الخ (آخر میں لکھا) علماء بر آنند کہ فئے خاصۂ پیغمبر صلعم بود و قسمت آں تعلق بوے داشتہ (۳) تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۸۱ میں ہے ما افاء اللہ علے رسولہ۔ جعلہ فیئًا لہ خاصۃ۔ منہم من بنی النضیر والامر فیہ مفوض الیہ یضعہ حیث یشاء ولا یقسمہ قسمۃ الغنائم اللتی قوتل علیہا ترجمہ یعنی مال فئے خاص رسول اللہ صلعم کا ہے اسکا اختیار انہی کو ہے جہاں چاہیں اور جسطرح چاہیں دیں یا نہ دیں۔ اسکو غنیمت کی طرح تقسیم کرنیکا حکم نہیں (۴) تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۸ صفحہ ۱۲۵ میں ہے ومعنی الآیۃ ان الصحابۃ طلبوا من الرسول ان یقسم الفئ بینہم (الی ان قال) فکان الامر فیہ مفوضا الی الرسول یضعہ حیث یشاء یعنی صحابہ نے مال فئے سے حصہ لینے کی خواہش کی جسپر خدا تعالیٰ نے غنیمت اور فئے کا فرق بیان کر دیا۔ اور فرمایا کہ فئے وہ چیز نہیں کہ تمنے اُسپر کوئی تکلیف کی ہو لہذا اُسکا اختیار رسولؐ کو ہے جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔ اُسی صفحہ تفسیر مذکور میں علامہ واحدی سے مروی ہے اُس نے کہا کہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں فئے پانچ حصوں پر تقسیم ہوتا تھا چار حصے رسولؐ لیتے تھے اور پانچویں حصہ سے پھر ایک حصہ رسول صلعم لیتے اور باقی چار حصے اصناف اربعہ مندرجہ آیت پر تقسیم فرماتے تھے۔ انتہیٰ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچویں حصہ فئے سے بھی ایک حصہ رسول کا اپنا تھا۔ اور چار باقی اصناف اربعہ کے۔ اگر یہ چار اصناف رسولؐ کے قرابتداروں سے مراد نہ لئے جائیں تو کلمہ ولذی القربیٰ (نعوذ باللہ) لغو جاتا ہے +

(۵) اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۷۱ و ۳۷۲ میں ابو العالیہ سے خمس غنیمت کی تقسیم اس طرح لکھی ہے کہ اسکو چھ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا رسولؐ کا۔ یہ دو رسولؐ لیں اور باقی چار حصے اصناف اربعہ لیں اور اس خمس کے علاوہ چار حصے لڑنیوالے اور غنیمت سے لانیوالے مسلمانوں کے ہیں۔ اور تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۷۹ میں حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مصفا شرح مؤطا جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ میں لکھا ہے وورین مسئلہ مناظرہ واقع شد۔ درمیان حضرت عمرؓ و درمیان حضرت علیؑ و حضرت عباسؓ۔ حضرت علیؑ و حضرت عباسؓ اضافہ را اضافہ ملک می دانستند و دعویٰ میراث کردند (تا اینکہ لکھا) کہ حضرت عمر این آیت خواند ما افاء اللہ علی رسولہ منہم بعد ازاں گفت فکانت ھذہ خاصۃ لرسول اللہ و دریں کلمہ اثبات اضافہ می نماید اعم ازانکہ اضافہ تصرف باشد یا اضافہ ملک الخ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے۔ گویا میفرماید کہ اغنیاء تداول نہ کنند بایکدیگر الا آنکہ پیغامبر و ذوی القرابہ کو باوجود غنا استحقاق آں دارند از جہت فضیلتے کہ خدا تعالیٰ ایشانرا بآں مخصوص گردانیدہ است۔

اس عبارت شرح موطا امام مالک مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب امیر المومنین علیؑ اور حضرت عباسؓ عم رسولِ خدا کا مذہب مال فے میں یہی ہے کہ رسولِ خدا کا خاص ملک ہوتا ہے۔ اور حضرت عمر کو بھی اس امر کا اقرار ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا اس پر حین حیات تک تصرف تھا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ و حضرت عباسؓ نے اسی ملک کی بنا پر میراث کا دعویٰ بھی کیا۔ اور اسی کتاب کی دوسری عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول صلعم کے قرابتدار اگرچہ غنی ہوجائیں تو بھی مال فے کے مستحق ہیں۔ ناظرین ان نتائج کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں آئندہ بقیہ اس مضمون میں کام آئینگے۔ (۶) صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۹ و ترمذی مطبوعہ مجتبائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ و سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں مروی ہے عن عمر قال کانت

ملہ دیکھو ضمیمہ ۳ صفحہ ۱۶۳

اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علی رسولہ مما لم یوجف علیہ المسلمون بخیل ولا رکاب
فکانت للنبی خاصۃ الحدیث وفی لفظ ابی داؤد والترمذی فکانت لرسول اللہ خالصا
وقال ھذا حدیث حسن صحیح وفی لفظ ابی داؤد قال عمر ھذہ لرسول اللہ خاصۃ
قری عربیۃ فدک وکذا وکذا ترجمہ: حضرت عمر کہتے ہیں اموال بنی نضیر جو خدا نے
اپنے رسول کو ہاتھ لگائے اس قسم کے مالوں سے ہیں جن پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں
دوڑائے پس یہ فدک وغیرہ خالص رسول خدا صلعم کا مال ہے۔ مولوی وحید الزمان ترجمہ ابو داؤد
کی حدیث میں صفحہ ۴۷، و ۴۸ پر لکھتے ہیں اس آیت سے خاص ہوئے رسول اللہ صلعم
کیلئے چند گاؤں عرب کے جیسے فدک وغیرہ (پھر فائدہ لکھتے ہیں۔ ف۔ یہی حکم ہے فے کا۔
یعنی جو مال کفار سے ہاتھ لگے بغیر جنگ کے وہ مسلمانوں کے لئے ہے مگر اختیار اسکا حضرت
صلعم کو تھا جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔ انتہی بعینہ۔ مترجم ابو داؤد نے رسول اللہ
صلعم کے خالص مال کو اگرچہ مسلمانوں کا مال برائے نام کہہ تو دیا مگر لاچار مان گیا ہے
کہ اسکا اختیار نبی صلعم کو تھا خواہ کسی کو دیں یا نہ دیں جسکا مآل و مقصود وہی ہے
کہ رسول صلعم کا مال تھا اور آپکو اسمیں کلی اختیار رہتا۔ علامہ نووی شرح حدیث مسلم صفحہ ۹۱ و
۹۲ میں لکھتے ہیں حدیث قال عمر ان اللہ خص رسول اللہ بخاصۃ لم یخصص
بھا احدا غیرہ قال ما افاء اللہ علی رسولہ الآیہ یعنے خدا نے رسول کو ایسی چیز سے
مخصوص فرمایا جو کسی دوسرے کیلئے نہیں۔ فرماتا ہے جو خدا اپنے رسول کو ہاتھ لگائے آخر
آیت تک (نووی لکھتا ہے) قال القاضی عیاض فی تفسیر صدقاۃ النبی صلعم الخ یعنے قاضی
عیاض صدقات نبی کا بیان یوں کرتے ہیں کہ وہ چند طرح پر رسول صلعم کے ہاتھ لگے۔ ایک
وہ جو کسی نے نبی صلعم کو ہبہ کر دیا ہو۔ جیسے اُحد کے دن مخیریق یہودی نے بعد اسلام لانے کے
سات باغ جو بنی نضیر میں تھے آنحضرت صلعم کو بخشدئے۔ اور جیسے انصار نے اپنی زمین سے
آنحضرت صلعم کو کچھ دیدیا تھا وکان ھذا ملکا لہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ سب
حضرت صلعم کا ملک تھا۔

دوسرا فئے بنی صلعم کا حق قائم ہوا جیسے بنی نضیر کو جلاوطن کر کے آپ انکی زمین پر قابض
ہوئے کانت لہ خاصۃ یہ زمین خاص رسول اکرم کی تھی کیونکہ اسپر کوئی گھوڑے یا اونٹ
نہیں دوڑائے گئے وکذلک نصف ارض فدک بعد فتح خیبر اور اسی طرح نصف
زمین گاؤں فدک کی جو بعد فتح خیبر حاصل ہوئی وکان (فدک) خالصًا للہ یہ اراضی
فدک بھی خالص ملک رسولخدا صلعم تھی۔ اسی طرح وادی القرٰے کا تیسرا حصہ زمین
اور خمس خیبر کا حصہ نبوی وغیرہ اموال ہیں + فکانت ھذہ کلھا ملکًا لرسول اللہ
خاصۃ لاحق فیہا لاحد غیرہ یعنی یہ سب اراضی مذکورہ رسول اللہ صلعم کی خاص ملکیت تھی
جسمیں سوائے رسول صلعم کے کسی بشر کا حق نہ تھا انتہےٰ۔ اور خصائص کبرائے سیوطی جلد ۲
صفحہ ۲۴۱ میں باسناد احمد و مسلم و بخاری حضرت عمر کا اقرار اسی طرح مروی ہے فکانت
ھذہ خالصۃ لرسول اللہ صلعم۔ نتیجہ:۔ اب حضرات اہل خلاف کیا فرماتے ہیں
رسول خدا صلعم اپنے خصائص مندرجہ عبارات بالا سے جناب زہرا علیہا السلام کو فدک
اپنے تصرف سے ہبہ فرما سکتے تھے یا نہ۔ جب کلی اختیار رکھتے تھے۔ کسی کو اپنے حصے سے
کچھ زمین بخشد یتے تو شرعًا اس میں کونسی قباحت تھی۔

سبحان اللہ ہم تو آجتک بزرگ استادوں سے سنتے آئے تھے کہ رسول الثقلین
صلعم کی نہ کوئی زمین تھی نہ کوئی مال۔ آپکے ملک میں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ جناب زہراؑ کو
فدک کس طرح دیسکتے تھے۔ یہ تو سارے مسلمانوں کا مال تھا۔ آج معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلعم معقول زمیندارہ رکھتے تھے۔ اپنی مرضی سے اگر نبی صلعم نے زمین فدک اور بیات
باغ بنی نضیر جناب زہراؑ کو ہبہ فرمادئے۔ اور باقی دوسرے قرابتداروں پر تقسیم
فرماتے رہے اور خود بھی اسی سے با قناعت خرچ فرماتے رہے تو انکو کلی اختیار تھا
اسمیں شرعًا کوئی مضائقہ نہیں آپ اس آیت کی تفسیر کو بخوبی جانتے تھے۔ اور یہ غلط
محض ہے کہ نبی صلعم نعوذ باللہ مفلس تھے انکے پاس کچھ نہ تھا۔ بلکہ قرآن اسکی تردید
فرماتا ہے ووجدک عائلا فاغنے +

(۷) رسول خدا صلعم نے فدک وغیرہ ہبہ کر دینے میں کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ اپنے ملک سے جسقدر مناسب سمجھا دیدیا آپکو اس میں کلی اختیار حاصل تھا۔ دوسرے قرابتداروں کیلئے بہت کچھ زمین باقی تھی جس سے یتیموں مسکینوں۔ مسافروں۔ قریبیوں کو مناسب حق دیتے رہے۔ اگر نبی صلعم کو اس اراضی میں سے کسی کو کچھ دیدینے کا حق حاصل نہ تھا تو اسکے خالص رسول کے ملک ہونیکا کیا معنی۔ اور یضعہ حیث یشاء کا کیا مطلب کہ جہاں چاہیں اُسکو رکھدیں۔ جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں جوابھی ہمنے کتب سنیہ سے ثابت کیا ہے۔ حسب بیان مفسرین اہل تسنن اگر رسول خدا صلعم کے فئے سے چار حصے اور اُسکے خمس سے ایک حصہ اور خمس غنیمت سے آپکے دو حصے سمجھے جائیں تو اس حساب سے بھی رسول اکرم صلعم بہت کچھ اراضی کے مالک تھے جس سے اپنی مرضی پر ہبہ اور وقف کرسکتے تھے۔ اسمیں شرعی کوئی ممانعت نہ تھی۔ یہ بھی غلط فہمی ہے کہ آمدنی اُس زمین کی ان سب حصہ داروں میں تقسیم ہوسکتی تھی اراضی تقسیم کرنیکا حکم نہ تھا۔ فرمائیے یہ کس دلیل قرآنی یا حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ اس طرح کہنے سے نہ تو حضرت صلعم کا ملک ثابت ہوتا ہے نہ آپکا اُس زمین میں کوئی اختیار معلوم ہوتا ہے یعنی یہ آپکے مالک قابض ہونیکے مخالف ہے۔ (۸) بقول اہل تسنن اگر برخلاف مفہوم قرآن و برخلاف جملہ کتب تفاسیر و احادیث اُنکے فدک جملہ فقراء و مساکین کل مسلمانوں کا مشترک حق تھا اور اسی واسطے خلیفہ اوّل و ثانی نے جناب سیدہ زہرا اور آپکے وارثوں کو بطور جاگیر و ہبہ شدہ یا بطریق ورثہ نہ دیا تو ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ثالث نے کس بناء پر یہی فدک اپنے داماد مروان جیسے مردود و مطرود کو بطور جاگیر دیدیا۔ دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ ص ۳۷۹ و فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ و سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۱۵۷ وغیرہ۔

اور فتح الباری میں جو یہ جواب دیا گیا ہے کہ فدک وغیرہ مال فئے عہد رسول اکرم صلعم میں زیر تصرف آپکے تھا بعد ازاں ہر خلیفہ اپنے عہد میں اُس پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار رکھتا تھا۔ جسکو چاہتا دیتا جسکو چاہتا نہ دیتا تھا۔ دوسروں کی نسبت خلیفہ

ثالث نے مروان کو زیادہ مستحق سمجھکر اُسے بطور جاگیر فدک دیدیا۔ پس یہ جواب اسطرح مردود ہے کہ پھر تم لوگ اس سے کیوں انکار کرتے ہو کہ نبی صلعم جناب زہرا کو فدک دینے کا حق نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ دوسرے مسلمانوں کا اسمیں حق تھا۔ کیا نبی صلعم سے حضرت عثمان کا حق تصرف زیادہ تھا اور خلیفہ اول و ثانی نے جناب زہرا بنت رسول کے لئے یہ تصرف جائز کیوں نہ کیا۔ کیا مروان کا استحقاق دختر رسول خدا صلعم سے زیادہ تھا (مروان کا حال فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو) (۹) حقیقت میں سُنی علما راپنے بزرگوں کو الزامات و اعتراضات سے بچانے کیلئے قرآنی آیات کے معنے غلط بیان کرکے تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ ظاہر قرآن کے خلاف نبی صلعم کے میراث لینے اور قرابتداران رسول کو حصہ دینے سے انکاری ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے پیشواؤں کے طرزِ عمل کو قانون شرعی قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے ذوی القربےٰ کا حصہ قرآن میں خمس غنیمت اور فے سے لینا صاف مذکور ہے مگر خلیفہ اول نے بند کیا لہذا قیامت تک رسول کے قرابتداروں کا حصہ بند کرنا قانون شرعی مقرر ہوگیا۔ غور کا مقام ہے کہ یہ جو عاشقان ثلاثہ کہتے ہیں ابوبکر صاحب وراثت انبیار کے قائل نہ تھے ورنہ انکو محبت اہلبیت و اطاعت شریعت میں کمال حاصل تھا۔ کیسا غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وراثت یا ہبہ فدک کا حال پھر معلوم کریں پہلے یہ تو دیکھئے کہ رسول کے قرابتداروں کا حصہ جو قرآن میں صاف وارد ہے وہ کیوں بند کرلیا گیا؟ اسکا جواب پوچ یہ سناتے ہیں کہ اقربار رسول غنی ہوگئے ہونگے۔ اسلئے بند کرلیا۔ اور قیامت تک بند ہوگیا۔ (واہ رے تمہاری خوش اعتقادی) یا للعجب۔ جناب نبی صلعم کی چشم مبارک بوقت وفات بند ہونیکی دیر تھی کہ آپکے قرابتدار سب دولتمند ہوگئے۔ اور ہوئے کسطرح کہ نہ تو رسول سے بقول سنیان انکو کوئی وراثت پہنچی اور نہ وہ حصہ ملا جو نبی صلعم کے وقت ملتا تھا بلکہ وہ بھی بند کرلیا گیا اور مال زکوٰۃ وہ ابتدا سے نہ لے سکتے تھے تو گویا غنی کے معنے یہ ہوئے کہ جسکے سب ذرائع آمدنی بند کردئے جائیں اُسی کو غنی کہا جاتا ہے۔ بہت خوب۔

ہاں سنیوں کے خلفاء نے اپنی دیانتداری سے یہ مشہور کر دیا ہوگا کہ رسول کے قرابتدار سب غنی ہو چکے ہیں انکو دینے کی ضرورت نہیں۔ اور اصل غرض انکی یہ تھی کہ یہ مفلس اور نادار رہیں لوگ انکے تابع نہ ہوں تاکہ انکو ہم لوگوں کے برخلاف دم مارنے اور کسی اعتراض کی جرأت نہ ہو سکے جو وہ پوری ہوئی۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ قرآن میں یہ کہاں وارد ہے کہ ذوی القربے غنی ہو جائیں تو انکا حصہ بند کر لینا چاہئے۔ یا بعد وفات نبی آپکے سب قریبی غنی سمجھے جائیں۔ افسوس صد افسوس ایسی دیانتداری پر۔ اس طرح اگر ایک مربعہ کے مالک کو بذریعہ وراثت انکے کسی قریبی سے حسب حصائص قرآنی ایک مربعہ ملتا ہو تو وہ کسی دوسرے کو ملنا چاہئے اور اصل حقدار کو نہ دیا جائے کیونکہ وہ پہلے ایک سو مربعہ کا مالک ہے۔ قانون ہے کہ آیت کو آیت منسوخ کرتی ہے۔ مگر اہل سنن کا یہ قانون بھی معلوم ہوا کہ انکے خلیفہ یا مجتہد کی زبان یا عمل سے جو کچھ ظاہر ہو جائے وہ قرآن کریم کا ناسخ ہو سکتا ہے۔ رسول کے قرابتداروں کے غنی ہو جانے پر حصہ بند کر لینا ہم خود اہل سنن کی اپنی کتاب سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ خلاف شرع ہے اور اقرباء اغنیا کا حق حسب فرمان قرآن قائم ہے۔ دیکھو مصفا شرح موطا مطبوعہ دہلی جلد ۲ ص ۱۴۱ جسکی عبارت ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب ہم ذیل میں اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ خلفاء سنیہ نے رسول کے قرابتداروں کا حصہ بند کر دیا۔

رسول کے قرابتداروں کا حصہ ضبط کر لیا گیا۔ سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۳ و غیر مترجم صفحہ ۴۱۶ و مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳ و نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۲۱۸ میں باسناد بخاری جبیر بن مطعم سے مروی ہے کان ابوبکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ غیر انہ لم یکن یعطے قربے رسول اللہ ما کان النبی یعطیہم۔ ترجمہ سنن ابوداؤد میں مولوی وحید الزمان صاحب اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ مگر وہ (ابوبکر) رسول خدا کے عزیزوں کو نہ دیتے تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ انکو دیتے تھے۔ (اس وجہ سے کہ وہ اس وقت میں غنی ہو نگے) انتہیٰ۔

نیز ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۵ میں مروی ہے کہ ابن عباس سے ذوی القربےٰ کا سوال ہوا کہ کون مراد ہیں کہا رسولؐ کے عزیز مراد ہیں انکو حصہ دیا تھا رسولؐ اللہ نے اور حضرت عمرؓ نے پیش کیا تھا ہم کو اسمیں سے کچھ۔ مگر ہمنے اسکو اپنے حق سے کم پایا۔ اس واسطے پھیر دیا اور نہ لیا اسکو۔ انتہےٰ بلفظہ۔ یہ روایت دوسری روایت حضرت امیرؑ کی مبیّن ہے جسمیں آپنے حصّہ لینے کا انکار فرمایا۔ وہ بھی سنن ابو داؤد میں ہے یعنی حضرت عمر نے کچھ دیا آپؑ نے (علیؑ نے) فرمایا ہمیں اسکی حاجت نہیں۔ تو اسکا یہی مطلب ہے جو حضرت ابن عباس نے صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ اگر دیں تو ہمارا پورا حقہ دیں اور نہ دیں تو خدا رزاق ہے اسکی ہمیں ضرورت نہیں۔ اور تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱ صفحہ ۱۰ مطبوعہ مصر میں ہے "وقال ابن عباس فلما قبض اللہ رسولہ رد ابو بکر نصاب القرابۃ فی المسلمین وکذا فی تفسیر النیشاپوری علی ھامش تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۱۰ وروی ان ابا بکر منع بنی ھاشم الخمس۔" خلاصہ ترجمہ یہ کہ بعد وفات نبی صلعم کے حضرت ابو بکر نے حصہ خمس رسول اللہ صلعم کے قرابتداروں کا یعنی سب بنی ہاشم کا بند کر لیا۔ اور وہ عام مسلمانوں کے اندر تقسیم کر دیا۔ اور اسی طرح تفسیر فتح البیان و درمنثور میں بروایت ابن ابی شیبہ و ابن ابی حاتم و ابن المنذر مروی ہے۔ اور علامہ ابن ابی الحدید سنی شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۸۱ میں لکھتے ہیں لوگوں کا گمان ہے کہ جناب زہرا علیہا السلام نے ابو بکر صاحب کے پاس دو طرح کا دعوےٰ کیا مگر میں نے تیسری قسم کا دعوےٰ کرنا۔ اور ابو بکر صاحب کا نہ دینا بھی روایات میں موجود پایا ہے وہ حقہ ذوی القربےٰ کا ہے۔ جسکو ابو بکر جوہری نے باسناد خود حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ جناب زہرا علیہا السلام نے حضرت ابی بکر کے پاس ظاہر کیا کہ جو تو نے اہلبیتؑ پر ظلم کیا ہے وہ تو جانتا ہے۔ اب حصہ ذوی القربےٰ غنیمت سے کیوں نہیں دیا اور قرآن میں مال فے وغیرہ غنائم سے حصہ ذوی القربےٰ کا مقرر ہے۔ پھر واعلموا انما غنمتم من شیٔ کو آخر آیات تک پڑھا۔ ابو بکر صاحب نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ

سارا خمس آپکا ہے (رسولؐ کے قرابتداروں کا) زہراؑ نے فرمایا کیا ہمارا نہیں تو تیرا یا تیرے
اقرباء کا ہے؟ کہا نہیں۔ پھر حضرت زہراؑ نے فرمایا یہ آیت اتری تھی تو نبیؐ نے ہم آل محمدؐ
کو بشارت دی تھی کہ اب تمہارے لئے آسودگی آگئی ہے یہ سن کر ابوبکر صاحب کہنے لگے
ہم یہ نہیں جانتے۔ آپ حضرت عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح (یہ دونوں ہی تھے
جنہوں نے ابوبکر صاحب کو مسند خلافت پر بٹھایا اور پہلے پہلے آپکی بیعت کی) سے جاکر
اجازت لیجئے۔ اگر وہ کہینگے تو دیدونگا (پھر لکھا ہے) جناب زہراؑ نے اس بات پر تعجب کیا
اور سمجھا کہ اس حصہ روکنے میں ان دونوں (بلکہ تینوں) نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے۔ انتہیٰ
واقعی حضرت عمر سے ابوبکر صاحب ڈرتے تھے اور ان کے زیر اثر تھے اسی واسطے حضرت
عمر نے فدک کی سند تحریر شدہ حضرت زہراؑ سے لیکر چاک کر دی تھی۔ دیکھو سنیوں کی کتاب
انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون المعروف بہ سیرت حلبیہ۔ مولفہ علی بن برہان الدین
حلبی شافعی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۹ و ۴۰۰۔ ناقلاً سبط ابن الجوزی سے اسمیں لکھا ہے
کہ حضرت عمر آگئے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ ابوبکر صاحب نے کہا میں نے فاطمہ زہراؑ کو فدک
لکھدیا ہے۔ حضرت عمر کہنے لگے (تو بھی عجیب آدمی ہے) عرب کے لوگ تیرے ساتھ جنگ
پر تلے ہوئے ہیں پس تو مسلمانوں پر کیا خرچ کریگا ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ پھر حضرت
عمر نے وہ وثیقہ لیلیا اور چاک کر دیا انتہیٰ۔ جس صاحب کو شک ہو وہ جملہ عبارات سنیہ
ذیل بالا کو اصل کتابوں کے ساتھ مقابلہ کرکے اپنی تسلی کرلے۔ اور تفصیل فلک النجاۃ
بحث فدک میں دیکھو۔ اس میں ہر پہلو سے اسپر بحث کیگئی ہے۔ اور بھی کتب سنیہ سے
ثابت کیا گیا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ تادم حیات بلکہ بعد وفات حضرات ثلاثہ سے ناراض
گئی ہیں اور جناب کی ناراضگی اور غضب سے رسولؐ خدا بھی آپ پر غضبناک ہیں۔ اور تفسیر
مدارک مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے واما بعد رسول اللہ فسھمہ ساقط
بموتہ وکذلک سھم ذوی القربیٰ وعن ابن عباس انہ کان علیٰ ستۃ للہ و
للرسول سھمان وسھم لاقاربہ فاجری الخمس علیٰ ثلثۃ وکذا عمر ومن بعدہ

من الخلفاء و معنی لله وللرسول لرسول الله صلعم کقوله والله و رسوله احق ان یرضوه
خلاصہ ترجمہ - بعد وفات رسول خدا صلعم رسول اور آپکے اقارب کا حصہ ساقط ہو چکا ہے
حضرت ابن عباس کہتے ہیں خمس کے چھ حصے ہوتے تھے - اللہ و رسول کے دو حصے جو
دونوں رسول کے تھے - اور ایک حصہ رسول کے قرابتداروں کا تھا - رسول صلعم کے بعد
خمس کے تین حصوں پر خلیفہ اول نے تقسیم کرنیکا حکم جاری کیا - اسی طرح حضرت عمر اور انکے
بعد سب خلفاء کے زمانہ میں عمل جاری رہا - اس کی تائید شیعہ کی کتاب اصول کافی صفحہ ۳۱۷
میں بھی موجود ہے کہ نبی صلعم جناب علی کے مصائب شمار کرتے میں فرماتے ہیں علی الصبر
منک علی کظم الغیظ و علی ذهاب حقک و غصب خمسک اور سنیوں کی تفسیر
جلالین صفحہ ۱۴۹ پارہ ۱۰ میں بذیل تفسیر واعلموا انما غنمتم میں لکھا ہے قال ابو حنیفہ
سقط سهم النبی و سهم ذوی القربی بوفاته یعنی امام ابو حنیفہ کہتے ہیں رسول صلعم
اور آپکے عزیزوں کا حصہ حضرت صلعم کی وفات پر ساقط ہو چکا ہے* اچھا نبی صلعم تو فوت
ہوئے انکی جگہ حقیقی جانشین کو یا آپکے وارثوں کو رسول کے زمانہ کا حاصل شدہ مال نہ
مل سکا - مگر آنحضرت صلعم کے قرابتداروں کا حصہ خمس تاقیامت کیوں بند کر لیا گیا وہ
سب نہ تو فوت ہو گئے تھے - اور نہ کوئی آیت ناسخ اتری - البتہ سنیوں کے نزدیک
خلفاء کا عمل ضرور ناسخ قرآن ہوتا ہے انہوں نے حق مودت قربی رسول کا خوب
ادا کیا ہے - خیال کیجئے یتیم اور مسکین کی صفت یتیمی اور مسکینی زائل ہونے پر انکا
استحقاق زائل ہو سکتا ہے مگر قرابت رسول کی صفت ذوی القربی سے تاقیامت
زائل نہیں ہو سکتی پھر معلوم نہیں کس دلیل قرآنی سے انکا حق زائل کیا گیا -

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت زہرا کو نبی فدک کس طرح دے سکتے تھے - کیونکہ تیسرے
حصہ سے زیادہ ترکہ میں وصیت جائز نہیں ہوتی - یہ اس لئے غلط ہے کہ اول فدک وغیرہ
بطور ہبہ حین حیات میں نبی دے چکے تھے - اسلئے یہ وصیت نہیں کیونکہ وصیت کا عمل بعد وفات

* اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے - ۱۲ منہ

ہوتا ہے اور فدک پر عملدر آمد حیات سرور کائنات میں ہوا۔ دیکھو فلک النجاۃ۔ ثانیاً
شرح صحیح مسلم سے لکھا جاچکا ہے کہ بہت اراضی نبی صلعم کے ملک میں تھی۔ فدک اور
سات باغوں کے سوا بھی دو تہائی سے زیادہ جائداد دوسرے قرابتداروں کے لئے
باقی تھی + سنیوں کا ذوی القربیٰ سے ہر دو مقاموں پر (آیت غنیمت و فئی) رسولؐ
کے قرابت دار مراد لینے پر اتفاق ہے اور دوسرے اصناف آل رسولؐ اور ذوی القربیٰ
سے مراد نہ لینے میں انکی غلط فہمی ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ مال زکوٰۃ ساری دنیا کے یتیموں
مسکینوں۔ فقیروں۔ مسافروں اور عام مسلمانوں کے لئے خدا تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔
اور رسولؐ کے قرابتداروں کو ان صدقات زکوٰۃ لینے کی ممانعت ہوئی۔ اور انکے فقراء
و مساکین وغیرہ کیلئے امداد کا فقط یہی ذریعہ قرار پایا۔ لہذا حسب احادیث اہلبیتؑ
یہ اصناف سب رسولؐ کے عزیزوں سے مراد ہیں۔ سنیوں کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ
ذوی القربیٰ سے مراد رسولؐ کے قریبی جس دلیل سے مراد لیتے ہیں اُسی سے باقی
اصناف بھی رسولؐ کے کنبہ کے مراد ہیں۔ سنیوں کے خیال کے مطابق برخلاف فصاحت
و بلاغت عجیب خلط عبارت لازم آتا ہے۔ کہ ذوی قربیٰ و یتمٰکم یعنے رسولؐ کے قریبی
اور تمہارے یتیم مسکین حصہ دار ہیں حالانکہ یہ بلا دلیل اور بلا قرینہ کلام غیر فصیح معلوم
ہوتا ہے۔ کیا ان میں کوئی یتیم۔ مسکین۔ مہاجر و مسافر قریبی حضرت کا نہ ہوتا تھا؟ اور
اگر وہ ایسے تھے تو زکوٰۃ بھی نہ لے سکتے تھے پھر وہ کیا لیتے۔ اسی واسطے خدا تعالےٰ نے
انپر یہ انعام فرمایا کہ اس سے یہ سب اصناف قریبی رسولؐ کے حصہ لیں۔ اور ویسے
اپنی مرضی سے رسول اللہ صلعم عام مسلمانوں سے کسی مہاجر یا فقیر کو اُس مال سے کچھ دیدیتے
تو اُنکو کلی اختیار حاصل تھا۔ یا اُس سے حسب ضرورت سامان جنگ کیلئے کچھ الگ
کرکے رکھ لیتے تو یہ بھی آپکا اختیار تھا مگر اصل حق رسولؐ اور آپکے قرابتداروں کا تھا

طرز استدلال نمبر ۲۸ (اختلافات صحابہ) شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم مجلس ۳ صفحہ ۱۴۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے یعنی باہم اختلافات واقع حالت مرض اور بعد از وفات آں سرور کائنات کے صحابہ کے درمیان اختلافات اجتہادیہ تھے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ انکی غرض اسمیں امور دینیہ کے قائم کرنے اور طرق شرعیہ کے صفائی کرنیکی تھی مجمع الاوصاف صفحہ ۱۲ بعینہٖ ٭

ابطال استدلال سُنی مولف نے اس عبارت کو نقل کرنے میں دیانت کو کوسوں دُور پھینکدیا ہے۔ اور حق پرستی سے بمراحل بعید جا پڑا ہے۔ اختلافات صحابہ اجتہادیہ ہونیکا کوئی شیعہ قائل نہیں یہ سب اہل تسنن کا بہتان و افترا ہے اور ان کا اپنا من گھڑت قانون ہے۔ اگر اختلافات کو اجتہادی مانا جائے اور ہر مجتہد کو اسکے اجتہاد پر ایک ثواب کا مستحق سمجھا جائے تو حضرت عمر کا قاتل حضرت عثمان کے قاتلین حضرت علیؑ کا قاتل امام حسینؑ کے برخلاف جنگ کرنیوالے سب مجتہد تھے اور اپنے اپنے فعل پر ہر ایک دلیل شرعی رکھتا تھا جسکو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ پس کیا یہ سب ثواب کے مستحق ہیں اور حضرت عمار بن یاسر کا مخالف گروہ اور اسکا قاتل باحادیث متواترہ دوزخی ہیں حالانکہ وہ معاویہ کا گروہ ہے۔ پس برخلاف جملہ احادیث ان سب کو مستحق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور باحادیث صحیحہ سنیہ ثابت ہے کہ جو حضرت علیؑ کو سب کریگا وہ رسولخدا کو سب کریگا۔ جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی اُسنے رسولخدا سے جنگ کی۔ تو کیا ان اعمال کے کرنیوالے مجتہدین مستحق ثواب اور طرق شرعیہ کے صفائی کرنیوالے اور امور دینیہ کو قائم کرنیوالے ہوسکتے ہیں کوئی منصف اسکا قائل نہیں ہوسکتا۔ اصل کتاب اخبار ماتم کو پڑھیے اُس عبارت کا پہلا حصہ ناقل سنی نے عمداً ترک کردیا ہے جسمیں لکھا ہے ومن کتاب الملل والنحل ذکر خلاف الامۃ بینھم و ما الاختلافات الواقعۃ الخ درحقیقت یہ عبارت کتاب الملل والنحل شہرستانی سنی سے مصنف اخبار ماتم نے نقل کی ہے اسکا اعتقادی کلام نہیں۔ ملاحظہ ہو اصل کتاب ۔

جناب امیر علیہ السلام کے وصی ہونے پر مخالفین کے اعتراضات

طرز استدلال نمبر ۲۹ } شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم مجلس اول صفحہ ۶۰ وحیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ میں مروی ہے کہ رسولخدا کی مرض الموت میں جب سب حاضرین بعد پوچھنے آنحضرت صلعم کے گھر سے نکلے اور باقی رہے عباس اور فضل وعلی علیہم السلام تو عباس بولے کہ اے رسولخدا اگر امر خلافت بعد آپکے ہمکو ملے تو آپ اسکی بشارت دیں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہینگے اس سے تو ہمیں وصیت کرو۔ پس جواب دیا آنحضرت صلعم نے کہ تم عاجز ہو اُٹھانے بوجھ امارت سے بعد میرے۔ تم کلامہ: اب شیعہ حضرات عباس کے حق میں کیا کہیں گے۔ شائد انکو غدیر خم کا دن یاد نہ تھا۔ کہ حضرت صلعم کی وفات کے وقت خلافت کا سوال کرتے ہیں (مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰ الکتاب سُنی و حقیقت مذہب شیعہ جلد ۳)

ابطال استدلال } سُنی مولف نے تحریف معنوی کرکے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا ہے۔ ہم اصل عبارت اخبار ماتم کی لکھکر اُسکا صحیح ترجمہ لکھدیتے ہیں فقال له العباس یا رسول الله صلعم ان یکن هذا الامر فینا مستقرا من بعدك فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی ترجمہ: حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ حکومت وامارت آپکے بعد ہمارے اندر بدستور قرار پکڑی رہیگی تو اسکی آپ ہمیں بشارت دیں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم مغلوب ہو جائینگے تو آپ ہمارے لئے وصیت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا تم اہلبیت میرے بعد کمزور کردئے جاؤگے۔ پس اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عباس نے واقعات آئندہ معلوم کرنیکی غرض سے سوال کیا کہ یہ خلافت وامارت جو آپنے ہم لوگوں میں سونپ دی ہے۔ آپکے بعد ہمارے ہی پاس رہیگی یا اس میں کچھ تغیر آجائیگا۔ لفظ یکن فینا مستقرا اسپر دال ہے کہ وہ چیز پہلے انکے پاس موجود ہے اور اُسکا آئندہ کے لئے اہلبیت کے اندر

قرار پکڑے رکھنے کا سوال ہو رہا ہے۔ اگر نئی چیز کا سوال ہوتا تو ایسے لفظ فرماتے کہ اگر خلافت ہمکو پہنچیگی یا ملیگی تو ہمکو بشارت دیجیئے یعنی یہ الفاظ ہوتے ان یکن ھذا الامر بصیبنا فبشرنا دوسرے فقرہ کا ترجمہ بھی سنی مولف نے غلط کیا ہے کیونکہ تُغلَب بصیغہ مجہول کا معنے یہ نہیں کہ ہم خود باز رہینگے۔ بلکہ یہ معنے ہے کہ ہمکو مغلوب کرکے اس سے ہٹا دیا جائیگا۔ تو آپ ہمارے حق میں مناسب وصیت فرماویں۔ حضور صلعم نے جو یہ فرمایا کہ آپ لوگ کمزور کردیئے جاؤگے اور لوگ (غصباً و ظلماً) متسلط ہو جائینگے۔ یہ ایک واقعہ کی پیشینگوئی ہے۔ جو بعد وفات نبی صلعم ظاہر ہونی تھی۔ واقعہ غدیر کے ہرگز مخالف نہیں۔ چنانچہ جناب امیرؑ کو رسولؐ نے خبر دی تھی کہ ان لوگوں کے دلوں میں تیرے ساتھ بغض ہے جو میرے بعد تجھپر نکالیں گے۔ (دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۸) سو اس سے بغض رکھنے والوں کی حقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مخالفین کی فضیحت ثابت ہوتی ہے۔ ایسے بہت واقعات ہیں جنکی نسبت مخبر صادق نے خبر دی کہ میری بعد فلان پر فلان قسم کے مظالم وارد ہونگے۔ مثلاً حضرت ابوذر کو فرمایا تجھے مسجد نبوی اور مدینہ سے نکالا جائیگا۔ اسنے پوچھا کیا میں مخالفین سے لڑوں۔ فرمایا نہیں تم صبر کرنا اور مخالفین سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ جناب سیدنا امام حسینؑ کے واقعہ کربلا وشہادت کو صریح الفاظ میں ظاہر فرمایا۔ پس کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ ایسی خبریں دینے سے رسول خدا نے یزید جیسے ظالموں کا حق بجانب ہونا ظاہر فرمایا (معاذ اللہ) ہرگز نہیں۔ بلکہ مظلوموں کو یہ خبر دی کہ اس طرح ہوگا تم صبر کرتے رہنا

(ب) معاویہ کے باپ ابوسفیان نے جناب امیرؑ کو جو ابتدا میں کہا تھا کہ ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہم لوگ بیعت کریں۔ اُسوقت حضرت علیؑ نے اس سبب سے انکار فرمایا کہ جناب کو معلوم تھا اب جو یہ بیعت کرتے ہیں آخر اس پر بجز افراد مخصوصہ کوئی قائم نہ رہیگا اور فتنہ عظیم پیدا ہوگا۔ لہذا اُسوقت اُن بعض لوگوں کی خصوصاً

اُس پر اپنے اندرونی دشمن کی بیعت لینی مناسب نہ سمجھی کہ یہ کچھ مفید نہیں۔ چنانچہ
اس امر کو جناب امیرؑ نے بالصراحت چند مقامات میں بیان فرمایا(ج) اور نہج البلاغۃ
مطبوعہ مصر صفحہ ۵۶ میں جو حضرت امیرؑ کا یہ فرمان ہے فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی
واذا المیثاق فی عنقی لغیری اس کے حاشیہ نمبر۲ میں شیخ محمد عبدہ عالم سنی مصری لکھتے ہیں
بیّن فیہ انہ مامور بالرفق فی طلب حقہ لئن قال) اخذ علیہ النبی من المیثاق
فی ذلک اسکا مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں باوجود میرے حقوق ثابت ہونیکے
لوگوں نے احکام خدا و رسولؐ کی مخالفت کرکے میرے حقوق کی پروا نہیں کی اور
میرا انکے ماتحت وقت بسر کرنا میرے ان سے بیعت لینے سے سبقت کر گیا ہے اور
میری گردن میں معتدرے سے اور رسولؐ خدا کے مجھ اسپر مطلع کردینے سے یہ عہد ہے کہ
میں مخالفین سے جنگ نہ کروں اور اغیار کی ماتحتی میں صبر کروں۔ شیخ محمد عبدہ سنی
نے اسکی تشریح ان الفاظ سے کی ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ خدا سے اسبات کے مامور تھے
کہ اپنے حقوق کو مخالفین سے نرمی کے ساتھ طلب کریں۔ اور اس نرمی کے ساتھ وقت
بسر کرنے پر نبی صلعم نے حضرت علیؑ سے پختہ عہد لیا تھا۔ اس کلام سے اس وصیت
نبی صلعم کیطرف اشارہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضور صلعم نے فرمایا یا علیؑ
یہ لوگ تیرے ساتھ میرے بعد بغض نکالینگے۔ مگر تم صبر سے برداشت کرنا۔ اور قتال
نہ کرنا۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان وجہ عدم قتال۔ اور رسالہ ہذا طرز استدلال نمبر ۲۔

طرز استدلال نمبر۳۱} شیعہ کی معتبر کتاب تفسیر عمدۃ البیان جلد۲ صفحہ ۵۸۵ پر سورہ
تحریم میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے حفصہ سے فرمایا ایک راز میرا اور ہے تیرے نزدیک
بھی اسکو بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا مالک امامت
کے ہونگے اور بادشاہی کریں گے۔ اور اُن کے بعد حضرت عثمان حکومت کریگا(تاآنکہ
خدا تعالٰے نے یہ آیت نازل کی واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ۔ انتہٰے کلامہ۔

سبحان اللہ کیسی صاف صاف خلفا ئے ثلاثہ کی خلافت بلا فصل شیعہ کی کتاب سے ثابت ہوئی (مجمع الاوصاف صفحہ ۶۰۷)

ابطال استدلال (۱) اگر حسب قول مولف مجمع الاوصاف یہ خلافت اصحاب ثلاثہ حقہ و منصوص من اللہ ہوتی تو اسکو مثل نص جناب علی المرتضےٰؑ برموقع خم غدیر آنحضرت صلعم علانیہ ہزاروں کے مجمع میں ظاہر فرماتے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان کے مخالف لوگ تھوڑے تھے۔ کسی فتنہ پیدا ہونیکا اندیشہ نہ تھا جو حضرت عمر خود اور دیگر اہل تسنن حضرت علیؑ کے ابتداءً خلیفہ نہ بنانے کی باوجود انکے استحقاق کامل کے یہی دلیل بیان کرتے ہیں بلکہ برعکس اس کے جناب امیرؑ کے حق میں بہت دفعہ آنحضرت صلعم نے اشارۃً و صراحۃً تنصیص خلافت چند مقامات پر فرمائی۔ اور علاوہ بریں تحریر کیلئے بھی آپنے کوشش فرمائی۔ لیکن حضرت عمر اور انکے ہمخیالوں نے فتنہ پیدا کردیا۔ پس اس طرح چھپکر ایک بی بی کے پاس اس نص کے مخفی رکھنے اور کسی کے پاس ظاہر کرنے سے جرم خیانت قرار دینے اور قرآن شریف میں اظہار اس راز پر صفت قلوبکما کی جھڑک وارد ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ حکم عام امت کے لئے واجب الاطاعت ہوتا تو سبکو اسپر مطلع کرنا واجب تھا۔ تاکہ بعد میں خلافت پر تنازع و جھگڑا پیدا نہ ہوتا۔ اور یہی ہم خصوصاً جناب باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضےٰؑ اور سعد بن عبادہ انصاری جیسے بزرگ اس مخالفت اور انکار خلافت کے جرم (نعوذ باللہ) کے مرتکب نہ ہوتے۔

(۲) بفرض تسلیم یہ ایک خبر غیب اور پیشین گوئی مثل دوسری پیشینگوئیوں کے تھی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دینی اس کے مطابق رضاء خدا ہونیکی دلیل نہیں ہوتی۔ جیسے یاجوج و ماجوج اور دجال اور یزیدی واقعات اور ائمۃ المضلین (گمراہ کرنیوالے اماموں) کی نسبت جناب رسول اکرم صلعم نے اطلاع دی۔ تو اس سے کوئی اہل بصیرت انکی حقانیت و صداقت اعتقاد نہیں کرتا۔

اسی طرح اگر حضرات ثلاثہ کی بادشاہی اور امت پر حکومت کرنیکی نبی صلعم نے پیشینگوئی فرمائی ہو تو وہ صحیح ثابت ہوئی ہے کہ وہ بلاشک بادشاہ ہو گذرے ہیں۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ رسول صلعم کے جائز جانشین اور امت رسول کے دینی پیشوا مطابق رضائے خدا تعالیٰ ہوئے ہیں تو ایسے اور بھی بہت بادشاہ ہو چکے ہیں اس سے کوئی دینی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ممکن ہے کہ بفرض صحت اس خبر کے آنحضرت صلعم نے حضرات مذکورین کے حق سے پھر جانے اور فرمان رسول کے خلاف کرنے اور بجائے اپنے محکوم رہنے کے حاکم بنجانے کی نسبت بطور توبیخ یہ اشارہ فرمایا ہو۔

(۳) یہ روایت کتب سنیہ سے شیعہ نے حسب بیان اختلاف اقوال نقل کی ہے ورنہ اسی عمدۃ البیان و دیگر احادیث و تفاسیر امامیہ وغیرہ کتب میں ہزاروں جگہ جا احادیث ائمہ و اقوال علماء اس کی تردید ہو چکی ہے[1] بلکہ کوئی شیعہ شیعہ ہو نہیں سکتا اور نہ کوئی ہوا ہے جو جناب امیرؑ کے وصی صحیح منصوص من اللہ والرسول ہونے اور ثلاثہ کی خلافت باطل ہونیکا قائل نہ ہو۔ یہ روایت محولہ سنی شیعہ کے نزدیک تو بالاتفاق موضوع ہے لیکن اس کے علاوہ ہم سنیوں کی کتابوں سے بھی ثابت کرسکتے ہیں کہ یقیناً موضوع ہے۔ نمونہ کیلئے دیکھو میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۹۴۔ ترجمہ خالد بن اسمٰعیل المخزومی المدنی نمبر ۲۳۵۷ راوی کے اباطیل (جھوٹی حدیثوں) میں سے اس حدیث کو بھی علامہ ذہبی نے شمار کیا ہے کہ جو تفسیر واذ اسر النبی الآیۃ میں آنحضرت صلعم سے منقول ہے ان ابا بکر خلیفتی من بعدی جھوٹ ہے اور اسکا راوی وضاع الحدیث ہے۔

طرز استدلال نمبر ۳ } اخبار ماتم صفحہ ۱۶ میں ہے۔ رسولخدا صلعم نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا اے چچا میرے وصیت میری گوش قبول میں سنو اور وعدوں کو وفا اور قرض کو ادا کرو۔ میرا خلیفہ بنو۔ پس عباس نے جواب دیا اے حبیب خدا

[1] دیکھو وہی عمدۃ البیان عبارت مستدلہ مخالف کے بعد اسی مقام پر اس روایت کی مدلل

تمہارا چچا بہت بوڑھا ہے (تا اینکہ کہا) اسکو عمر غریب آپکا وفا نہیں کر سکتا الخ
اگر حضرت علیؑ کی خلافت خم غدیر میں مقرر ہوتی تو پھر حضرت عباس کو کس لئے
خلافت کا امر کرتے۔ مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰۱ ؏

ابطال استدلال } سُنّی مولف نے خلیفہ بنو کا لفظ اپنی جانب سے زیادہ
کر دیا ہے جو اصل عبارت کتاب میں نہیں ہے۔ اور یہی لفظ پر مؤلف کا
دارومدار ہے درحقیقت یہ وصیت امامت و خلافت نبوت نہیں تھی۔ بلکہ آنحضرت
صلعم نے اپنے مال متروکہ تقسیم کرنے کی نسبت اپنے بڑی عمر کے قریبی رشتہ دار کو
وصیت فرمانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اور آخرکار جو دین میں وصی تھے وہی دنیا
کے معاملات میں بھی وصی قرار پائے۔ اس وصیت کے پہلے حضرت عباس پر پیش
کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ یہ اپنی زبان سے مان جائیں کہ ہم اگرچہ عمر میں بڑے
اور رشتہ میں اقرب ہیں مگر آپکے کسی منصب میں کسی جانشینی کے قابل نہیں بلکہ
باوجود خوردسالی کے دین و دنیا کل امور میں جناب علی المرتضٰے ہی جانشینی
کا کام انجام دیسکتے ہیں انکے برابر کوئی نہیں ہے۔ دیکھو علل الشرائع صفحہ ۱۶ میں
یہی روایت محولہ بالا با اسناد ان الفاظ سے وارد ہے فقال للعباس یاعم
تاخذ تراث محمدؐ وتقضی دینی وتنجز عداتی الخ جو صاف وصیت مال متروکہ
پر دال ہے۔ اصل عبارت منقولہ مولف سنی میں دو فقرے ہیں۔ میرے وعدے (جو لوگوں سے
مال لینے دینے کے ہیں) پورے کرنے اور میرے قرض کو ادا کرنا۔ جن سے کوئی خلافت
و امامت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور حدیث منقولہ علل الشرائع میں جو بالصراحت
لفظ تراث وارد ہے اسکا محاورہ قرآنی یہ ہے۔ ویاکلون التراث اکلا لما
پارہ ۳۰۔ اور منتہی الارب و صراح لغت میں لکھا ہے تراث و میراث مالیکہ از مرد
رسد بکسے۔

طرز استدلال نمبر ۳۲ } مجمع الاوصاف صفحہ ۱۷۰ میں نہج البلاغہ سے منقول ہے کہ جب لوگوں نے جناب امیرؑ کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا دعونی والتمسوا غیری کہ میری بیعت کو چھوڑ دو اور کسی دوسرے سے تم اس کرو۔ البتہ جس کسی کو تم یہ امر سونپ دوگے میں بھی اُسی کی پیروی کرونگا۔

(ب) سلطان محمود شارح نہج البلاغہ سے اسکی تائید لکھی ہے۔

ابطال استدلال } حسب عادت مولف نے کلام جناب امیرؑ کو کانٹ چھانٹ کرکے مطلب برآری کی کوشش کی ہے۔ اور کسی فرضی سلطان محمود شارح نہج البلاغہ سے اسکی تائید لکھی ہے جس کی شرح باوجود کثرت تلاش ہند وپنجاب وعراق عرب کے کسی جگہ ہمکو دستیاب نہیں ہوسکی۔ اور نہ کوئی عالم اس کا اور اسکے مولف کا وجود بیان کرتا ہے۔ نہ کسی کتاب شیعہ میں اسکا کوئی ذکر ملتا ہے۔ سلطان محمود اگر کوئی ہے جسنے اس مضمون کی تائید لکھی ہو تو وہ سنی ہوگا شیعہ نہیں۔ کیونکہ کوئی شیعہ جناب امیرؑ کی خلافت منصوصہ کا منکر نہیں ہوسکتا۔ منکر خلافت بافصل جناب علی کو دنیا میں کوئی شیعہ نہیں کہتا۔ مکمل عبارت نہج البلاغہ لکھکر سنی مؤلف کی خیانت پر آگاہ کیا جاتا ہے۔ نہج البلاغہ صفحہ ۸۵ و ۹۵ میں اس طرح لکھا ہے

ومن خطبة له علیه السلام لما ارید علی البیعة بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة قد تنکرت واعلموا ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا ترجمہ (یہ کلام جناب امیرؑ لوگوں پر اتمام حجت کے لئے فرماتے ہیں۔ اور واقعات آئندہ سے بعلم امامت وکشف

وکرامت مطلع کرتے ہیں) قتل حضرت عثمان کے بعد جب لوگوں نے بیعت حضرت امیرؑ کا ارادہ کیا تو آپنے انکو فرمایا تم مجھکو چھوڑ دو اور اس کام کے لئے کسی دوسرے کو تلاش کرلو۔ کیونکہ ایسا وقت آنیوالا ہے جسمیں اسباب فتن پیدا ہونگے رنگا رنگ کے اختلافات وشکوک وشبہات ظاہر ہونگے جن سے دلوں کو برداشت کی طاقت نہ ہوگی اور عقلیں دنگ ہوجائیں گی۔ اور آفاق پر ابر جہالت چھایا ہوا ہے اور شاہراہ ہدایت متروک اور ناپیدا ہوگئی ہیں۔ خوب سمجھ لو اگر میں تمہاری بیعت لینا منظور کرلوں تو میں اپنے علم کے مطابق تمہیں احکام خداوندی کا متحمل بناؤنگا۔ جنہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں اُسوقت میں کسی کہنے والیکے قول یا ملامت کرنیوالیکی ملامت کی پرواہ نہ کرونگا۔ اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں بھی تمہارے جیسا ایک فرد رہونگا۔ اور جسکو تم میرے سوا حاکم بناؤگے اُس سے مُنکر غالباً تمہاری نسبت تم سے بہتر تابع حکم رہونگا (یعنے بغاوت نہ کرونگا۔ جیسے زمانہ ثلاثہ میں نہیں کی) [ع۱] تمہارے لئے (تمہاری دنیوی خواہشوں کیلئے) میرے امیر ہونیسے میرا وزیر ہونا بہتر ہے۔ انتہے۔ آخری کلمات کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلئے بہتر ہے کہ میں اپنی حکومت کیوقت تمکو ایسے احکام خداوندی کا حکم دونگا جن سے تم دلتنگ ہوگے اور تمہاری خواہش کے برخلاف تمہیں چلنا ہوگا اسلئے تمہیں اپنے اغراض کے مطابق کوئی اور حاکم مقرر کرلینا چاہئے میں تمہارے اغراض کے تابع نہیں ہوسکونگا۔ یہ سب کچھ حضرت امیرؑ نے اُن لوگوں کے اعتقادات کو مضبوط کیلئے فرمایا۔ حاشیہ نہج البلاغہ پر بہجۃ الحدائق سے لکھا ہے کہ اس کلام کے مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت حضرت علیؑ کی خواہش کی تھی اور پھر حضرت امیرؑ پر بغاوت اور خروج کیا۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید سنی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں بذیل شرح اس کلام کے ابی جعفر اسکافی سے روایت کی ہے

ع۱ بہتر اس لئے کہ تم لوگوں سے میرے برخلاف بغاوت کی امید ہوسکتی ہے ۱۲ منہ

کہ جب اس قوم نے قتل عثمان کے بعد بیعت جناب امیرؑ کی خواہش کی تو امیرالمومنینؑ نے اتمام حجت کے لئے فرمایا دعونی والتمسوا غیری۔ نتیجہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ کو یہ علم تھا کہ یہ لوگ جو آج بیعت کی بزور تمام خود بخود خواہش کر رہے ہیں کل کے روز اپنی خود غرضیوں سے اسکو توڑ دینگے۔ لہذا ابتداءً آپنے اُن لوگوں کو فہمائش فرمائی کہ ہمیں تمہاری ایسی بیعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں اس بیعت سے خلیفہ نہیں ہونیوالا ہوں۔ بلکہ پہلے ہی سے منصوص من اللہ ومن الرسول ہوں۔ اگر تم اپنی اغراض کو مدنظر رکھو تو کسی اور کو حاکم بنالو۔ شائد پھر تم کو میری حکومت ناگوار گذرے اور تم اس بیعت کو توڑ دو۔ تو اس سے یہی بہتر ہے کہ جس طرح پہلے میں خاموشی میں اپنا وقت بسر کرتا چلا آیا ہوں اسی طرح اب بھی رہوں۔ یہ آپنے اس لئے فرمایا کہ فردا بوقت مخالفت ان لوگوں کو شرمندہ کیا جاسکے کہ میں نے تم کو پہلے نہیں کہا تھا کہ مجھکو مثل زمانہ ہر سہ خلفاء کے محکوم ہی رہنے دو مجھے تم سے وفا کی امید نہیں۔ میں محکومی کی حالت میں بغاوت نہیں کرونگا بلکہ تم لوگوں کی نسبت زیادہ تابع فرمان اور طالب امن رہونگا مگر تم نے اپنی خواہش سے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب تم میری مخالفت اور جنگ پر تلے ہوئے ہو۔ یہ کیا دیانداری اور انسانیت ہے۔ چنانچہ اس خطبہ کی مزید تشریح وتائید ایک دوسرے خطبہ جناب امیرؑ سے ہوتی ہے جو نہج البلاغہ صفحہ ۱۸۳ میں درج ہے اور کذا فی عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۵ کتاب مصنفہ اسمیں نکث بیعت کا بھی ذکر ہے۔ ومن کلام له علیه السلام فی وصف بیعته بالخلافة وقد تقدم مثله بالفاظ مختلفه۔ وبسطتم یدی فکففتها ومددتموها فقبضتها ثم تداککتم علیّ تداک الابل الهیم علی حیاضها یوم ورودها حتی انقطعت النعل وسقطت الرداء ووطئ الضعیف وبلغ من سرور الناس ببیعتهم ایای ان ابتهج بها الصغیر وهدج الیها الکبیر وتحامل نحوها العلیل وحسرت الیها الکعاب انتہی

ترجمہ۔ اے لوگو تم نے میرے ہاتھ کو کھولنا چاہا ہے لیکن میں اس کو بند کرتا تھا اور تم میرے ہاتھ لونبا کرنا چاہتے تھے۔ اور میں اسکو پیچھے کھینچتا تھا پھر تم مجھپر اسطرح ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے اونٹ ہجوم کرکے پانی کے حوضوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں حتیٰ کہ اسی تنگ و دو میں تم لوگوں کے جوتے ٹوٹ گئے۔ چادریں کندھوں سے گر پڑیں اور کمزور آدمی لتاڑے گئے۔ اور میرے ساتھ بیعت کرنیکی تم لوگوں کو اسوقت اس قدر خوشی ہوئی کہ میری طرف بیعت کے لئے سب چھوٹے بڑے دوڑے بلکہ بیمار بھی اگرچہ تکالیف میں تھے اسکی طرف پہنچے اور نوجوان عورتیں بھی نقاب اُٹھا کر بیعت کے واسطے دوڑیں۔ انتہے۔ (نتیجہ) جناب امیرؑ نے یہ خطبہ اُن لوگوں کی سُستی و مخالفت کیوقت ارشاد فرمایا اور انہیں یاد دلایا اور شرمندہ کیا کہ میں تمہیں ابتدا میں اسی واسطے کہتا تھا کہ مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کی بیعت کر لو۔ شائد تم میری اس امارت کو بعد میں ناپسند کرو۔ اور اس بیعت پر قائم نہ رہو۔ کیونکہ میں بعد وفات پیغمبر خدا صلعم منصوص جانشین ہوں۔ اور تم لوگوں نے ابتک میری قدر نہیں کی اور فرمان نبوی صلعم کی مخالفت کی ہے۔ تو آئندہ بھی تم سے امید نہیں کہ تم لوگ وفادار رہو یہ پیشین گوئی جناب امیرؑ کی من وعن پوری ہوئی۔ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جناب امیرؑ منصوص من اللہ خلیفہ نہ تھے۔ یا اپنے خم غدیر کی جانشینی و ولیعہدی کا انکار فرمایا۔ کیونکہ وہ کتب شیعہ وسنیہ میں بتواتر ثابت ہے۔ اور آپ اپنا استحقاق خلافت ہر سہ خلافتوں میں ہمیشہ ظاہر فرماتے رہے اور بعد میں بھی خلافت ثلاثہ کو اپنے لئے ایک مصیبت اور اسپر صبر کرنے کو ظاہر فرمایا۔ اور باقی ائمہ اہلبیت بھی ہمیشہ اس امر کو ظاہر فرماتے رہے۔ ان ہر دو خطبات مذکورہ بالا سے مخالفین و منکرین ولیعہدی و ناکثین بیعت پر الزامی و تنبیہی اتمام حجت کیا گیا ہے۔ اس کی تائید میں اور کلام جناب امیرؑ مندرجہ نہج البلاغہ صفحہ ۱۴ مطبوعہ بیروت ملاحظہ ہو۔

لم تکن بیعتکم ایای فلتة ولیس امری و امرکم واحد انی ارید الله وانتم تریدون لانفسکم الخ حضرت امیرؑ لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں تم لوگوں نے جو میرے ساتھ بیعت کی تو وہ (مثل بیعت ابی بکر کے) بے سوچے سمجھے نہیں کی میرا اور تمہارا ایک خیال نہیں - میرا ارادہ محض تقرب خدا کا ہے اور تم جو میری طرف رجوع کرتے ہو تو اپنے نفسوں کے اغراض پورے کرنے کیلئے - اس سے جناب امیرؑ نے اُس خطبہ ابتدائی محولہ مولف سُنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں آپنے قبل از بیعت لینے کے فرمایا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر کسی اور کو حاکم بنالو - کیونکہ ایسا وقت آئیگا جب رنگا رنگ کے اختلافات پیدا ہونگے تمہارے دل انکو برداشت نہ کرینگے ہدایت کے راستے مفقود ہو چلے ہیں اور میں تمہارا حاکم ہوگیا تو اپنے علم کے مطابق تمہیں احکام کا متحمل بناؤنگا کسی کے قول کی پرواہ نہ کرونگا - اب تم سوچ سمجھ لو تمہارے اغراض پورے ہونے کیلئے تمہارا کسی اور کو حاکم بنالینا اور زیر محکوم ہی رہنا بہتر ہے - تو بعد نکث بیعت آپ جتلا رہے ہیں کہ تم مجھ سے اپنے اغراض نفسانی پورے کرانے چاہتے ہو اور میں احکام خداوندی کی پابندی چاہتا ہوں - پس ان خطبات سے مخالفین کوئی حجت نہیں پکڑ سکتے ؛

طرز استدلال نمبر ۲۳ (بیعت مجبوری سے استدلال) مجمع الاوصاف صفحہ ۱۴۶ میں لکھا ہے جب علی المرتضیٰؑ نے حضرت ابوبکر کی خلافت منعقد ہونیکا حوال سُنا تو دلی خواہش سے بیعت کرنیکو قدم رنجہ فرمایا - اور انکی خدمت میں تشریف لائے اور دلی محبت سے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہن عبارتکے بعد مولف مجمع الاوصاف نے سلطان محمود شارح نہج البلاغہ سے اس کی تائید لکھی ہے ؛

ابطال استدلال سلطان محمود فرضی یا سُنی کی نسبت ہم اس سے پہلے استدلال میں لکھ چکے ہیں کہ اسکا کوئی وجود نہیں اور یہ کہ کوئی دنیا کا عیلو جناب امیرؑ کے منسوب

خلیفہ بلافصل ہونے کا منکر اور جناب زہراؑ کے ابوبکر صاحب سے راضی ہونے کا اقراری نہیں ہے + (ب) سنی مولف نے کئی قسم کی افترا پردازیاں کی ہیں اور عمداً حق کو چھپایا جیسا کہ ان لوگوں کا شیوہ چلا آتا ہے۔ اوّل یہ کہ جناب امیرؑ نے دلی خواہش سے بیعت ابوبکر کرنے کو تذکرہ فرمایا۔ دوم یہ کہ دلی محبت سے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تیسرا یہ کہ سلطان محمود فرضی شیعہ کی کتاب مفقود الخبر سے اپنے غلط مضمون کی تائید کر کے لاکھوں کتب شیعہ صحیحہ کو منسوخ یا باطل سمجھا۔ افتراء نمبرا و ۲ کی تردید یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے حضرت ابوبکر سے اپنی خوشی و دلی محبت سے بیعت ہرگز نہیں کی اس کے واسطے کتب اہل تسنن شاہد ہیں۔ دیکھو فلک النجاۃ جلدا بیان انعقاد خلافت خلفاء ثلاثہ (ج) اکثر علماء شیعہ کے نزدیک جناب امیرؑ کی بیعت ابوبکر صاحب سے ہرگز ثابت نہیں جو بعض اثبات بیعت کے قائل ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ اور انکے تابعین نے اپنی خواہش اور دلی محبت سے بیعت نہیں کی بلکہ ان سے بجبر و اکراہ بیعت کرائی گئی۔ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی بذیل خطبہ شقشقیہ۔ قال اکثر الشیعۃ انہ لم یبایع اصلا ومنہم من قال انہ بایع بعد ستۃ اشہر کرھا وکذا فی جلاء العیون صـ۲ و ۱۴۲ و روضۃ الکافی صـ۱۱۵ و ۱۳۹ ترجمہ۔ اکثر شیعہ اس کے قائل ہیں کہ جناب امیرؑ نے ابوبکر صاحب کے ساتھ ہرگز بیعت نہیں کی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ چھ ماہ کے بعد بجبر و اکراہ آپ سے بیعت لی گئی انتہٰی۔ جناب امیرؑ ان بیعت اور خلافت ابوبکر صاحب کو حقہ اعتقاد نہیں کرتے تھے بلکہ آپ اس کو اس حد تک ناپسند رکھتے تھے کہ اگر جناب کو مددگار رہتے اور آنحضرتؐ سے عہد نہ ہوتا تو آپ جنگ کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد ا بذیل خطبہ شقشقیہ۔ اور شرح نہج البلاغہ معروف بدرہ نجفیہ صفحہ ۸۸ و ۹۵ وحق الیقین فارسی فصل ہشتم صفحہ ۸۷ تا ۹۰ ابن ابی الحدید سنی سے و احتجاج طبرسی

کان علیؑ یقول لو وجدت اربعین ذوی عزم لقاتلت۔ جناب علیؑ فرماتے تھے اگر مجھکو چالیس آدمی کامل راسخ الاعتقاد ملجاتے تو میں ابوبکر سے لڑائی کرتا (ابتدائی بیعت ابوبکر کیوقت فرمایا) سنیوں کی کتاب الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ صفحہ ۱۲ میں بھی جناب امیرؑ کا خلافت ابوبکر کو جھوٹی خلافت فرمانا لکھا ہے۔ (ج) احتجاج طبرسی صفحہ ۴۱ میں جناب علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے قبل از وفات مجھے یہ وصیت فرمائی قریب ہے کہ میری امت میرے بعد تجھکو ناپسند کریگی اور تیرے بارہ میں میں نے جو عہد ان سے لئے ہیں توڑ دیگی اور تو مجھسے مثل ہارونؑ کے موسیٰؑ سے ہے۔ بتحقیق ہدایت یافتہ گروہ وہ ہوگا جو حضرت ہارونؑ اور انکے تابعین کیطرح ہوگا (یعنی تم اور تمہارے تابعدار) اور گمراہ گروہ میرے بعد سامری اور اسکے تابعین کی طرح ہوگا (جناب امیرؑ کے مخالفین کو سامری اور اسکے تابعین سے تشبیہ دیگئی ہے) جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے آپ ایسے وقت میں کیا وصیت فرماتے ہیں۔ فقال اذا وجدت اعوانا فبادر الیہم وجاھدھم وان لم تجد اعوانا کف یدک واحقن دمک حتی تلحق بی مظلوما حضور نے فرمایا اگر تمکو مددگار ملجائیں تو ان مخالفین سے جہاد و لڑائی کرنا اور اگر تم کو مددگار نہ ملیں تو لڑائی بند رکھنا اور اپنے خون کو بچانا حتے کہ تم میرے پاس مظلومی کی حالت میں پہنچو۔ انتہٰی۔ اور احتجاج طبرسی کے صفحہ ۴۸ پر ہے جناب امیرؑ نے اسوقت جبکہ آپکو بیعت ابوبکر کے واسطے مجبور کیا گیا فرمایا یا بن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنے جناب امیرؑ نے نبی صلعم کو مخاطب کرکے فرمایا اے میرے بھائی تحقیق قوم نے مجھے کمزور بنا دیا ہے اور اسپر آمادہ ہیں کہ مجھے قتل کریں۔ انتہٰی۔ یہی کلمات حضرت ہارونؑ نے بوقت مخالفت قوم حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرکے فرمائے تھے۔ اور یہی مضمون بعینہ انہی کلمات سے جناب امیر کا فرمانا سنیوں کی کتاب الامامۃ والسیاست سے بھی فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۲۳۶ میں منقول ہے (د) احتجاج طبرسی صفحہ ۱۳ پر اس بیعت جبریہ کا حال

اس طرح لکھا ہے ثم انطلقوا بعلیؑ یعتل حتی انتہوا بہ الی ابی بکر و عمر قائم بالسیف علی راسہ ترجمہ - پھر حضرت علیؑ کو سختی سے ابوبکر صاحب کے پاس لائے اور عمر صاحب آپکے سر مبارک پر تلوار لیکر کھڑے ہو گئے - (نتیجہ) اگر بالفرض بیعت جناب امیرؑ ابوبکر کے ساتھ بجبر و اکراہ کرائی بھی گئی ہو تو بھی جناب امیرؑ کی امامت و عصمت و خلافت بلافصل پر کوئی حرف نہیں آتا - کیونکہ یہ بطیب خاطر و خوشدلی و تسلیم حقانیت و صداقت ابوبکر صاحب کے نہیں ہوئی - لہذا جناب امیرؑ کی بیعت مجبوری ابوبکر صاحب کی صحت خلافت کی دلیل نہیں ہو سکتی - دیکھو طرز استدلال نمبر ۲ نتائج خط معاویہ و مکتوب مندرجہ (ب) کیونکہ جناب امیرؑ اپنے مظلوم ہونے اور استحقاق خلافت کو ہمیشہ ظاہر فرماتے رہے ہیں اور چند صحابہ اسکے گواہ ہیں پس ہر ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ جو کام جبر و اکراہ کیساتھ کسی سے کرایا جائے اُسپر کوئی جزا و سزا مرتب نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر مقبول صحابی سے کفار و مشرکین نے بجبر و اکراہ بتوں کی تعریف کرالی تھی تو جناب رسولخداؐ نے اس بات کا کوئی اثر مرتب نہ فرمایا بلکہ یہ ارشاد کیا کہ عمار بن یاسر کی رگ و پوست میں ایمان بھرا ہوا ہے دیکھو فلک النجاۃ بحث تقیہ - دوم - یہ بیعت امامت نہ تھی کیونکہ جناب امیرؑ حضرت ابوبکر وغیرہ کو خلیفہ برحق نہیں جانتے تھے بلکہ انکو بروایت صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر صفحہ ۹ جلد ۲ و روایت بخاری کاذباً آثماً غادراً - خائناً سمجھتے تھے اور انکو بدعات و احداث کا موجد خیال کرتے تھے - دیکھو خطبہ وسیلہ و دیگر احادیث اعتقاد شیعہ بحق ثلاثہ بذیل استدلال نمبر ۵ رسالہ ہذا - ہاں جناب امیرؑ چونکہ ایک رکن عظیم تھے بخوف بغاوت ان سے مجبوراً بیعت حکومت و بادشاہت کرائی گئی ہو تو ممکن ہے - اس طرح جناب امیرؑ نے وعدہ فرمایا کہ ہم آپ لوگوں کے برخلاف کوئی بغاوت نہیں کرینگے جو درحقیقت بیعت امامت و خلافت نہیں تھی بلکہ مصالحت کا ایک وعدہ تھا جیسا کہ آج کل برٹش گورنمنٹ کے فرمانروا کے ہم سب لوگ تابع حکم ہیں مگر فوجی سپاہیوں سے خاص درپر

بصورت بیعت یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ تابع حکم رہینگے اور بغاوت نہیں کرینگے۔ اور مخالفوں کے ساتھ نہ ملجائینگے سوم جناب امیرؑ کا حکومت و سلطنت اجماعیہ حضرات اصحاب ثلاثہ کو قبول کرنا اور انکی ماتحتی میں امن و امان سے وقت بسر کرنا اور وقتاً فوقتاً حسب موقعہ احکام شرعیہ کی تبلیغ کرتے رہنا یہ عین سیرت انبیاء و مرسلین کے مطابق تھا کیونکہ بجز چند انبیاء علیہم السلام باقی سب زیر حکومت بادشاہان جور وقت بسر کرتے رہے ہیں البتہ پہلے عام بادشاہوں میں بیعت کا رواج نہ تھا اور نہ کسی بادشاہ جور نے کسی پیغمبر سے بیعت طلب کی۔ اسلئے ایسی صورت کا اتفاق نہ ہوا۔ اور جناب امیرؑ کے وقت یہ رواج ہو چکا تھا ان سے یہ صورت عمل میں آئی ہو تو ممکن ہے مگر جیسے انبیاء سابقین کی نبوت میں کوئی فرق نہ آیا جناب امیرؑ کی امامت و نیابت نبوت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا +

طرز استدلال نمبر ۳۴ (عصمت ائمہ اطہار پر مخالفین کا اعتراض)

کافی کلینی میں روایت صحیح مرقوم ہے کہ حضرت امیرؑ اپنے یاروں سے فرمایا کرتے تھے لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست من ان اخطی الخ ترجمہ نہ کفایت کروگے تم گفتگو کرنیسے ساتھ حق اسکے اور دینے مشورہ کے ساتھ عدل کے پس تحقیق نہیں ہوں میں امن میں یہ کہ خطا کروں میں۔ ان وجوہات معقولہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ خلیفہ اور امام کا معصوم ہونا ضرور نہیں + بدر الدجےٰ صفحہ ۱۵ لجینہ۔ و تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۶۸ و ۲۲۱

ابطال استدلال کہ سنی مولف کی نقل عبارت میں خیانت اور عربی دانی سے جہالت اسکی نقل عبارت و ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اب میں مکمل عبارت کتاب مذکور سے نقل کرکے اسکی تشریح لکھدیتا ہوں۔ روضہ کافی صفحہ ۱۶۵ میں جناب امیر المومنینؑ کا یہ کلام ان الفاظ سے مروی ہے فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا آمن من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک منی (الی قولہ) واعطانا البصیرۃ بعد العمی یعنی فرمایا تم لوگوں کو چاہئے

ا؎ دیکھو ضمیمہ۵ صفحہ ۱۶۴

کہ کلام حق اور مشورہ عادلانہ سے نہ رُکنا۔ پس تحقیق میں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ جو میرے نفس کا مجھ سے زیادہ مالک ہے۔ میرے نفس کو بچا رکھے۔ میں بذات خود (اپنے آپ) اپنے فعل میں خطا سے مبرّا نہیں ہو سکتا۔ یہ اُسی خدا کی شان ہے جس نے ہمیں ہدایت اور ہر طرح کی بصیرت نیکی و بدی کی عطا فرمائی ہے۔

اس میں لست فی نفسی اور استثنا الا ان یکفی اللہ من نفسی قابل غور ہے اور جواب میں ہی کافی ہے۔ یہ کلام مثل کلام حضرت یوسفؑ پیغمبر کے ہے۔ جو کلام اللہ پارہ ۱۳ سورہ یوسفؑ میں موجود ہے۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ترجمہ۔ میں اپنے نفس کو خود بخود بری نہیں سمجھتا کیونکہ نفس آدمی کو بدی کے لئے اُبھارتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے؛ **نتیجہ:۔** بیشک خدا کے پیارے بندے انبیا و صلحا، خداداد قوت و ملکہ کے باعث اُسی کے لطف و کرم کے ساتھ معصیت و خطیئات سے محفوظ رہتے ہیں۔ نہ یہ کہ فقط بشری طاقت سے۔

(ب) جناب امیر المومنینؑ کے سامنے ایک شخص نے اندازہ سے بڑھکر آپکی تعریف کی جس پر آپ نے کلام مندرجہ عنوان ارشاد فرمایا جسکا ابتدائی حصہ یہ ہے وان من اسخف حالات الولاۃ عند صالح الناس ان یظن بھم حب الفخر ویوضع امرھم علی الکبر وقد کرھت ان یکون حالی فی ظنکم انی احب الاطراء واستماع الثناء ولست بحمد اللہ کذلک (روضہ کافی صہ ۱۶۴) ترجمہ:۔ نیک لوگوں کے نزدیک حکام کی یہ کم عقلی ہے کہ فخر کو پسند کریں اور ان کے کام تکبر پر محمول ہوں۔ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ تم یہ سمجھو کہ میں اپنی اندازہ سے زیادہ تعریف کرانا اور اپنی صفت و ثنا سنتے رہنا پسند کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ میں ایسا نہیں۔ اس عبارت کے بعد عبارت منقولہ مولف سنی کی واقع ہے:۔

چونکہ بعض کو جناب امیرؑ کے علوِ شان و معجزات دیکھکر یہ مغالطہ ہوگیا تھا کہ وہ آپکی الوہیت کے قائل ہوگئے تھے جیسے عبداللہ بن سبا تھا۔ لہذا جناب کو ایسے لوگوں کے سامنے جن کے کلام سے مدح میں افراط مترشح ہوتا تھا تردید کی ضرورت محسوس ہوئی اور اپنی عبودیت کا اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ آخر اُس کلام منقولہ مولف سُنی میں یہ عبارت ہے فانما انا وانتم عبید مملوکون لرب لا رب غیرہ یملک منا ما لا نملک من انفسنا ترجمہ بجز اس کے نہیں کہ میں اور تم اُس رب کے بندے اور مملوک ہیں جسکے بغیر کوئی رب نہیں ہمارے نفسوں کا وہ ایسا مالک ہے کہ ویسے ہم نہیں ہیں ؎ یہ کلام بعینہ حضرت یوسفؑ کی مانند فرمایا۔ جسطرح حضرت یوسفؑ کی عصمت میں اس کلام سے کوئی خلل واقع نہیں ہوا جناب امیرالمومنینؑ کی عصمت میں بھی فرق نہیں آیا۔ لوگوں کے دلوں سے اپنے تکبر کا خیال مٹانے اور مشورہ سے تالیف قلوب کرنے کے لئے اس طرح فرمایا جیسے رسول خداصلعم بھی لوگوں سے مشورے لیتے تھے۔ اور فی الحقیقت نبی اور آپکے وصی کے برابر کوئی بھی حقیقت شناس [illegible] دین و دنیا کے امور پر آگاہ نہ تھا۔

طرز استدلال [illegible] امام سجادؑ سے مروی ہے کہ تحقیق پکڑ لی ہے [illegible] اور ضعف یقین میں۔ اور میں فریاد کرتا ہوں بدگوئی [illegible] جو کہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور مطیع ہونے نفس سے خاص اُس کے (بدر الدجے صفحہ ۱۶۶ بعینہ)

ابطال استدلال صحیفہ کاملہ مو صحیفہ علویہ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۷ اور ۱۷ میں لکھا ہے فصل وکان من دعاءہ علیہ السلام بعد الفراغ من صلاۃ اللیل لنفسہ فی الاعتراف بذنب۔ اس کے بعد دعا منقولہ سنی لکھی ہے جسمیں امام علیہ السلام خدا کی جناب میں شیطان کے برے پڑوس کی شکایت کرکے خدا سے ہی مدد طلب

فرماتے ہیں۔ اور آخر میں فرماتے ہیں واستعصمت من ملکته جسکو ناقل سنی نے عمداً خورد بُرد کیاہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ فرمایا سوءظن وضعف یقین پیدا کرنے میں شیطان اپنی سعی میں بحیثیت میری بشریت کے میری باگ کا مالک بنا ہواہے۔ مگر میں ایسے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے اسکی متابعت کرنے کی شکایت الٰہی تیری جناب میں کرتا ہوں اور شیطان کے ایسے تصرف سے تیری مدد کے ذریعہ معصوم ومحفوظ رہنا چاہتا ہوں۔ استعصمت کے لفظ پر خاص غور ہو۔

اس کلام کا مآل ومقصود بھی وہی ہے جو کلام امیرالمومنین علیؑ اور حضرت یوسفؑ کا ہے۔ بحالت تضرع واعتراف عبودیت ایسی دعائیں عصمت کے لئے مفر نہیں جن میں ثبات عصمت کے لئے خدا سے مدد طلب کی جائے۔ یہ عمل ائمہ کا اعمال انبیاء معصومین کے عین مطابق ہے نسبت وسواس وتصرف شیطان واقرار ظلم واسراف وضلالت وطلب مغفرت وطلب اطمینان قلب انبیاء علیہم السلام سے قرآن مجید واحادیث رسول کریم صلعم میں موجود ہے۔ مگر چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ عصمت اُنکی ثابت ہے ان آیات واحادیث کو شان انبیاء کے مطابق معانی صحیحہ پر عمل کیا جاتاہے جو عصمت کے مفسر نہیں اور وہ ذنوب معمولی زلآت وترک اولیٰ پر محمول ہیں۔ جن کے لئے انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اطہار کو اپنے علو شان کے مطابق طلب مغفرت اور توبہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ مشہور ومسلّم ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنے نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی نسبت اس کمی پر ہیں کہ وہ نیکیاں مقربین بارگاہ ایزدی سے عمل میں آئیں تو وہ اُن کو گناہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً ہماری ادنٰی نماز جیسی نماز اگر نبیؑ یا امام ادا کریں تو اُنکی معرفت خدا ومحبوبیت وتقرب ایزد تعالٰے کی رفعت شان کے لحاظ سے وہ اسکو ایسا گناہ تصور فرماتے ہیں جسپر توبہ اور طلب مغفرت کی ضرورت ہے۔ نیز توبہ اور طلب مغفرت واقرار قصور انبیاء وائمہ سے

اس لئے بھی صادر ہوئے ہیں تاکہ ان کے عظیم معجزات و کرامات دیکھ کر لوگوں کو ان کی الوہیت کا گمان نہ ہو جائے۔ چنانچہ انبیاء میں سے حضرت عزیر و حضرت عیسٰی پر اور ائمہ میں سے جناب علیؑ پر یہ گمان کیا گیا۔

نسبت الفاظ مذکورہ بالا انبیاء علیہم السلام کی طرف ہونے کے لئے قرآنی ثبوت یہ ہے (۱) واغفرلی خطیئتی یوم الدین پارہ ۱۹ حضرت ابراہیمؑ کی دعاء۔

(۲) والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن واکن من الجٰھلین پارہ ۱۲ رکوع ۱۲ یوسفؑ

(۳) وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی پارہ ۱۳ یوسفؑ

(۴) ھذا من عمل الشیطٰن انہ عدو مضل مبین پارہ ۲۰ رکوع ۵ حضرت موسٰیؑ کا فرمان

(۵) رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی پارہ ۲۰ رکوع ۵ موسٰیؑ کی دعاء۔

(۶) لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین پارہ ۱۷ رکوع ۶ یونسؑ کی دعا

(۷) فعلتھا اذا وانا من الضالین پارہ ۱۹ رکوع ۶ حضرت موسٰیؑ کی دعاء و اقرار

(۸) فوسوس لھما الشیطٰن وعصٰی اٰدم ربہ فغوٰی پارہ ۱۶ حضرت آدمؑ کی نسبت

(۹) قال اولم تؤمن قال بلٰی ولکن لیطمئن قلبی پارہ ۳ حضرت ابراہیمؑ کی نسبت۔

(۱۰) واستغفر لذنبک۔ فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ سیدالانبیاء صلعم کی نسبت

(۱۱) حدیث شریف۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ نحن احق بالشک من ابراھیمؑ مشکوٰۃ (باب بدء الخلق صفحہ ۴۹۸)

(۱۲) ادعیہ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۵ و مشکوٰۃ باب جامع الدعا صفحہ ۲۰۹ و ۲۱۰

حاصل اس کا یہ ہے کہ اکثر الفاظ کے معانی بسبب اختلاف کے مضاف الیہ اور منسوب الیہ کے مختلف ہو جاتے ہیں جیسا مسلم ہے کہ جو ہم درود و صلوٰۃ نبی صلعم پر بھیجتے ہیں اس کا معنیٰ اور خدا تعالٰے کے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا معنے ایک نہیں۔ بلکہ اس کی کیفیت و نوعیت جدا جدا ہے۔ جو ہر ایک کی شان کے مطابق ہے اور خدا تعالٰے سمیع و بصیر و عالم ہے۔ انسان بھی عالم اور سمیع و بصیر ہوتا ہے۔ مگر معنے و مقصد و نوعیت جدا جدا ہے۔ اسی طرح انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی طرف ظلم، اسراف۔ ذنب

اور وسوسہ شیطان کی نسبت اور اُن کا طلب مغفرت و توبہ اور قسم کی ہے اور انہی امور کی نسبت عام آدمیوں کی طرف اور قسم کی ہے۔ انبیاء و ائمہ علیہم السلام اپنے مدارج علیا میں کسی ترک اولی کے سبب ذرا کمی واقع ہونیکو گناہ تصور فرماکر طلب مغفرت کرتے ہیں تاکہ مدارج کی کمی پوری ہو جائے یا اس سے مدارج اور بڑھ جائیں۔ ورنہ حقیقت میں وہ کوئی گناہ نہیں ہوتا +

(ب) ایسی دعائیں انبیاء و ائمہ علیہم السلام بطور تعلیم امت پڑھتے تھے۔ جیسا کہ باقی عبادات کی قولاً و عملاً انہوں نے تعلیم دی۔ اسی طرح دعاؤں کی جو مخ العبادات ہیں آنہوں نے علاوہ قول کے فعل سے بھی تعلیم فرمائی۔ اگرچہ ترک اولی بھی کوئی اُن سے صادر نہ ہوا ہو + (نوٹ)

{تبصرہ}

متلاشیان حق کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر اہل تسنن اپنی لچھے دار تقریروں میں اپنی کتب مناظرہ ردشیعہ پر آپ کے سامنے فخر و ناز کرنے لگیں۔ اور ڈینگیں ماریں یا بغلیں بجائیں تو اُن کی کتابوں کے ہمراہ اُن کے جوابات منجانب شیعہ کا مطالعہ بھی آپ ضرور کریں۔ اور ایسے اہل تسنن کے سامنے وہ جوابات پیش کردیں پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ کیسے حواس باختہ ہوتے ہیں۔ اور اس وقت اُن کے کیسے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ نمونہ کے لئے چند کتابوں کی ذیل میں فہرست درج ہے

کتب اہل تسنن	جوابات منجانب شیعہ
(۱) تحفہ اثنا عشریہ	نزہہ اثنا عشریہ ۱۲ جلد عبقات الانوار ۳۰ جلد تشئید المطاعن ۳ جلد بوارق موبقہ یک جلد وغیرہ

ان کتابوں کے جواب میں آج تک سنی کچھ نہیں لکھ سکے

نوٹ:۔ عصمت انبیاء و ائمہ با دلائل قطعیہ عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے۔ جیسے خدائے عزوجل کا جسمیت و تشبیہ سے پاک ہونا ایسے ہی دلائل سے ثابت ہے۔ اور جسطرح آیات صفات باری بظاہر مخالف شان ذات منزہ صفات لامحالہ تاویل کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً وجہ اللہ۔ ید اللہ۔ جنب اللہ وغیرہ کی۔ اسیطرح انبیاء و ائمہ کی عصمت ثابت بہ براہین کے بظاہر مخالف کلمات کی تاویل ضروری و لازمی ہے۔ چنانچہ جملہ محققین اہل سنت و شیعہ سب انبیاء کے حالات میں بیان کرتے آئے ہیں۔ اسلئے ایسی تاویلات پر کوئی صاحب نکتہ چینی نہ کریں

(۲) آیات بینات	رمی الجمرات ۳ جلد کشف الظلمات آیات محکمات
(۳) منتہی الکلام	استقصار الافحام ۸ جلد
(۴) تحفہ الشیعہ	روشنی - انتصار الشیعہ
(۵) خلافت راشدہ	رد الملاحدہ
(۶) اظہار الہدیٰ و بدر الدجیٰ	معیار الہدیٰ و شمس الضحیٰ
(۷) الفاروق	الفرق
(۸) صواعق محرقہ	البحار المغرقہ
(۹) مجمع الاوصاف	قواضب الاسیاف
(۱۰) شوائظ البرقات	مفاتح البرکات
(۱۱) بہتان شیعہ حصہ اول دوم	برہان شیعہ ہر دو حصہ
(۱۲) حقیقت مذہب شیعہ ہر دو حصہ	حقیقت مذہب حنیفہ و ابطال الاستدلال

خاتمہ

اصول صاف ہونے پر فروع صاف ہو سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے فروعی اعتراضات مخالفین کا جواب ضروری نہیں سمجھا۔ اور مخالفین اگر اپنے گریبان میں منہہ ڈالکر دیکھیں۔ تو ان کی کتابیں شرمناک لغویات وخرافات سے مملو ہیں۔ کسی دوسرے پر وہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کریں۔ مثال کے لئے غیر مقلدین اور مقلدین اہل سنن کے بالمقابل رسائل دیکھنے سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ خود ایک دوسرے کی دھجیاں اڑا رہے ہیں

ہمارے دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کسی صاحب کو ایسے مسائل دیکھنے کا شوق ہو تو ظفر المبین رد مقلدین اور اس کے بالمقابل جواب مقلدین اور حقیقۃ الفقہ ملاحظہ ہو۔ اور کچھ ایسے مسائل تفریح طبع کیلئے علماء شیعہ نے بھی کتب اہل تسنن سے اپنی تصانیف میں درج کیے ہیں۔ دیکھو حقیقت مذہب حنفیہ و برہان شیعہ و آئینہ مذہب سنی۔ و شواہد الصادقین۔ کسی مذہب کی جانب سے کوئی کسر قلم اٹھانے کی باقی نہیں رہی۔

شیعہ و سنی حضرات کی خدمت میں التماس

آخر میں فریقین شیعہ و سنی کی خدمت میں مولف رسالہ ہذا کی عاجزانہ التماس ہے کہ اخوت اسلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایکدوسرے کے ساتھ ہر وقت کا مجادلہ و مقابلہ و مکابرہ اور چھیڑ چھاڑ بند کر کے کونوا اخوانا کے مصداق ہو جائیں۔ خواص کتب بینی سے اور عوام فریقین کے مواعظ میں حاضر ہونے سے تحقیق و جستجوئے حق کا فائدہ اٹھائیں۔ آپس میں عناد و فساد و بدگوئی و افترا تکفیر کا سلسلہ بند کریں کیونکہ کوئی غیر مسلم بھی اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرنے سے تحریر و تقریر میں خاموش نہیں ہوتا۔ اسلامی فرقے کب خاموش ہو سکتے ہیں۔ قیامت تک ایک دوسرے کے برخلاف کچھ کہتے یا لکھتے رہیں بجز ترقی عناد بین الفریقین کوئی معتدبہ فائدہ مرتب نہیں ہو سکتا چنانچہ آج تک کے واقعات سے ظاہر ہے۔ ہر قسم کی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہر مسئلہ پر ہر فریق کی جانب سے کافی بحث ہو چکی ہے۔ میدان صاف ہے۔ منصف مزاج فیصلہ کر سکتے ہیں۔ شیعہ صاحبان حضرات ثلاثہ و دیگر مخالفین اہلبیتؑ سے

تبرا یعنی ترک موالات و بے تعلقی اختیار کرکے کسی سخت کلامی سے ہوا خواہان ثلاثہ کے دلوں کو متاثر نہ کریں اور سنی صاحبان اپنی کتابوں سے حضرات ثلاثہ وغیرہ بزرگوں کی فضیلت کھلے دل سے بیان کرتے رہیں مگر شیعہ کی کتابوں سے فضائل ثلاثہ ثابت کرنے اور ائمہ اہلبیت کے اعتقادی فضائل بحق ثلاثہ کا ذکر نہ کریں کیونکہ اسمیں ہرگز شک نہیں کہ شیعہ امامیہ اور انکے امام پاک حضرات ثلاثہ کے معتقد نہیں اور جو کچھ کہیں گے یا لکھینگے ضرور ثلاثہ کے بخلاف ہوگا۔ پھر کیوں شیعوں کو تنگ کرکے اور حضرات ثلاثہ کے نہ ماننے سے فتوائے کفر لگا کر شیعہ کو اسپر مجبور کرتے ہیں کہ وہ حضرات ثلاثہ کے حالات اور ائمہ اہلبیت کے انکے حق میں اعتقادات سنائیں۔ میں نے بخوف دلآزاری سنی بھائیو کے اعتقادات ائمہ بحق ثلاثہ شیعہ سنی کی کتابوں سے نہایت نرمی کیساتھ لکھے ہیں اور فقط اشارات وحوالجات پر اکتفا کیا ہے وہ بھی مشتے نمونہ از خروارے مگر ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ سے ممکن ہے کہ شیعہ کا کوئی عالم اس سے صریح الفاظ میں مکمل نقشہ اعتقادات اہلبیت ثلاثہ کے برخلاف پیش کردے جس سے اہل جماعت بھائیوں کو گھبراہٹ ہو سنی بھائیوں کے دق کرنے اور شیعوں میں تحریک پیدا کرنے کا تجربہ مجھے اس سے ہوا ہے کہ انہوں نے حقیر جیسے اصلاح پسند اور آزاد منش عزلت نشین سے بھی تحریک کرکے فلک النجاۃ اور اس رسالہ کو لکھوا دیا۔ ورنہ میں ان باتوں کے مخالف ہوں چنانچہ اس سے دس سال پہلے میں نے ایک کھلی چٹھی دربارہ دعوت صلح وخاموشی فریقین شیعہ وسنی کے چھپوائی تھی جو شائع ہو چکی ہوئی ہے۔ اب پھر وہی استدعا کرتا ہوں کہ رسالہ بازی اور تو تو میں میں کو چھوڑ دیجئے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اس دعوت کو پہلے یہ حقیر قبول کرکے آئندہ کیلئے عہد کرتا ہے کہ خواہ مجھے کوئی
کچھ کہے گا میں لکم دینکم ولی دین پڑھ کر خاموش رہونگا
اور ان جھگڑوں میں قدم نہ رکھونگا

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

ضمیمہ ۱

ضمیمہ رسالہ ابطال الاستدلال

حاشیہ متعلق صـ۳۸ـ اگرچہ حضرت عمر مقابلہ کفار میں مشہور و معروف پست ہمت تھے حتیٰ کہ دوسروں کو بھی پست ہمت کرتے تھے دیکھو فلک النجاۃ فصل فرار ثلاثہ ۔ وغیرہ مگر اہل بیت رسول کے مقابلہ اور خدا اور رسول کی مخالفت میں حضرت عمر وہ دل اور گردہ رکھتے تھے کہ اس میں ایسے جری و دلاور و بےخوف تھے کہ اپنے ان افعال کو علانیہ عمل میں لانے اور مسلمانوں کے سامنے اس پر اقرار بلکہ فخر کرنے اور معائب و مثالب خود ظاہر کرنے میں نہ خدا سے ڈرتے تھے اور نہ ہی مسلمانوں سے شرماتے تھے ایسے افعال میں واقعی لایخاف لومۃ لائم کے مصداق تھے ۔ چنانچہ انہوں نے رسول خدا صلعم کے حضور میں یہود کے مسائل پسند کرنے اور ان کو اسلامی احکام میں مخلوط و معمول رکھنے کی خواہش کی ۔ بعد وفات پیغمبر آپ حلفیہ نفاق کا اقرار فرماتے ہیں ۔ وقت وفات پیغمبر سرور کائنات آپ نے حضور صلعم پر ہذیان کی تہمت لگائی اور وصیت تحریر کرنے سے مانع ہونے کا مکالمہ ابن عباس میں اقرار کیا صلح حدیبیہ میں نبوت نبیؐ پر شک کا اظہار و اقرار کیا ۔ اپنی کم علمی کا اقرار کل الناس افقہ من عمر سے کیا حتیٰ کہ کہا مجھ سے پردہ دار عورتیں بھی زیادہ واقف شریعت ہیں اور اقرار کیا کہ خود بدولت دلالی اور کوچہ گردی میں مشغول رہنے کے سبب مسائل شرعیہ سے بےبہرہ رہے ہیں اور صاحب موصوف جنگ اُحد میں اپنی شجاعت کے کرشمے بیان کرتے ہوئے بر سر ممبر اپنے فرار کا فخریہ اقرار ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ میں اس وقت مثل پہاڑی بکری کے پہاڑ پر اچکتا اور کودتا تھا ۔ احراق باب فاطمۃ الزہرا کے وقت صاحب مذکور کو کہا گیا کہ جس گھر جلانے کے لئے آپ کا قصد ہے اس

میں جناب زہراؑ اور حسنینؑ شریفین بھی موجود ہیں آپ صاف لفظوں میں کہنے لگے ہاں اگرچہ وہ ہیں تو بھی جلانے کے لئے تیار ہوں۔

حضرت عباس و حضرت علیؑ کے مکالمہ میراث پیغمبر کے وقت صاحب مذکور اقرار کرتے ہیں کہ میں جانتا ہوں تم دونو مجھے اور ابوبکر صاحب کو جھوٹا۔ گنہگار۔ غدار اور خیانتی جانتے ہو۔ اور بعیت و خلافت ابوبکر صاحب کا بے سوچ سمجھے واقعہ ہو جانا آپ نے صریح کلمہ سے تسلیم کیا ہے۔

مکالمہ ابن عباس میں حضرت موصوف جناب علیؑ سے خلافت ظلماً لینے اور تحریر قرطاس مرض النبیؐ اسی لئے عمداً روکنے کا عجیب پیرایہ میں اقرار کرتے ہیں۔ (ان مذکورہ بالا جملہ امور کا ثبوت کتب سنیہ سے فلک النجاۃ میں موجود ہے وہاں ملاحظہ ہو)

اور بدعات کے رواج دینے میں جماعت تراویح کو نعمت البدعۃ کہنے سے جو آپ نے خوشی کا اظہار کیا مشکوۃ باب صلوٰۃ التراویح میں ملاحظہ ہو۔

اور متعہ النساء و متعۃ الحج بند کرنے کا اقرار آپ اس طرح فرماتے ہیں متعتان کانتا علے عہد رسول اللہ انا انھی عنھما واعقب علیہما یعنی دو متعے زمانہ رسول خدا میں مشروع تھے مگر میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں اور ایسا کرنے والے کو سزا دونگا۔ دیکھو درّ منثور سیوطی و تفسیر کبیر جلد ۳ ص۲۸۷ مصری

ان سب کے علاوہ اس مقام پر مخالفت حکم خدا و رسول پر حضرت عمر کا اقرار اور بہت بہت صاف اور صریح الفاظ سے ثابت کر کے ناظرین کا مکمل اطمینان کرا دینا چاہتا ہوں ملاحظہ ہو۔

صحیح نسائی مترجم وحیدی جلد اول ص۲۰۶ عن ابی موسٰے فقال عمر قد علمت ان النبیؐ قد فعلہ ولکن کرھت الخ وعن ابن عباس قال سمعت

عمر یقول واللہ لانھا کم عن المتعۃ وانھا لفی کتاب اللہ ولقد فعلہا رسول اللہ یعنی العمرۃ فی الحج یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ متعۃ الحج کو نبی صلعم نے کیا ہے اور کتاب خدا میں موجود ہے مگر خدا کی قسم میں اس سے ضرور تم لوگوں کو روک رکھوں گا۔ کیونکہ میں ناپسند رکھتا ہوں الخ۔

مولوی وحیدالزماں ترجمہ کے بعد فائدہ لکھتے ہیں حالانکہ تمتع اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے اور رسول اللہ نے کیا ہے پھر منع کرنا حضرت عمر کا بے فائدہ ٹھہرا۔ اور صحابہ نے اس طرف التفات نہ کیا

نیز دیکھو سنن ابن ماجہ مترجمہ وحیدی جلد ۲ ص۲۲۳ فقال عمر قد علمت ان رسول اللہ واصحابہ ولکنی کرھت۔ اس کا ترجمہ مثل روایت مذکورہ بالا ہے مترجم صاحب بعد ترجمہ لکھنے کے فائدہ میں لکھتے ہیں :۔ اللہ معاف کرے حضرت عمرؓ کی خطا کو اور ان کے درجے بلند کرے اگر دل میں کوئی بات بری بھی معلوم ہو لیکن اسکو آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب نے کیا ہو تو اس سے منع کرنا نہیں پہنچتا (پھر ممانعت تنزیہی کی تاویل کو اس طرح رد کرتا ہے) مگر اس صورت میں نہیں بنتا کہ حضرت عمر لوگوں کو مارتے تھے حج کے تمتع پر اور یہ بھی ذہن میں نہیں آتا کہ جو امر جائز ہو اس سے تنزیہی بھی کیونکر ممانعت ہو سکتی ہے (یعنی اپنی طرف سے) بالکل یہ مقام مشکل ہے الخ۔

اور نسائی کے جلد ۱ ص۶۰ میں مروی ہے جب علیؑ نے عثمان کو کہا الم تسمع رسول اللہ تمتع اور عثمان نے بلی کہہ کر اقرار کیا۔ مترجم کہتا ہے پھر منع کرنا حضرت عمر کا اور عثمان کا تمتع سے کسی خاص وجہ سے ہوگا۔

(یہی وجہ کہ سنت رسول و آل رسول کے خلاف اپنی مرضی کے احکام کو رواج دیں)
ورنہ قرآن میں خود تمتع کا جواز موجود ہے

فرمایے جو عمداً کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وسنت صحابہ مقبولین کی مخالفت کرے اور لوگوں کو جبراً مخالفت پر لگائے رکھنے کی کوشش کرے تو وہ کس طرح صاحب مقرب خدا مومن صادق اور امام حق نائب نبی کریم صلعم ہو سکتا ہے یا مصداق اس آیات کا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا + فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم + فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون + او کلما عاھدوا عھداً نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون + ۱۲

حاشیہ متعلق ص۲۷ جھوٹی احادیث بنانا قرن اول سے شروع ہونے کی تائید کلام جناب امیر علیہ السلام سے ہوتی ہے جو مصدقہ فریقین ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم سے روایت کرنے والے تین چار قسم کے ہیں۔ ایک مومن مخلص جسکو صحبت آپکی نصیب ہوئی اور کلام نبی کو خوب سمجھا۔ ناسخ ومنسوخ۔ عام وخاص۔ متشابہ ومحکم کا اسکو علم ہے اور بعینہٖ بلا کسی کمی یا بیشی کے روایت کرتا ہے دوسرا وہ جو حضرت صلعم کے کلام کو صحیح یاد نہیں رکھ سکا اور نہ اس نے کلام رسولؐ کا مطلب سمجھا۔ اور وہ کلام رسولؐ کو دوسرے لفظوں میں جن سے اصلی معنے متغیر ہو جاتا ہے لوگوں میں روایت مشہور کر دیتا ہے لوگ سمجھتے ہیں نبی صلعم نے اسی طرح فرمایا ہوگا

تیسرا منافق (اندر سے کافر) ہے جس کو جھوٹ بولنے سے احتراز نہیں ایسے شخص کو اگر لوگ منافق اور جھوٹا جان لیں تو اس سے روایت قبول نہ کریں۔ مگر وہ اسکو مومن مخلص گمان کر کے اس سے روایت قبول کرتے ہیں اور وہ جناب رسول خدا صلعم پر افترا اور جھوٹ باندھ کر روایت کرتا ہے جو لوگوں میں (دوسری صحیح ومقبول احادیث کیطرح) مشہور ہو جاتی ہے لہذا اخبار کو کلام اللہ اور احادیث مسلمہ ومشہورہ متفقہ

کے ساتھ مطابق کر لینا چاہیئے۔ جو موافق ہو وہ مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ دیکھو اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص۸۳ جو درسی کتاب اصول فقہ حنفیوں سنیوں کی ہے۔

اور اسی طرح نہج البلاغہ میں تبدیل کلام جناب امیرؑ وقد سألہ سائل عن احادیث البدع وعما فی ایدی الناس من اختلاف الخبر مطبوعہ ایران ص۱۶۸ و اصول کافی ص۲۳-۲۴ میں ہے۔ اس میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا ایسے منافق بعد نبی صلعم بہت باقی ہیں۔ جنہوں نے دوزخ کی طرف بلانے والے گمراہ اماموں کے تقرب ڈھونڈھنے اور اس ذریعہ سے دنیا کمانے اور حکومت حاصل کرنے کیلئے ایسی حدیثیں بنائی ہیں وانما الناس مع الملوک والدنیا الا من عصمہ اللہ اور منافقوں کی خبر خدا تعالےٰ نے اس طرح دی ہے واذا رایتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم سورہ منافقون ع ۱ یعنی اے پیغمبر تم ان کے ظاہر حال کو دیکھو تو ان کے ڈیل ڈول تمہاری نظروں میں کھب جائیں اور بات کریں تو تم ان کی بات کو توجہ سے سنو مطلب یہ کہ ان کو باتیں بنانی خوب آتی ہیں کہ سننے والا خواہ مخواہ ہی ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منافقین صحابہ میں ایسے ملے جلے رہتے تھے جن کا امتیاز مشکل تھا اور ان کی بنائی ہوئی حدیثیں صحیح احادیث میں ایسی مخلوط مشہور ہوئی ہیں جن کی تمیز مشکل ہے اور بجز خواص سمجھنا اسکا ناممکن ہے۔

۳۔ بحکم معاویہ جو احادیث مقابل فضائل صحیحہ جناب علی علیہ السلام کے بنائی گئیں ان کی چند مثالیں علامہ ابن ابی الحدید سنی نے (شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران جز ۱۱ ص۱۰ و مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۱۰ بذیل کلام ان فی ایدی الناس حقا و باطلا وناسخا و منسوخا و کلام سیظھر علیکم بعدی رجل رحب البلعوم مندحق البطن) لکھی ہیں۔ حدیث انت اخی فی الدنیا والاخرۃ کے مقابلہ میں لو کنت متخذا

خلیلا لا تخذت ابا بکر خلیلا اور حدیث سدوا الابواب الا رباب علی کے مقابلہ میں الا خوفتہ ابی بکر اور حدیث طلب قرطاس کے مقابلہ میں لا یختلف علیہ اثنان ۔ ویا بی اللہ والمسلمون الا ابا بکر اور حدیث الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ کے مقابلہ میں ابوبکر و عمر سید اکھول اھل الجنۃ وغیرہ بنائی گئی ہیں

ان کے علاوہ حدیث علیؑ ولیکم بعدہ وھذا اخی و وزیری کے مقابلہ میں اما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر بنائی گئی جس کے راویوں میں تلید بن سلیمان ضعیف والوالجحاف وعطیہ بہت خطاکرنیوالے ہیں دیکھو ترمذی و تقریب اور حدیث حق علیؑ ھذا اخی و وارثی و وزیری وخلیفتی کے مقابلہ میں ابوبکر الصدیق وزیرہ وخلیفتی وبعد ابی بکر عمر و من بعد عمر عثمان بنائی گئی جس کی تضعیف و وضع کا حال کنز العمال میں ساتھ اس کے لکھا ہے ۔ اور حدیث کنز العمال جلد ۶ ۱۵۳ باسناد ابونعیم فی الحلیہ و ۱۵۵ باسناد طبرانی قال صلعم یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلو بعدہ ابداً علیؑ اور حدیث ثقلین کے مقابلہ میں اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اور انصار سے تمسک اور اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم بنائی گئی ہیں ۔

موضوع اول کے راویوں میں سفیان بن عیینہ وسفیان ثوری (مدلس) اور سعید (بنی امیہ کا ایک فرد بہت خطاکرنیوالا) ہیں تدلیس محدثین کے نزدیک بہت مذموم ہے چنانچہ اصول حدیث میں مفصل موجود ہے ۔ دیکھو شرح الشرح اور حدیث علیؑ مع الحق اللھم ادر الحق حیث دار کے مقابلہ میں الحق بعدی مع عمر ۔ وجعل الحق علی لسان عمر بنائی گئی جسکا حال اسناد دیکھنے سے واضح ہے

ہو حدیث یحٰی علی لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق کے مقابلہ میں لا یحب
ابابکر و عمر الا مومن بتائی گئی جس کی اسناد ملاحظہ ہو۔ ان روایات کا موضوع ہونا
اس سے بھی ظاہر ہے کہ احادیث موضوع باوجود انتظام شاہی بمضمون الحق یعلو ولا
یعلی اس درجہ صحت کو نہیں پہنچی ہیں جو اصول اہل تسنن کے مطابق احادیث بحق جناب
امیر کو حاصل ہے بڑی خوشی سے محدثین پڑتال کر کے دیکھ لیں اس وجہ سے بھی وہ روایات
بہ قاعدہ ترجیح مرجوع ناقابل اعتبار و ساقط عن الاحتجاج ہیں اور دوسرا یہ کہ روایات معلومہ
ان احادیث صحیحہ کے اگرچہ بباعث عدم مساوات درجہ قبول معارض نہیں ہو سکتی ہیں۔
مگر بفرض تسلیم نتائج غلط پیدا کرتی ہیں کیونکہ تابع و متبوع اور حق و باطل ایک ہو جاتا
ہے اور ایک وقت میں دو ولیعہد و خلیفے ہوں اور ہر ایک خود تابع اور پھر متبوع ہو ایک
ہی امام و پیشوا قابل تمسک ہو اور پھر وہی مقلد و مقتدی ہو وغیرہ وغیرہ

اور ہم فلک النجاۃ جلد ۱ ص۴۹۵ میں ثابت کر چکے ہیں کہ احادیث سنیہ میں بعض
ایسی بھی ہیں جن کے متن ضعیف یا موضوع کو صحیح و قوی اسنادوں پر سوار کیا
گیا ہے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مقبول ہو جائیں دیکھو تدریب ص۱۸۴ الراوی سیوطی
اس سے علامہ ابن ابی الحدید کے کلام کی تائید ہوتی ہے۔ کہ موضوع احادیث ثقہ
راویوں کی زبان سے مشہور کرائی گئی ہیں۔ دوسری تائید صحیح مسلم جلد ۱ ص۱۱ میں
موجود ہے اس میں یحیٰی بن سعید القطان سے مروی ہے کہا احادیث موضوع بیان
کرنے میں سب سے بڑا جھوٹا ہم نے نیک اور بزرگ لوگوں کو دیکھا۔ باوجود اس قدر
اہتمام و عظیم الشان انتظام کے پھر بھی موافق الحق یعلو ولا یعلی۔ نقید اسانید سے
ایسی روایات کے ضعف و وضع کا حال کھل جاتا ہے۔ اور رواۃ میں ایک نہ ایک
فرد و مناعین و منحرفین و مبغضین اہل بیت عظام کا ظاہر ہو جاتا ہے ❖ فقد بر

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۱۷ ۱۔ جناب زہرا علیہا السلام کے تا ذفات

شیخین پر غضبناک رہنے کا ثبوت صحیحین بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے
مگر ایک محقق سنی کے محاکمہ اور نتیجہ تحقیق کو لکھ کر ہم ناظرین کی مزید تسلی کرا
دیتے ہیں:- ملا معین محدث سنی دراسات اللبیب ص۲۱۲ میں دربیان ثبوت عصمت
حضرت فاطمہ زہرا و دفع اشکال کی صورت میں اپنا تحقیقی بیان اس طرح تحریر
فرماتے ہیں کہ جناب زہرا تا وفات اپنی رائے پر قائم رہیں - اور آپ کے پاس
حدیث ابی بکر صاحب کے صحیح جوابات تھے نیز آپ کے ساتھ اس بارے
میں صحابہ کبار حضرات علیؑ و حسنینؑ شریفین بھی متفق تھے اور انہوں نے اس سے
رجوع نہیں فرمایا۔ (اسکے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں) لوگوں کی مخالفت کرنے
سے عصمت اہل بیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ بلکہ حرف مخالفین پر آتا ہے۔
ملخصًا اصل عبارت ضمیمہ فلک النجاۃ ص۲۹۷ میں ملاحظہ ہو اور توثیق ملا معین
اور اس کی کتاب دراسات اللبیب کی تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبہ ص۳۶ و اجوبہ
فاضلہ ص۱۶۵ لغایت ص۱۶۸ (ہر دو مؤلفہ مولوی عبد الحی لکھنوی حنفی سنی)
میں ملاحظہ ہو - ۱۲

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۴۲ :- مثل روایت ابی داؤد و سنن
نسائی مترجم وحیدی ص۲۲۸ جلد ۳ میں لکھی ہے کہ ابن عباس نے کہا
ہمارا حصہ ہم کو دے دو انہوں نے نہ مانا تو ہم نے انہی پر چھوڑ دیا مگر وہ ہمارے
حق سے کم دیتے تھے تو ہم نے نہیں لیا
پھر اسی کے ص۲۳۲ میں یہ روایت لکھی ہے کہ اقوال مختلف تھے کہ
ذوی القربیٰ کا حصہ خلیفہ کا ہے ؟ یا کس کا ؟ (یعنی بعد نبیؐ) آخر سب کی رائے
اس بات پر آئی کہ ان دونوں حصوں (رسول و ذوی القربیٰ) کو گھوڑوں اور جہاد
کے سامان میں صرف کرنا چاہیئے۔ فکان فی ذلك فی خلافۃ ابی بکر و عمرؓ

غرضیکہ رسول کے قرابت داروں سے بند کر لیا گیا خواہ کسی مد میں انہوں نے صرف کیا ہو۔

حاشیہ متعلق ص۱۴۷

اس قسم کی بیعت ہونے کے ثبوت میں ملاحظہ ہو سنن نسائی مترجم وحیدی جلد ۲ ص۳۲۷ باب البیعۃ علی ان لا تنازع الامر اھلہ اس بات پر بیعت کرنا کہ جو سردار بنے اسکی مخالفت نہ کرینگے

بیعت مصالحت سلطنت و عدم مخالفت اگرچہ ہوئی مگر حضرت امیرؑ اعمال شرعیہ میں ثلاثہ کے پیرو نہ تھے بلکہ اعمال صحیحہ شرعیہ مطابق اصل سنن نبویہ جناب امیرؑ سے عمل میں آتے رہے اسکی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔:۔ سنن نسائی مترجم جلد ۱ ص۵۹۵ میں مروی ہے حضرت عثمان نے متعہ اور قران سے منع کیا تو حضرت علی نے اسی وقت پکارا لبیك بحجۃ وعمرۃ معاً یعنی میں حج اور عمرہ کے لئے اکٹھا لبیک پڑھتا ہوں۔ حضرت عثمان نے کہا اتفعلها وانا انهی عنها کیا تم اسکو کرتے ہو اور میں منع کرتا ہوں حضرت علی نے فرمایا لم اکن لادع سنۃ رسول اللہ لاحد من الناس۔ وفی روایۃ فلم ادع قول رسول اللہ لقولك یعنی میں رسول اللہ کی بات کو تمہاری بات سے نہ چھوڑونگا

فائدہ میں مترجم نسائی مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں۔ چونکہ قران رسول اللہ کی سنت تھی اور حضرت عثمان نے ناواقفی سے اس سے منع کیا تھا اسلئے حضرت علیؓ نے عثمان کا کہنا نہ سُنا اور حضرت رسول اللہ کی سنت پر عمل کیا جب حدیث کے خلاف حضرت عثمان کا حکم جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس زمانے میں خلیفہ وقت تھے قبول کرنے کے لائق نہ ہو تو اور مجتہد یا فقیہ یا امام یا عالم کس شمار اور قطار میں ہیں۔ ۱۲

نوٹ

صفحہ ص۷۱ سطر ۲ میں بجائے امام محمد باقرؑ کے امام محمد تقیؑ پڑھنا چاہیئے

(۲) ص۷۱ حاشیہ سطر ۳ میں بھی بجائے امام محمد باقرؑ کے امام محمد تقیؑ پڑھنا چاہیئے۔

(۳) ص۱۵ سطر ۷ میں لفظ یقاد الجمل المخشوش کے بعد (کذا فی تاریخ ابن جریر الطبری) پڑھنا چاہیئے۔

تقریظ از جناب سلطان المناظرین فخر المتکلمین کاسر اعناق الملحدین عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء مولانا الحاج ابو الصفا مرزا احمد علی الکربلائی الامرتسری الاہوری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی یبطل الباطل ویحق الحق والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ الذین بذلوا مہجتہم لیخرجوا الناس من الضلالۃ والغوایۃ ولیدخلوہم فی الھدایۃ وادلۃ الحق المطلق اما بعد ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال مصنفہ عالم فاضل باذل صاحب علمین ومتمسک ثقلین السعید فی الدارین ناصر دین مومنین مولانا مولوی حکیم محمد امیر الدین صاحب وہ کتاب نافع ہے۔ جس کا ہر حرف چراغ طور اور جس کا ہر لفظ لمعہ نور ہے۔ یہ وہ ذوالفقار آبدار ہے جسکی ایک ضرب سے اہل ضلال کے پرخچے ہوا میں اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مومنین کے لئے وہ جوشن کبیر ہے جس پر اہل زیغ کی شمشیریں اثر نہیں کرتیں۔ یہ وہ حرز جان ہے جس سے شیاطین انس وجن راہ فرار اختیار کرتے ہیں یہ وہ حصن حصین ہے ہے۔ جو ادلۂ قاہرہ و براہین باہرہ سے مشیّد ہے۔ یہ وہ گلستان ہے جس سے مشام جان میں بوئے جنت آتی ہے۔ الغرض اسکا کیا وصف کروں اور اسکی کس کس خوبی کا ذکر کروں۔ اسے پڑھیئے اور ذوق روحانی حاصل کیجئے اور جناب مولف کے حق میں دعا کیجئے کہ خداوند عالم انہیں بلیات سماویہ وارضیہ سے محفوظ رکھے اور انہیں تا مدت مدید خدمت دین کے لئے باقی رکھے۔

بمحمد وآلہ المیامین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

۱۱ مئی ۱۹۲۷ء

مرزا احمد علی لاہور۔ محلہ شیعہ

تقریظ حسنات حظ حیطہ از رشحات قلم حقیقت رقم حاوی الفروع والاصول جامع المعقول والمنقول فخر الواعظین ناشر دین سید المرسلین مقبول الصمد مولانا مولوی السید محمد صاحب قبلہ عربک پروفیسر کالج دہلی دام ظلہ

باسمہ سبحانہ الحمد لاہلہ والصلوۃ علی اہلہا سرزمین جھنگ سے پھر مہک آئی اور قسمت پنجاب نے پھر یاوری کی۔ فلک النجاۃ جب سینکڑوں کو کنارے لگا چکی تو کتاب ابطال الاستدلال روئے عالم ہدایت بنی میں نے اسکے کچھ مقامات دیکھے نوعیت میں نئی اور رنگ میں نرالی ہے قدرت نے ازل سے یہ تالیف اس دماغ کیلئے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھی حق یہ ہے کہ دماغ نے نیا سیلان تلاش کیا اور محبت اہلبیت نے الفاظ کے قدموں سے نئی وادی طے کر لی خوشا نصیب اس مشام کے جو اس مہک سے معطر ہو اور زہے قسمت اس دل کی جو ان حرفوں کی سیاہی سے نور ایمان حاصل کرلے۔ یہ مقدس تالیف مومنین کیلئے رحمت اور منافقین کیلئے شدت ہے۔ امید ہے کہ کسی مومن کا گھران سلجہ سے خالی اور کسی منافق کا قلعہ کفراس سے سالم نظر نہ آئیگا یضل بہ من یشاء ویھدی بہ من یشاء الی صراط مستقیم۔ جناب باری قربان اہلبیتؑ اور فدائے خاندان نبوت درق طوبے وسایہ نشین شجر رسالت مولوی حکیم امیر الدین صاحب رئیس جھنگ کو جزائے خیر دے اور مومنین پر جو احسان اُن جناب نے کیا ہے امیر المومنینؑ اُس کا صلہ عطا فرمائیں آمین رب العلمین +

السید محمد
زیدی

تقریظ از جناب رئیس المحققین استاذ المناظرین زبدۃ المدققین جناب معلی الالقاب مولانا مولوی حافظ علی محمد صاحب ادام اللہ الصمد من شرحاسد اذا حسد جامع کمالات مولف فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ و ترغیب الجماعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی نزل الفرقان علی عبدہ وارسلہ بشیرا نذیرا وجعلہ سراجا منیرا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا ولعن اللہ علی اعداءھم ودمرھم تدمیرا وسیصلون سعیرا۔ اما بعد فواللہ ربی ما رایت کتابا اتم حججا واجل نفعا فی رد اوھام المعاندین ورجم الملاحدین من کتاب ابطال الاستدلال لاھل الزیغ والضلال

وھو اجل من ان یکتب با لتبر علی الاحداق لا ان یکتب بالحبر علی الاوراق
کیف لا وقد الفہ من جامع بین الفضیلتین اعنی العلم والعمل فی الطب
والحکمۃ والحلم والشجاعۃ وترک الحنفیۃ واخذ الحنیفیۃ واخذ الحق
وترک الباطل سافی اللہ ولم یخف لومۃ لائم سابق فضلاء عصرہ وفاق
کرلاء دھرہ وقد ترجم قبل کتابی فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ وقد
اشتہر فی الآفاق من الہند الی العراق وتقبلہ العلماء بحسن قبول وھو مستغن
عما اقول وقد قیل ؎ مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید - و علق علی
کتابی حواشی مزیدۃ مفیدۃ نفیدۃ الامثال وھو الامام الکبیر و
الطبیب الشہیر اعنی المولوی الحکیم محمد امیر الدین
سلمہ رب العلمین بطلہ وبقین جزاہ اللہ احسن الجزاء واوصلہ الی ساحۃ
متمناہ بجو من اصطفاہ وارتضاہ وتقبل مساعیہ انہ قریب مجیب ۔

حررہ العبد الاثیم خادم العترۃ الطاھرۃ علی محمد عفا عنہ الرب الکریم بقلمہ

تقریظ و ریویو از قلم حقیقت رقم رئیس المناظرین فخر المصنفین المتاخرین حاجی الحرمین
الشریفین جناب حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر جعفری انگولہ ال جھنگ سیال
مصنف کتب کثیرہ

الحمد للہ الواحد الغفار والصلاۃ والسلام علی سید الابرار احمد المختار وعلی ال
اٰلہ الاطہار واصحابہ الاخیار الی یوم القرار اما بعد میں نے مسودہ کتاب ابطال الاستدلال
لاہل الزیغ والضلال مولفہ جناب فیضمآب مستغنی عن الالقاب ارسطو دوران افلاطون زمان
فخر المتکلمین زبدۃ العارفین سلطان المناظرین جناب مولانا مولوی حکیم امیر الدین صاحب
کھوکھر رئیس و نمبردار چک جلال الدین جانشین مولف کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ
شروع سے آخر تک بغور دیکھا یہ مولانا صاحب کا قوم ملت اور مذہب شیعہ امامیہ پر بہت بھاری
احسان ہے کہ تمام ان بیجا اعتراضات و شبہات کو جو فیصلہ ساز البیوت اپنے مواعظ میں پیش کرتے تھے
اور انکے غلط معانی بنا کر خیانت سے سیاق و سباق عبارت کو چھوڑ کر جہال عوام الناس کو خوش
کرتے تھے اور جھوم جھوم کر چٹخارے لیتے تھے ان سب کو مولانا صاحب موصوف نے اس رسالہ میں لکھکر سب کا
ابطال بنہایت وضاحت و متانت سے کیا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ کوئی مخالف کتب شیعہ سے
فضائل و مناقب صحابہ ثلاثہ پیش نہ کر سکیگا۔ الغرض مولانا صاحب نے مناظرہ کے فن کی ایک
بڑی کمی کو پورا کر دیا ہے [illegible]

حررہ خادم الثقلین ڈاکٹر نور حسین عفی عنہ از جھنگ سیال ۷ / ۱۹۲۶

تقریظ بلاغت حظیظ از رشحات قلم سید المفسرین سلطان المحدثین محی الملۃ والدین
قدوۃ الاطائب والاماثل الفاضل الادیب الکامل مولانا المولوی سید محمد سبطین صاحب قبلہ
دامت معالیہ عربک پروفیسر لدھیانہ کالج و ایڈیٹر البرہان

الحمد للہ الذی اوضح لنا مسالک الحق باعلامہ ونوّر ابما ابیض الیہ لیالیہ کایامہ والصلوۃ الطیبۃ الزاکیۃ النامیۃ علیٰ من اختصہ من بین الرسل بمزید اکرامہ و آلہ الطیبین الطاہرین الذین جرت بہم علی الخلق سوابغ انعامہ واللعنۃ الدائمۃ علیٰ اعدائہم الیٰ قیام الساعۃ وساعۃ قیامہ

امابعد رسالہ شریفہ وصحیفہ لطیفہ عدیمۃ الاشباہ والامثال مسماۃ **بابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال** مصنفہ فخر الاماثل وزین الافاضل محقق عدیم النظیر مصنف بے مثل فقید المثال الامیر الفائق والطبیب الحاذق کاسر اعناق المعاندین ومبطل ہفواتہم بالدلائل والبراہین حکیم امیر الدین صانہ اللہ رب العلمین عن حسد الحاسدین وکید الکائدین ومکر الماکرین وشر الشیاطین - آج بتاریخ چہاردہم صفر المظفر ۴۵ھ ہجری روبرو مصنف موصوف از اول تا آخر مطالعہ کیا اور بعض بعض مقامات پر اپنی رائے کا اظہار کرتا گیا۔ الحق والانصاف اکثر وبیشتر مطالب ومقاصد عجالہ لطیفہ ورسالہ وجیزہ کو لطیف ونفیس محقق و مبرہن و مدلل ومنقح پایا معاندین مجادلین کے مکائد کی خوب قلعی کھولی گئی ہے اور دین حق کی معتد بہ خدمت کی گئی ہے۔ اس کی اشد ضرورت تھی اور ہر کس وناکس اس کا طالب نظر آتا تھا۔ اسکے مطالعہ سے نہ صرف قلوب اہل ایمان تازہ اور منور ہونگے بلکہ قوی امید ہے کہ اہل خلاف میں سے بھی منصف مزاج اور حق پسند اصحاب اپنی تسلی فرما کر اہل حق پر بیجا طعن وتشنیع سے باز آئینگے۔ فجزاہ اللہ عن الحق واہلہ جزاءً خیرا وجعل سعیہ عندہ مشکورًا وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین ۔

حررہ المذنب العاصی السید محمد سبطین السرسوی

مختصر فہرست کتب موجودہ امامیہ کتب خانہ لاہور

پیغام توحید مصنفہ مولوی محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ دور حاضرہ میں جہاں فلسفہ مادیات وسیاسیات نے روحانی دنیا کو مفلوج بنا رکھا ہو وہاں عہد عتیق کے فلسفہ الٰہیات کیطرف نوع انسانی کو بلا لحاظ اختلاف مذاہب دعوت دینا کوئی آسان کام نہیں تاہم فاضل مصنف نے اس عدیم النظیر تصنیف میں عقلی ونقلی دلائل اور براہین قاطعہ سے توحید باریتعالیٰ کے نہایت اہم مسئلہ کو ثابت فرما کر روحانی دنیا میں ایک مہتم بالشان کام کیا ہے یہ مختصر مگر جامع کتاب اپنے صوری اور معنوی محاسن کے لحاظ سے ایک نادر ترین علمی تحفہ ہے ہر فرقے کے اصحاب اس سے مستفید ہو سکتے ہیں قیمت ۱۰

خلافت الٰہیہ حصہ سوم از تصنیفات مولوی سید محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ خلافت الٰہیہ وہ بےنظیر کتاب ہے جسکے دو حصص آجتک طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ بک چکے ہیں اور اب یہ تیسرا حصہ کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد فاضل مصنف نے تیار کیا ہے مسئلہ خلافت اور امامت پر آجتک اس سے بہتر کتاب یقیناً اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی نصوص قرآنیہ اور دلائل وبراہین فلسفیہ سے فاضل مصنف نے جسطرح سے خلافت الٰہیہ کے متنازعہ فی مسئلہ ثابت فرمایا ہے اسکی تعریف زبان قلم سے ہو نہیں سکتی جن حضرات نے پہلے حصص ملاحظہ فرمائے ہیں ان کیلئے یہ تیسرا حصہ بھی دیکھنا ازبس ضروری ہے فاضل مصنف نے تحقیق وتدقیق عالمانہ اور رموز ونکات فلسفیانہ اور حقائق ومعارف قرآنیہ کے تجسس میں کئی سال کی عرق ریزی سے ۱۵۰۰ صفحات کا مسودہ تیار کیا۔ اور انتہائی خلافت الٰہیہ جسمیں عدیم النظیر تصنیف کو ختم فرما کر اپنی اعلیٰ علمی قابلیت وزور قلم کا انتہائی مظاہرہ فرمایا بلکہ عالم اسلام پر ایک احسان عظیم اور فلسفیہ الٰہیت اور رسالت وامامت کے لاینحل مسئلہ کو حل فرمایا خنیدہ کے بود مانند دیدہ بڑی تقطیع اور اعلیٰ دبیز کاغذ کے ۱۵۰۴ صفحات پر طبع ہوا ہے۔ قیمت ع۸ جلد اول۔ جلد دوم بھی موجود ہے ۱؎

عقل وتہذیب اہل حدیث اس رسالہ میں فرقہ اہلحدیث کے اصول وفروع دین ایسے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ آجتک بہت کم لوگوں کی نظر سے ان تحقیقات پر پڑی ہوں گی جس میں بخاری مسلم ابن تیمیہ ابن القیم کی قلت عقل سے خاص طور پر بحث کیگئی ہے اس رسالہ کی ضرورت نہ فرقہ اہلحدیث کو ہے بلکہ فرقہ احناف کو بھی فائدہ پہنچیگا اور شیعوں کے لئے تو ایک ایسا قلعہ ہے کہ صرف اسی کو بمقابلہ اہلحدیث پیش کرنا کافی ہوگا قیمت ۱۲؍

صدائے حقانی درحقیقت شیخ جیلانی
اس رسالہ میں مؤلف نے اہلسنت کی نہایت ہی معتبر کتابوں سے حضرت شیخ جیلانی کے حالات جمع فرمائے ہیں اور اس خوش اسلوبی سے لکھے ہیں کہ موافق و مخالف بڑے شوق سے پڑھکر حظ اٹھاتے ہیں اور حضرت شیخ کے حسب و نسب اور مذہب سے متعلق واقفیت بہم پہنچا کر نتیجہ پر پہنچتے ہیں دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶/

دلچسپ مکالمہ مولانا سید الطاف حسین صاحب حالی اور سید سجاد حسین صاحب نے مناظرہ کی اہمیت فریقین کے اختلافات اور شیعوں کا برسرحق ہونا ثابت کرکے مولانا کو ہم اپنا ہمخیال بنا لیا قیمت صرف ۔۔ ۴/

فلسفہ شہادت اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سید الشہدا نے کیوں شہادت اختیار کی اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہونچا اس کے عوام انصار نے کیا کیا کام کئے قیمت ۴/

واقعہ وہم از تصنیف سید سجاد حسین صاحب جسمیں مسئلہ تقیہ کی ہر پہلو کی نسبت بحث کرکے یہ دکھایا گیا ہے کہ تقیہ شعار اسلام ہے اور کن مواقع پر شریعت نے اسکی اجازت دی ۷/

خلفاء ثلاثہ کا ایمان ایک محقق فاضل سابق سنی المذہب کی تحقیق کا نتیجہ جو نہایت دلچسپ ہے۔ ۔ ۱/

رسالہ عید غدیر پیغمبر خدا کا خم غدیر پر حضرت علی کو خلیفہ مقرر کرنا صحابہ سے بیعت لینا وغیرہ تمام حالات اہلسنت کی معتبر کتابوں سے مفصل درج ہوئے ہیں نیز اس میں خطبہ غدیر اور اعمال عید غدیر بھی شامل ہیں جو ہر شیعہ کے لئے ازبس ضروری ہیں قیمت صرف ۴/

التطہیر جس میں نہایت شرح و بسط کیساتھ عقلی اور نقلی دلائل سے اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ آیہ تطہیر کے مصداق خمسہ نجبا آل عبا اور کوئی نہیں مصنف نے بڑی محنت سے علاوہ فریقین کی کتب کے دیگر مشہور انگریزوں کی تصنیفات سے حوالجات دیئے ہیں قیمت ۴/

ریویو الفاروق جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے علی گڑھ کالج کے مشہور پروفیسر مولوی شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق پر محققانہ ریمارکس قیمت صرف ۔ ۲/

رسالہ نظریہ از تصنیف مولوی سید محمد ہارون صاحب جس میں مولانا موصوف نے چھ زبردست سوالوں کے جوابات حل ابو طالب کا ایمان (۲) خلیفہ ثالث کا لقب ذوالنورین کی کیفیت وغیرہ حضرات اہلسنت کی معتبر کتب سے بڑی محنت کیساتھ دیئے ہیں قیمت ۳/

اعجاز جعفری حضرت امام جعفر صادق کے معجزات نظم میں درج ہوئے ہیں لطف یہ ہے پہلے معجزہ کو ایک شعر میں اور دوسرے کو دو شعر میں علی ہذا اسی ترتیب سے قیمت ۱/

النار الجحیم لہاتک قرآن العظیم اُردو

میں تقریباً وہ تمام اعتراضات جو حضرات کیطرف سے دربارہ کمی بیشی قرآن شیعہ پر ہوا کرتے ہیں عقلی و نقلی دلائل سے عقلانہ طور پر رد کئے گئے ہیں۔ نیز اہلسنت کے جامع قرآن کا قرآن سے سلوک۔ انہی کی کتب سے ثبوت۔ قیمت ۱۔ (۸/)

ازالۂ اشتباہ

عام فہم غلطی کو دور کرنے کیلئے جو شیعوں کی نسبت کہی جاتی ہے۔ کہ وہ سب کرتے ہیں۔ انہیں ثابت کیا گیا ہے کہ فرقہ شیعہ میں سب کرنا جائز نہیں۔ قیمت ۱/

کتاب اعجاز المسیح پر ریویو

اس پُر فتنہ زمانہ میں جبکہ ہر طرف سے مدعیان نبوت برساتی کیڑوں کی طرح نکلے آتے ہیں۔ پنجاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی مسیحیت کا دعوی کرکے ایک کتاب لکھی جسکی عبارت کو وہ معجزہ سمجھتے ہیں۔ ایک شیعہ ممتاز الافاضل نے اس کتاب پر ریویو لکھکر بتا دیا تھا کہ جس کو صرف نحو کے قاعدے معلوم نہ ہوں۔ وہ نبی کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور اس کی کتاب معجزہ کیونکر بن سکتی ہے۔ قیمت ۲/

تقریر دلپذیر

میر سجاد حسین صاحب کی وہ کتاب جس میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام میں دو فرقے ، شیعہ اور خارجی سنی کوئی نہیں۔ قیمت (۱۰/)

لمعۃ النصیانی العمدۃ من اخبار الرضاؑ

راضی برضا ہے کہ خاصان خدا میں تسلیم و رضا معنے تسلیم و رضا ہیں۔

امامیہ سلسلہ کے آٹھویں امام ابن امام الراضی بالقدر و القضاء الرضاؑ المرتضی المجتبیٰ کی مکمل سوانح عمری بزبان اردو جس کو مولوی سید مظہر حسن صاحب نے تصنیف فرماکر اسلام اور اسلامیوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ چونکہ حضرت کا زمانہ عباسیوں کا عہد شباب تھا اس لئے اس بے بہا کتاب سے عام مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دو حالتوں کے تقابل کا نظارہ گھر بیٹھے میسر آجائیگا۔ دیکھنے والے فاضل مصنف کی محنت کے قائل نہ ہونگے۔ بلکہ اس بے نظیر کتاب سے مصائب میں گزر نکل جانے اور جان و مال کے دشمنوں میں رہ کر پایہ بلند پر قائم رہنے کا سبق حاصل کرینگے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت صرف (عہ)

اظہار حق

مؤلفہ جناب سید صغیر حسین صاحب قتیل مرحوم یہ رسالہ اسباب تشیع میں اپنا آپ ہی نظیر ہے۔ مستند اور قوی دلائل و براہین کا ایسا مجموعہ ہے۔ کہ منکر کو سوائے تسلیم کرنے کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ قیمت (۶/)

سرمہ خاموشی

میر سجاد حسین کی وہ مشہور عجیب وغریب حقیقت سے لبریز کتاب ہے۔ قیمت (۱۰/)

ملنے کا پتہ :- بنو امامیہ کتب خانہ لاہور ریلوے روڈ۔

الحمیرا ام المومنین جناب عائشہ رسول خدا کی دیگر ازدواج میں سے ایک بی بی ہیں آپ کا ایک لقب حمیرا بھی ہے۔ اسلامی سلسلہ روات میں آپکی شخصیت ایک امتیازی پہلو لئے ہوئے ہے۔ آپ ہی رسول اللہ کی وہ بی بی ہیں جنکی شوخی مزاح کی خاطر حضرات اہلسنت نے خانہ رسول کو نگار خانہ لعبت چیں بنا دیا ان گڑیوں کی تعریف میں مصنف "عائشہ صدیقہ" اس قدر رطب اللسان ہے۔ کہ انکو صحابیہ کے درجہ تک پہنچا دیا۔ نہیں نہیں حضرات اہلسنت نے ان کی شان بڑھانے کے لئے پیغمبر اسلام پر حبشیوں کا ناچ دکھانے کا الزام لگایا۔ یہی ایک راویہ ہے۔ جو رسول خدا کے معراج جسمانی کی تردید فرماتی ہیں۔ یہی وہ زوجہ رسول ہیں۔ جن کو خدا کی مقدس کتاب نے آیت قرآن مجید **فقد صغت قلوبکما**، میں مخاطب فرمایا۔ یہی وہ دلیر عورت ہیں۔ جو ازدواج رسول میں سے خلاف حکم قرآن **وقرن فی بیوتکن**، معرکہ جدال اور میدان کارزار میں گامزن ہوئی ہیں یہی وہ زوجہ رسول ہیں۔ جن پر رسول خدا کی پیش گوئی کے مطابق حواب کے کتے بھونکتے ہیں آپ کی شخصیت ہر لحاظ سے متقاضی تھی۔ کہ اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا سید اختر حسین صاحب نے محنت شاقہ گوارا فرما کر ان کے حالات کو بہم پہنچایا ہے کتاب قابل دید ہے۔

قیمت صرف (۱۰/)

نماز امامیہ باترجمہ معہ اصول دین وغیرہ: اس میں تمام واجب نمازوں کے مفصل احکام صاف اور سادہ اردو زبان میں درج ہیں۔ اس ایڈیشن میں یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ خطبات جمعہ وعیدین تجہیز وتکفین ۔ ۔ وتلقین میت باترجمہ وغیرہ ضروری مسائل نہایت شرح وبسط کیساتھ لکھے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت (۵/)

مناجات:۔ از تصنیف مولوی سید زین العابدین صاحب مرحوم بخاری کی مقبول مناجات جس کا ہر شیعہ کے پاس ہونا ضروری ہے۔ قیمت (۲/)

زاد العقبےٰ اردو ترجمہ مودت القربےٰ

حضرت سید ہمدانی جو محقق ترین علمائے اہل سنت ہونیکے علاوہ صوفیائے کرام میں قطب الاقطاب کا درجہ رکھنے والے بزرگ ہیں اور جن کی بے بہا تصنیف وتالیف میں سب سے زیادہ مشہور کتاب مودۃ القربےٰ آسمان شہرت کی آفتاب مانی جا چکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی ہونے کی وجہ سے اردو دنیا کے شائقینوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی، اس لئے زاد العقبےٰ اس کا اردو ترجمہ معہ اصل عبارت مودۃ القربےٰ کے باردوم مولف ممدوح کی سوانحمری پر کافی روشنی ڈالکر ہمارا اہتمام سے اشاعت پاکر اہل مودت آل رسالت کے دلوں کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو رہا ہے قیمت صرف (۱۲/)

ارسال الیدین۔ یعنے نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کا مکمل اور مدلل فیصلہ۔ قیمت (۸/)